غیر مقلد عالم مولانا صادق سیالکوٹی کی



سبیل الرسول پر ایک نظر

تالیف

مولانا محمد ابوبکر غازی پوری

شائع کردہ

مکتبہ اثریہ قاسمی منزل سیدواڑہ غازی پور، یوپی

پن کوڈ: ۲۳۳۰۰۱ موبائل: ۹۴۵۳۲۹۷۶۸۵

غیر مقلد عالم مولانا صادق سیالکوٹی کی

کتاب

سبیل الرسول پر ایک نظر

مُدلل گفتگو، شگفتہ اندازِ تحریر



شائع کردہ

مکتبہ اثریہ قاسمی منزل سیدواڑہ غازی پور

پن کوڈ — ۲۳۳۰۰۱

Mob.9453497685

نام کتاب ——— مولانا صادق سیالکوٹی کی
سبیل الرسول کتاب پر ایک نظر
مصنف ——— محمد ابوبکر غازی پوری
صفحات ——— ۱۹۲
سنہ اشاعت ——— 2010
طبع اول ——— ایک ہزار
کتابت ——— شمس الحسن محلہ کوٹ اردی
ناشر ——— مکتبہ اثریہ قاسمی منزل سید واڑہ
غازی پور
قیمت ——— 60 روپے
طباعت ———

شائع کردہ

مکتبہ اثریہ قاسمی منزل سیدواڑہ غازی پور۔ یوپی

پن کوڈ ۔ ۲۳۰۰۱ فون نمبر Mob.9453497685

فہرستِ مضامین

صفحہ	عنوان
۱۲۳	ایک وتر کا مسئلہ
۱۲۵	جلسۂ استراحت کا مسئلہ
۱۲۸	مسئلہ تیمم ایک ضرب یا دو ضرب
۱۳۱	پگڑی پر مسح
۱۳۴	کتے کی خرید و فروخت
۱۳۶	شراب کا سرکہ بنانا
۱۳۹	نفل والے کے پیچھے فرض پڑھنے والے کی اقتداء
۱۴۵	حضرت معاذ کی حدیث حنفیہ کی بھی دلیل ہے
۱۴۵	فرض پڑھنے والے مقتدی کی نماز نفل پڑھنے والے امام کے پیچھے نہ ہوگی اس کا ثبوت حدیث سے
۱۴۷	نفل پڑھانے والے امام کے پیچھے فرض نماز پڑھنے والے مقتدیوں کی نماز کے بارے میں امام احمد کا مذہب
۱۴۸	غیر مقلدین کے یہاں امام اور مقتدی کی نماز الگ الگ ہوتی ہے
۱۵۰	مولانا صادق سیالکوٹی کی صداقت یا دھاندلی بعنوان صداقت
۱۵۳	صادق صاحب نے پوری حدیث کیوں نہیں ذکر کی ؟
۱۵۵	تعلیم صلوٰۃ والی احادیث میں سورہ فاتحہ کا ذکر نہیں
۱۵۵	حلالہ کی لعنت
۱۵۷	حلالہ کی تشریح اور حکیم صادق سیالکوٹی
۱۵۸	حکیم صادق نے رسول اللہ پر افتراء کیا ہے
۱۵۸	حلالہ کی دوبارہ غلط تشریح
۱۵۹	نکاح موقت کو حکیم صادق نے نکاح حلال قرار دیا ہے

پیش لفظ

از مولانا نور الدین نور اللہ الاعظمی

زیر نظر کتاب مولانا محمد ابوبکر صاحب غازی پوری مدظلہ کی رد غیر مقلدیت میں چھٹی تصنیف ہے بلکہ امام ابو حنیفہ اور قیاس والا رسالہ بھی شامل کر لیا جائے تو یہ کتاب اس موضوع کی ساتویں تصنیف قرار پائے گی۔ امام ابو حنیفہ اور قیاس والا رسالہ اپنے موضوع پر نہایت دلچسپ اور مدلل ہے۔ افسوس کہ اس وقت اس کے نسخے ختم ہیں، مکتبہ اثریہ جلد ہی اس کو شائع کرنے کا ارادہ رکھتا ہے۔

زیر نظر کتاب کا قصہ بھی عجیب ہے۔ سبیل الرسول نامی کتاب (جو مولانا حکیم صادق سیالکوٹی کی تصنیف ہے) مولانا مدظلہ کے ہاتھ لگی۔ میں نے اسے دیکھ کر کہا کہ مولانا یوسف جے پوری کی کتاب حقیقۃ الفقہ پر آپ کا مضمون، حقیقۃ الفقہ پر ایک نظر، بہت پسند کیا گیا تھا۔ بہتر ہوگا کہ سبیل الرسول پر بھی آپ اسی طرز کا ایک مضمون دو تین قسطوں کا زمزم کے لئے لکھ دیں تاکہ اس کتاب کی بھی حقیقت سے لوگ واقف ہو جائیں۔ مولانا نے وعدہ کر لیا اور میں نے دیکھا کہ ان کا قلم چل پڑا ہے۔ اور پھر یہ بھی دیکھا کہ کئی کئی گھنٹے مسلسل لکھتے جا رہے ہیں، عصر بعد بھی جو عموماً ان کی تفریح کا وقت ہے اس وقت بھی لکھ رہے ہیں، بجلی غائب ہے تو لیپ جلا کر لکھنے کا کام جاری ہے۔ پھر جب پندرہ بیس روز بعد ان کا قلم رکا تو تین قسطوں والا مضمون پوری کتاب بن گیا تھا۔ وذلک

فضل اللہ یو تیہ من یشاء۔

ہم اہل نظر قارئین سے گذارش کریں گے کہ وہ حق و انصاف کی نگاہ سے اس کتاب ۔ سبیل الرسول کتاب پر ایک نظر، کو پڑھیں ، انشاء اللہ غیر مقلدیت کا حقیقی چہرہ نظر آجائے گا۔ اور یہ بھی معلوم ہوگا کہ غیر مقلدیت کے نام سے جو فرقہ سلطنت برطانیہ کے دور سے ہندوستان میں وجود پذیر ہوا ہے اس نے دین کے نام پر دین اسلام کے خلاف کس قدر خطرناک سازش رچی ہے، صحابہ کرام سے لے کر متاخرین علماء امت وائمہ اسلام و بزرگان دین کے بارے میں اس کا فکر و نظر کیا ہے، اس نے مسلمانوں کو اسلاف سے بدظن اور ان سے دور کرنے کا کیسا خوفناک پروگرام بنایا ہے، کتاب و سنت کا نام لے کر دین و شریعت کی تحریف میں یہ کتنا آگے جا چکا ہے، صحابہ کرام کے بارے میں اس کا عقیدہ و مسلک تقریباً وہی ہے جو شیعوں کا ہے۔ تقیہ شیعوں کا مزاج ہے اور تقیہ اس فرقہ کا بھی مزاج ہے۔ غیر مقلدین کے تقیہ ہی کی یہ بات ہے کہ کبھی صحابہ کرام کی تعریف کریں گے اور کبھی عام صحابہ کرام تو کجا خلفائے راشدین تک پر کیچڑ اچھالیں گے۔ کبھی اجماع کا اقرار کریں گے اور کبھی اس کا انکار کریں گے۔ ضرورت ہوگی تو ائمہ متبوعین امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی، امام احمد کی تعریف بھی کریں گے اور موقع ہوگا تو ان کے خلاف بدزبانیاں بھی کریں گے، تقلید کو برا بھی کہیں گے اور تقلید کو واجب بھی کہیں گے، صوفیاء کرام کی شان میں گستاخی بھی کریں گے اور کبھی ان کا نام عزت و احترام سے بھی لیں گے، کبھی شیخ عبدالقادر جیلانی کو وحدت الوجودی بتلائیں گے اور ان کو ضال و مضل قرار دیں گے اور کبھی ان کو سر پر بٹھائیں گے اور ان کے اقوال سے احتجاج بھی کریں گے، کبھی قیاس کا بالکل انکار کریں گے اور کبھی قیاس کو کتاب و سنت سے ثابت بھی کریں گے، غرض ان کے قول و فعل، عقیدہ و مسلک سب پر تقیہ کی دبیز چادر چڑھی ہوئی ہے، اسی لئے آج تک ان کا صحیح مسلک و عقیدہ کسی کے سمجھ میں نہیں آسکا، کتاب و سنت کی دعوت بھی دیں گے اور کتاب و سنت کا ان سے بڑا مخالف کوئی نظر بھی نہیں آئے گا، اپنی کتابوں میں بھی اور عوام کے سامنے

تقریروں میں بھی کہیں گے کہ تمام صحیح حدیث پر عمل کرنا ہر مسلمان کا فرض ہے، اور خود بخاری و مسلم کی صحیح حدیث کو چھوڑ دیں گے، ہمارا اپنا تجربہ یہ ہے کہ غیر مقلدین کے نزدیک صحیح حدیث کا ایک خاص مفہوم ہے اور وہ یہ کہ جس کو یہ قبول کریں وہ صحیح حدیث ہے بقیہ غیر صحیح و ناقابلِ عمل حدیثیں ہیں۔

غرض اس کتاب سے آپ کے سامنے غیر مقلدین کی بہت سی حقیقتیں کھل کر سامنے آئیں گی، اور غیر مقلدیت کے چہرہ سے کچھ اور پردے ہٹیں گے، مولانا غازیپوری کا شگفتہ اندازِ تحریر اس کتاب میں جگہ جگہ آپ کو نظر آئے گا، مولانا موصوف غیر مقلدیت کے خلاف ایک خاص انداز سے لکھتے ہیں، وہ اپنے اس انداز میں منفرد ہیں اور انکی یہ انفرادی شان عربی اور اردو دونوں تحریروں میں نظر آتی ہے، اس کتاب میں بھی مولانا کا اپنا وہی اسلوب ہے جس سے غیر مقلدیت کے جسم میں کپکپی طاری رہتی ہے۔ اور اب انھوں نے مولانا کی تحریروں کا جواب گالی گلوج سے دینے کا پروگرام بنایا ہے، مگر ہم انشاء اللہ ان سے ان کے لب و لہجہ میں بات نہیں کریں گے۔

آخر میں اتنا اور عرض کر دوں کہ شاید اس کتاب کا حجم اس سے بھی زیادہ ہوتا کہ اسی تالیف کے درمیان مولانا مدظلہ کا گھرانہ ایک شدید حادثہ کا شکار ہو گیا، یعنی مولانا مدظلہ کے بھتیجے مولانا عبداللہ غازیپوری مقیم حال مکہ مکرمہ کا چھوٹا سات سالہ صاحبزادہ کاشف عبداللہ سلمہٗ چھت کی تیسری منزل سے گر کر نیچے آگیا اور اللہ کو پیارا ہو گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اس بچہ سے جو مولانا مدظلہٗ کا پوتا ہوتا تھا مولانا کو بڑا انس تھا اس وجہ سے مولانا پر بھی ہفتوں اس کا بڑا اثر تھا، اور انھوں نے اس تحریر کو طبیعت میں نشاط نہ رہنے کی وجہ سے مختصر کر دیا، پھر بھی یہ تحریر سبیل الرسول کتاب کا تقریباً پورا احاطہ کئے ہوئے ہے اور ضروری تمام امور پر توجہ دی گئی ہے ــــــــ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کتاب سے عام مسلمانوں کو فائدہ پہونچائے اور غیر مقلدیت کی حقیقت کی پہچان کیلئے یہ کتاب ایک اچھا ذریعہ ثابت ہو۔



حقیقۃ الفقہ نامی کتاب (تالیف مولانا محمد یوسف جے پوری) غیر مقلدین حلقہ میں بڑی اہمیت کی حامل ہے، اس کی اہمیت اس وجہ سے نہیں ہے کہ وہ کوئی بڑی محقق کتاب ہے، یا مولانا محمد یوسف جے پوری کی حیثیت علمی اعتبار سے بڑی قد آور ہے، اس کی اہمیت کی وجہ صرف یہ ہے کہ اس کتاب میں فقہ حنفی اور فقہائے احناف کے خلاف تمام ناگفتنیوں کو جمع کر دیا گیا ہے اور بڑی بے حیائی سے جو مسائل فقہ حنفی کی کتابوں میں نہیں ہیں ان کو فقہ احناف کی مشہور کتابوں کی طرف منسوب کیا گیا ہے جھوٹ فریب اور جہالت کے عجیب و غریب نمونوں سے بھری یہ کتاب ہے، میں نے زمزم کے ابتدائی تین شماروں میں " حقیقۃ الفقہ نامی کتاب پر ایک نظر " کے عنوان سے ایک مضمون لکھا تھا، جس میں یوسف جے پوری کی جہالت و بے ایمانی کو بدلائل واضح کیا تھا، یہ مضمون شائع ہونا تھا کہ حلقہ غیر مقلدیت میں زلزلہ پیدا ہو گیا، ہائے وائے مچنے لگا، خورد، کلاں، پیر و جواں سب چیخ چلا اٹھے اور سینہ کوبی کا وہ منظر پیش کیا گیا کہ شیعوں کی سینہ کوبی بروز عشرہ محرم ماند پڑ گئی، اور پھر حلقہ غیر مقلدین کے کچھ کہنہ مشق اور کچھ نو مشقئے غیر مقلدوں کے زخموں پر مرہم رکھنے کیلئے میرے خلاف مضمون نگاری میں مصروف ہو گئے اور زمزم کے مقابلہ میں اشاعۃ السنۃ نام سے دہلی سے غیر مقلدیت کو پاؤں پر کھڑا رکھنے کے لئے ایک پرچہ بھی نکالا جانے لگا اور ہندوستان کے تقریباً تمام ہی غیر مقلدین کے پرچوں میں ہمارے خلاف مضامین

ومقالات کی نظماً و نثراً بھرمار کر دی گئی اور اس کا سلسلہ تا ہنوز جاری ہے ..
...... مگر حقیقۃ الفقہ کتاب کی ہمارے مضمون کے بعد ہوا نکل چکی ہے۔
اگر اس کے دفاع میں ایک ہزار بھی مقالات لکھدیے جائیں تو بھی بے سود و بے فائدہ اس لیے کہ یوسف جے پوری کی جہالت و بے ایمانی اور عدم تدین کے جو نمونے پیش کئے گئے ہیں اس کا جواب ان غیر مقلدین کے پاس سوائے گالی دینے کے اور کچھ ہے نہیں اور وہ اب یہی کر رہے ہیں۔

اس مضمون نے اگر غیر مقلدین کو مضطرب اور بے چین کر دیا تو احناف نے اصل حقیقت معلوم کر کے اس کتاب اور اس کے مصنف پر تھو تھو کی، اور مضمون نگار احقر کی حد سے زیادہ تعریف کی اور بہت سے لوگوں نے جن میں بعض احقر کے خاص احباب تھے فرمائش کی کہ اس مضمون کی قسطیں بڑھا کر پوری کتاب کا جائزہ لیا جائے مگر میں نے اپنے خیال میں مضمون پورا کر دیا تھا اس لئے دوبارہ اس موضوع پر لکھنے کے لئے طبیعت آمادہ نہیں ہوئی۔

ابھی اس قصہ کو چند روز بھی نہیں گزرے تھے کہ سبیل الرسول اور صلوٰۃ الرسول نامی دو کتابوں پر نظر پڑی، یہ دونوں کتابیں مولانا حکیم صادق سیالکوٹی کی ہیں، ان کا جو مطالعہ کیا، تو ان کا بھی طرز حقیقۃ الفقہ ہی کا نظر آیا، نہ علم نہ تحقیق بس جہالت ہی جہالت، بے ایمانیوں اور بد دیانتیوں کے نمونے ان کتابوں میں بھی جگہ جگہ نظر آئے غیر مقلدین کتاب و سنت کا نام لے کر علم و تحقیق کا منہ چڑاتے ہیں، عجیب عجیب کرتب وتماشے دکھلاتے ہیں، بہلول حرکت کرتے ہیں، کتاب وسنت کی معنوی تحریف بے دھڑک کرتے ہیں ہم ان تمام حرکتوں سے اللہ کی ہزار بار پناہ چاہتے ہیں۔

حقیقۃ الفقہ والے مضمون کے طرز پر میں نے سبیل الرسول کتاب کو بھی سامنے رکھ کر ایک مضمون لکھنا شروع کیا تھا ارادہ تھا کہ دو تین قسطوں میں یہ مضمون تمام ہو جائیگا مگر جب قلم چلا تو چلتا ہی رہا اور پندرہ بیس روز کے بعد جب قلم رکا تو ایک پوری

کتاب کا مسودہ تیار تھا۔ کچھ قسطیں زمزم میں شائع ہو چکی ہیں، زمزم کے قارئین نے اس مضمون کو بھی پسند کیا اور اب امید ہے کہ یہ پوری کتاب پڑھ کر وہ مزید محظوظ ہونگے۔

انشاء اللہ اس کتاب سے اس کا اندازہ لگانا کچھ مشکل نہ ہوگا کہ غیر مقلدین علماء کی اس طرز کی کتابیں علم و تحقیق کے اعتبار سے کس پایہ کی ہیں، انھیں کتابوں کو غیر مقلدین کے مختلف کتب خانے شائع کر رہے ہیں، ہند و پاک میں یہ عمل بڑی سرگرمی سے دین کی خدمت اور اشاعۃ السنہ کے نام پر جاری ہے۔

خدا سے دعا ہے کہ وہ ہمیں صراط مستقیم پر قائم رکھے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور صحابہ کرام کی زندگی سے ہم روشنی حاصل کریں، گمراہی کی ہر راہ بڑی خطرناک ہے، چاہے وہ شیعیت و قادیانیت کی راہ ہو، چاہے وہ منکرین سنت اور منکرین تقلید کی راہ ہو، خواہ وہ الحاد و زندقہ کی راہ ہو، ان تمام راہوں سے وہ ہمیں بچا کر اسلام کی راہ پر لگائے رکھے۔ آمین و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین۔

محمد ابوبکر غازی پوری

بسم اللہ الرحمن الرحیم

آغاز کلام

زمزم کے قارئین نے حقیقۃ الفقہ پر ایک منفرد الامضمون زمزم کے ابتدائی تین شماروں میں پڑھا ہوگا۔ حقیقۃ الفقہ مولانا محمد یوسف جے پوری غیر مقلد عالم کی کتاب ہے، میرے اس مضمون سے معلوم ہوا ہوگا کہ غیر مقلدین علماء کی قابلیت جو آسمان کو چھونے والی ہوتی ہے اس کی کیا حقیقت ہے، اور یہ مجتہدین علم و عقل، دین و دیانت کی کس بلندی پر ہیں۔

اس وقت میرے ہاتھ میں ایک دوسرے غیر مقلد عالم مولانا حکیم محمد صادق سیالکوٹی صاحب کی دو کتابیں ہیں۔ ایک کا نام صلوٰۃ الرسول ہے اور دوسری کا نام سبیل الرسول ہے، اس فرصت میں سبیل الرسول کا تھوڑا سا تعارف کرانا مقصود ہے۔

مولانا حکیم محمد صادق صاحب کون بزرگ ہیں؟ بقول مجلہ تنظیم اہلحدیث لاہور:

"مولانا محمد صادق صاحب سیالکوٹی اہل علم حلقوں میں عموماً اور اہل قلم حلقوں میں خصوصاً اور جماعت اہلحدیث میں بالخصوص متعارف

شخصیت ہیں ۔ (سبیل الرسول ص۱۸)

اور حکیم صاحب موصوف کی کتاب سبیل الرسول کی غیر مقلدین حلقوں میں اہمیت کیا ہے ؟ بقول صحیفہ اہلحدیث کراچی :

سبیل الرسول . . . . . وہ معرکۃ الآراء بصیرت افروز اور مشہور و مقبول کتاب ہے جس میں آیات و احادیث سے ثابت کیا گیا ہے کہ دین اسلام پر چلنے کے لئے خدا کے آخری رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے راستے کے سوا اور کوئی راستہ نہیں ۔۔۔ (ص۳۰ ایضاً)

کتاب اس لائق ہے کہ ہر اہل سنت ، اہلحدیث کے گھر میں موجود ہو ۔

(ص۳۱ ، ایضاً)

سبیل الرسول کی اٹھان

حکیم محمد صادق سیالکوٹی کی یہ کتاب جس کا ہر اہلسنت اہل حدیث کے گھر میں موجود ہونا ضروری ہے ، ماشاء اللہ اس کتاب کی اٹھان یہ ہے ، حکیم صاحب موصوف حضرت آدم علیہ السلام کے بارے میں فرماتے ہیں :

" جب ہمارے جد اعلیٰ حضرت آدم علیہ السلام نے شیطان کے بھکانے میں آکر شجر ممنوعہ کھا لیا ۔ ص۳۰

جن کو اس کی لیاقت نہ ہو کہ انبیاء علیہم السلام کے لئے اردو میں کون سا پیرایہ بیان مناسب ہے اور کون سا نہیں ، ان کو سبیل الرسول بتلانے کا ذوق پیدا ہوا ہے ، ناظرین خط کشیدہ عبارت میں غور کریں حضرت آدم علیہ السلام کے لئے کتنا کریہہ لفظ استعمال کیا گیا ہے ۔

اس ابتدائی اٹھان ہی سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ اس کتاب میں کیا کچھ نہ ہوگا اور حکیم صاحب نے اپنی قابلیت کے کیسے کیسے گل بوٹے کھلائے ہوں گے ۔

حکیم صاحب فرماتے ہیں :

" ومن اتبعنی اور جس نے تابعداری کی میری ، یعنی جس نے میری متابعت کی جو میری راہ پر چلا وہ بھی بصیرت پر ہے ، نور ہدایت پر ہے ، میرے قدم پر قدم رکھنے والے کی دل آنکھیں روشن ہیں ، معلوم ہوا کہ حضور کے صحابہ کے سینے آپ کی پیروی کے سبب روشن تھے ، ہدایت کے نور سے معمور تھے اور اسی طرح حضور کے ہر تابعدار ، سچے متبع کو دینی بصیرت اور قرآنی نور ملتا ہے ۔ (ص ۳۲)

اس عبارت میں غور کرنے والوں کو معلوم ہوگا کہ حکیم صاحب کو اعتراف ہے کہ صحابہ کرام کی جماعت کے دل روشن تھے ، وہ بصیرت پر تھے ، آنحضور کے سچے متبع تھے ، ان کا قدم آنحضور صلے اللہ علیہ وسلم کے نقش پا پر تھا ، ان کا ہر فرد ہدایت یافتہ تھا ، ان کا دل قرآنی نور سے معمور تھا ، غرض صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین ، آنحضور کی اتباع کے سچے ، کامل نمونہ تھے ۔

صحابہ کرام کے بارے میں غیر مقلدین کا عقیدہ

صحابہ کرام کے بارے میں حکیم صادق صاحب کا یہ بصیرت افروز بیان ہے ، مگر یہ صرف زبانی قوالی ہے ، اور غیر مقلدوں کی منافقت کا بد ترین اظہار ہے ، اس لئے کہ غیر مقلدوں کا صحابہ کرام کے بارے میں عقیدہ یہ ہے کہ نہ ان کا قول حجت ہے اور نہ ان کا فعل قابل اتباع ہے ، ان کے تمام بڑوں نے اس کا بار بار اعلان کیا ہے ، نواب بھوپالی صاحب فرماتے ہیں :

وقول الصحابی لا تقوم بہ حجۃ ۔ — یعنی صحابی کے قول سے حجت قائم نہیں ہوتی ہے ۔ (الروضۃ الندیہ ج ۱ ص ۳۲۱)

وفھم الصحابی لیس بحجۃ (ایضا ص ۱۵۴) — یعنی صحابی کا فہم حجت نہیں ہے

اور میاں صاحب شیخ الکل فی الکل فرماتے ہیں :

"مگر یہ خوب یاد رکھنا چاہیے کہ حضرت علی کے اس قول سے صحت جمعہ کے لئے مصر کا شرط ہونا ہرگز ہرگز ثابت نہیں ہو سکتا۔"

(فتاویٰ نذیریہ ج ۱ ص ۵۹۴)

اور نواب صاحب التاج المکلل میں فرماتے ہیں :

و فعل الصحابی لا یصلح حجۃ (ص ۲۹۲) یعنی صحابی کا فعل دلیل بننے کے لائق نہیں ہوتا۔

ایک غیر مقلد صاحب جو اپنے کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے زیادہ متبع سنت عاشق رسول اور عالم قرآن و حدیث ہونے کا زعم رکھتے ہیں، حضرت فاروق اعظم کے بارے میں فرماتے ہیں :

"مگر چونکہ موصوف کا یہ فرمان کتاب و سنت کے ظاہری نصوص کے مطابق ہونے کے بجائے مخالف ہے اس لئے تمام فقہی مذاہب والوں نے نیز جملہ اہل علم نے حضرت عمر کے اس قول کو نہ سنت قرار دیا اور نہ صحیح و درست مانا، بلکہ سبھی نے اسے کتاب و سنت کے صریح و ظاہری نصوص کے خلاف پاکر رد کر دیا۔" (تنویر الآفاق ص ۹۵)

یہ ہے غیر مقلدین کا صحابہ کرام اور خلفائے راشدین کے بارے میں نقطۂ نظر و عقیدہ[1] مگر جہاں صرف تو انائی گمانی ہوگی وہاں مولانا حکیم صادق جیسے لوگ عوام کو فریب میں مبتلاء کرنے کے لئے فرمائیں گے :

---

(۱) صحابہ کرام کے بارے میں غیر مقلدین کا عقیدہ اور مذہب معلوم کرنے کے لئے میری کتاب "مسائل غیر مقلدین" کا مقدمہ اور میرا مضمون "صحابہ کرام کے بارے میں غیر مقلدین کا نقطۂ نظر" شائع شدہ زمزم شمارہ ۱۰ جلد ۸ ملاحظہ کیا جائے۔

صحابہ کے سینے آپؐ کی پیروی کے سبب روشن تھے، ہدایت کے نور سے معمور تھے۔

غیر مقلدین صحابہ کرام کے بارے میں جب شیعوں کا عقیدہ رکھتے ہیں اور شیعوں والی زبان استعمال کرتے ہیں تو حسب ضرورت و موقع شیعوں والا تقیہ بھی اختیار کرنے سے گریز نہیں کرتے۔

مذکورہ کلام میں حکیم صادق سیالکوٹی فرماتے ہیں:

"اسی طرح حضور کے ہر تابعدار سچے متبع کو دینی بصیرت اور قرآنی نور ملتا ہے۔"

ذرا غیر مقلدین سے آپ پوچھیں کہ آنحضور کا ہر تابعدار سچا متبع کون ہے؟ صحابہ کرام کے بارے میں تمہارا عقیدہ معلوم ہو چکا ہے، اس لئے ان کا کیا متبع ہونا تو ثابت نہیں ہو سکتا، ائمہ دین اگر سچے متبع ہوتے تو ان کی تقلید و اتباع سے غیر مقلدین کو گریز کیوں ہوتا، تو پھر آنحضور کے سچے متبع غیر مقلدین ہی ہوں گے، اور دینی بصیرت و قرآنی نور ان ہی کا موروثی حصہ ہوگا، جی، صحابہ کرام اور ائمہ دین تو نہ لائق اتباع ہیں اور نہ ان کا قول فعل اور فہم حجت ہے، اور نہ ان کے قلوب قرآنی نور سے بھرے ہیں، اور میاں جی کی کھیتی سے اُگی ہوئی دور برطانیہ کی جماعت غیر مقلدین ماشاءاللہ ثم ماشاءاللہ آنحضور کی سچی تابعدار اور سچی متبع اور قرآن و حدیث کے نور سے بھری جماعت ہے، اور ان کی راہ جو چلے وہی حق پر ہے، چہ خوب!

رہِ حیات میں جو خود بھٹک رہے ہیں ہنوز
بزعم خویش وہ اٹھے ہیں رہبری کے لئے

جنازہ میں سورہ فاتحہ پڑھنی فرض ہے

ائمہ دین کے بارے میں جو میں نے عرض کیا ہے کہ غیر مقلدین ان کو آنحضور کا

متبع وتابعدار نہیں مانتے یہ اپنی طرف سے گڑھ کر کوئی بات نہیں کہی گئی ہے، بلکہ یہی مولانا صادق سیالکوٹی بھی فرماتے ہیں، حکیم صادق صاحب کا ارشاد ملاحظہ ہو، فرماتے ہیں:

حضورؐ نے حدیث شریف میں فرمایا ہے بغیر الحمد شریف کے (کوئی) نماز نہیں ہوتی، پھر کس قدر افسوس کا مقام ہے کہ اماموں نے نماز جنازہ میں سورہ فاتحہ کا پڑھنا چھوڑ دیا ہوا ہے اور انکی تقلید میں عوام فاتحۃ الکتاب کا پڑھنا بھول چکے ہیں۔ (ص۳۳۵)

حضرت امام مالک اور حضرت امام ابوحنیفہ کا جنازہ میں سورہ فاتحہ پڑھنے کا مذہب

حضرت امام مالک اور حضرت امام ابوحنیفہ کے نزدیک نماز جنازہ میں سورہ فاتحہ کا پڑھنا بطور قرأت قرآن درست نہیں ہے، لیکن بطور دعا کے پڑھنا جائز ہے، حکیم صادق صاحب کے اندر اگر صداقت ہوتی تو عوام کے سامنے صحیح مسئلہ رکھتے بجائے یہ کہنا کہ اماموں نے سورہ فاتحہ کا پڑھنا چھوڑ دیا ہے، کس قدر غلط بات ہے۔

صلوٰۃ جنازہ کا مقصود میت کے لئے دعا ہے۔

نماز جنازہ کو پنجوقتہ نماز جیسی نماز سمجھنا اور جو احادیث پنجوقتہ والی نماز کے بارے میں ہے ان کو نماز جنازہ پر فٹ کرنا مولانا صادق اور ان جیسے دوسرے غیر مقلدین کی قابلیت اور دینی ومسائل شرعیہ سے واقفیت کی انتہاء ہے ان کو یہی پتہ نہیں ہے صلوٰۃ جنازہ کا مقصود کیا ہے، ابن قیم فرماتے ہیں:

(مقصود الصلوٰۃ علی الجنازۃ هو الدعاء للمیت، لذلک حفظ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم

یعنی نماز جنازہ کا مقصود میت کیلئے دعا کرنا ہے، اسی وجہ سے جتنی دعائیں آنحضورؐ سے محفوظ ومنقول ہیں درود اور

ونقل عنه مالم ينقل من قراءة الفاتحة والصلوٰة عليه۔	سورہ فاتحہ کا پڑھنا اتنا منقول نہیں ہے۔

(زاد المعاد ج ۱ ص ۵۰۵)

ابن قیم کے اس بیان سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ نماز جنازہ کا معاملہ پنجوقتہ نماز کا نہیں ہے، اور آنحضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم سے نماز جنازہ میں سورہ فاتحہ اگر کبھی پڑھی بھی ہے تو بطور قرات قرآن کے نہیں بلکہ بطور دعا کے پڑھی ہے اور نماز جنازہ میں اس طرح سورہ فاتحہ کے پڑھنے کا کوئی منکر نہیں، اپنی کھوپڑی تو خود الٹی ہے اور طعنہ دیں گے ان لوگوں کو جو ائمہ کے مقلدین ہیں۔

اگر نماز جنازہ حقیقی عبادت والی پنجوقتہ جیسی نماز ہے تو پھر کم از کم جو نماز جنازہ پڑھائے اس کو تو سورہ فاتحہ کے ساتھ کوئی سورہ بھی ملانا چاہئے کیا بلا سورہ ملائے نماز صحیح و درست ہوتی ہے؟

غیر مقلدین سے یہ بھی سوال کرنا چاہئے کہ کیا صلوٰۃ جنازہ وہی نماز ہے جو ہر بالغ مرد و عورت پر فرض ہے اور جس کو الصلوٰۃ عماد الدین کہا گیا ہے۔ یعنی نماز دین کا ستون ہے، اور جس کے بارے میں یہ ارشاد ہے کہ جو نماز کو چھوڑتا ہے وہ دین کو ڈھا دیتا ہے اور یہ بھی ارشاد ہے کہ نماز کفر و ایمان کے درمیان حد فاصل ہے؟ اگر جواب نفی میں ہے تو پھر صلوٰۃ جنازہ کے سلسلہ میں لاصلوٰۃ والی حدیث سے استدلال کرنا قابلیت ہے یا حماقت، علمیت ہے یا جہالت؟

جہالت کے باوصف جو صوبائی اجتہاد کرتا ہے اور خوامخواہ علمی میدان میں کود پڑنے کا شوق دکھلاتا ہے اس کے بارے میں اظہار افسوس ہی کیا جا سکتا ہے۔

صادق صاحب نے یہاں حصن حصین اور ابن ماجہ سے دو روایتیں بھی نقل کی ہیں، جس کا حاصل یہ ہے کہ آنحضور صلے اللہ علیہ وسلم نماز جنازہ میں سورہ فاتحہ پڑھتے تھے، اولاً تو جس کا منکر ہی کون ہے، سب کے نزدیک سورہ فاتحہ بطور دعا جائز ہے۔

بلکہ قرآن کے کسی اور حصہ کو بھی دعا کے طور پر پڑھنا چاہے تو پڑھے، اس لیے کہ صلوٰۃ جنازہ کا مقصود ہی میت کے لیے دعا کرنا ہے۔

غیر مقلدین دورنگی فطرت کے مالک ہیں

دوسری بات جو قابل ذکر ہے وہ یہ کہ غیر مقلدین عجیب دورنگی فطرت کے مالک ہیں، جب دوسرا کوئی اپنے مذہب کو بتلانے کے لیے حدیث پیش کرتا ہے تو فوراً اس کی تحقیق میں لگ جاتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح ہے یا ضعیف، ضعیف حدیث ہو تو فوراً اس کو ردی کی ٹوکری میں ڈال دینے کو تیار ہو جاتے ہیں مگر جب اپنی باری ہوتی ہے تو ان کے حرم میں ہر طرح کی گنجائش ہو جاتی ہے۔ ضعیف حدیث سے بھی بے تکلف استدلال کریں گے، اور ایمانداری یہ برتیں گے کہ ہرگز نہیں بتلائیں گے کہ جس حدیث سے وہ استدلال کر رہے ہیں اس کا درجہ کیا ہے، ضعیف ہے یا صحیح، قابل استدلال ہے بھی یا نہیں؟ کھوٹا سکہ بھی ان کی فیکٹری میں جا کر رائج الوقت بن جاتا ہے، کھوٹے کو چلتا ہوا بنانے کا گر غیر مقلدوں کو خوب آتا ہے۔ آنحضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب ان دو روایتوں کے بارے میں بلکہ ان جیسی تمام روایتوں کے بارے میں ابن قیم فرماتے ہیں:

ویذکر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ امران یقرأ علے الجنازۃ بفاتحۃ الکتاب و لایصح اسنادہ۔ (الیقاء مہ ج ۱ ص ۵۰۲)	یعنی نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا جاتا ہے کہ آپ نے جنازہ پر سورہ فاتحہ پڑھنے کا امر فرمایا (لیکن) اس کی سند صحیح نہیں ہے۔

اور مولانا حکیم صادق سیالکوٹی نے نہایت ایمانداری سے انہیں روایتوں سے استدلال کیا ہے جن کی سند صحیح نہیں ہے۔

سورہ فاتحہ کو نماز جنازہ میں غیر مقلدین کے نزدیک اسی طرح سے پڑھنا

ضروری اور فرض ہے جس طرح فرض نمازوں میں سورہ فاتحہ کا پڑھنا ان غیر مقلدین کے نزدیک فرض اور ضروری ہے، اور یہی وجہ ہے کہ مرحوم سیالکوٹی نے نماز جنازہ میں سورہ فاتحہ پڑھنے کے وجوب و فرض کو بتلانے کے لئے بخاری و مسلم کی وہی حدیث پیش کی ہے جس کو غیر مقلدین فرض نمازوں میں سورہ فاتحہ کو بتلانے کے لئے پیش کرتے ہیں، مرحوم سیالکوٹی فرماتے ہیں:

"سورہ فاتحہ کے پڑھے بغیر نہ فرض نماز ہوتی ہے اور نہ جنازہ وغیرہ ہر نماز میں ضرور فاتحہ پڑھنی چاہئے"۔ (خلاصہ کلام صفحہ ۴۰)

جنازہ میں سورہ فاتحہ پڑھنے کے بارے میں ابن تیمیہ و ابن قیم کا مذہب

یہ تو غیر مقلدوں کا مذہب ہے اور ابن قیم اور شیخ الاسلام ابن تیمیہ کیا فرماتے ہیں وہ بھی سن لیں۔

قال شیخنا لا تجب قرأۃ الفاتحۃ فی صلوٰۃ الجنازۃ (صفحہ ایضاً)

یعنی ابن قیم فرماتے ہیں کہ ہمارے شیخ ابن تیمیہ کا مذہب یہ ہے کہ نماز جنازہ میں فاتحہ کا پڑھنا ضروری نہیں ہے۔

جیسا کہ میں نے عرض کیا کہ بطور دعا کے فاتحہ کا پڑھنا سب کے یہاں جائز ہے بلکہ بعض صحابہ کرام کا یہ معمول منقول بھی ہے اس وجہ سے اس کو سنت بھی کہا جاسکتا ہے۔

مولانا صادق سیالکوٹی فرماتے ہیں:

"برادران اسلام دیکھا آپ نے حضورؐ نے جنازوں میں سورہ فاتحہ پڑھی صحابہ نے پڑھی لیکن ہم نے چھوڑ رکھی ہے"۔ صفحہ ۴۹

صادق صاحب نے یہاں صداقت سے کام نہیں لیا، پہلے وہ یہ بتلائیں کہ آنحضورؐ کا سورہ فاتحہ پڑھنا بطور دعا کے تھا یا بطور قرآن کی تلاوت کے، اگر تلاوت کے طور پر تھا اور واجب تھا تو پھر ابن قیم ابن تیمیہ کیوں فرماتے ہیں کہ نماز جنازہ میں سورہ فاتحہ کا

پڑھنا ضروری نہیں ہے اور ابن قیم کیوں یہ فرماتے ہیں کہ آنحضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم سے سورہ فاتحہ کا پڑھنا اتنا منقول نہیں ہے۔ جتنا دعا کا پڑھنا منقول ہے۔ اور اگر آپ صلے اللہ علیہ وسلم کا سورہ فاتحہ کا پڑھنا بطور دعا کے تھا اور درجہ وجوب میں نہیں تھا جیسا کہ ابن تیمیہ فرماتے ہیں تو اس کا کون منکر ہے، اس طرح سورہ فاتحہ کا پڑھنا سب کے نزدیک جائز ہے۔

صحابہ کرام میں سے جن چند ایک سے جنازہ میں سورہ فاتحہ کا پڑھنا ثابت ہے وہ بطور سنت ہے

مولانا صادق نے اپنی اس عبارت میں ایک اور گھپلا کیا ہے۔ وہ گھپلا یہ ہے کہ صحابہ کرام کا ذکر اس جگہ انھوں نے اس طرح کیا ہے کہ گویا تمام صحابہ کرام کا یہی طریقہ تھا، اور تمام صحابہ کرام نماز جنازہ میں سورہ فاتحہ پڑھتے تھے، حالانکہ اس طرح کی بات سراسر کذب ہے، نماز جنازہ میں سورہ فاتحہ پڑھنے کے قائل چند ہی ایک صحابہ تھے، اکثر صحابہ کرام کا یہ مذہب نہیں تھا، اور جو سورہ فاتحہ کے پڑھنے کے قائل تھے ان کے نزدیک بھی اس کا پڑھنا واجب اور ضروری نہیں تھا بلکہ زیادہ سے زیادہ درجہ اس کا سنت کا تھا۔

ابن قیم فرماتے ہیں :

"ابن عباس (رضی اللہ عنہ) نے نماز جنازہ پڑھائی، تو انھوں نے تکبیر اولی کے بعد زور سے سورہ فاتحہ پڑھی اور فرمایا کہ تم لوگ جانو کہ یہ سنت ہے اور اسی طرح ابوامامہ بن سہل کا قول ہے کہ پہلی تکبیر کے بعد فاتحہ کا پڑھنا سنت ہے۔" (زاد المعاد ج ۱، ص ۵۰۴)

صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین میں جن بزرگوں نے سورہ فاتحہ پڑھنے کو جائز بھی رکھا تھا تو وہ خود تصریح فرمارہے ہیں کہ ان کے نزدیک اس کا درجہ سنت کا ہے۔ لیکن آغوش نبوت کے پروردہ ان صحابہ کرام کے قول وعمل کے خلاف غیر مقلدوں نے اپنا

مذہب جماہیر مسلمین کی دشمنی میں یہ بتایا ہے کہ جنازہ کی نماز میں سورہ فاتحہ کا پڑھنا واجب اور ضروری ہے۔ رسول اکرم اور صحابہ کرام کی اس مسئلہ میں صریح مخالفت کے باوجود حکیم صادق سیالکوٹی غیر مقلد عالم کو شوق چرایا تھا کہ وہ سبیل الرسول کتاب لکھیں اور لوگوں کو رسول کے طریقہ پر چلائیں ائمہ دین اور ان کے مقلدین کے خلاف زبان درازی کرنے والے سبیل الرسول پر امت کو چلائیں گے۔

مولانا صادق نے ضعیف حدیث سے استدلال کیا

مولانا صادق غیر مقلدین کو للکارتے ہوئے پکارتے ہیں:

"حضور کی حدیث کے مطابق نماز جنازہ میں ضرور سورہ فاتحہ پڑھو۔" ص ۴۹

صادق سیالکوٹی صاحب پہلے آپ یہ تو فرمائیں جس کو آپ حضور کی حدیث کہہ رہے ہیں وہ صحیح ہے کہ ضعیف اگر ضعیف ہو تو کیا آپ اسی ضعیف حدیث سے نماز جنازہ میں سورہ فاتحہ کا فرض ہونا ثابت کریں گے؟ اگر یہ حدیث صحیح ہے تو براہ کرم اس کی سند ذکر کیجیے، اور سند کی تحقیق کر کے اس کی صحت ثابت کیجیے، یقین جانیے کہ آپ کے بس کی بات نہیں ہے، اور چونکہ خود آپ کو بھی اس حدیث کی حقیقت معلوم ہے اس وجہ سے آپ نے اپنی ذکر کردہ دونوں حدیثوں کو بلا سند ہی ذکر کیا ہے۔

مولانا صادق سیالکوٹی نے یہاں دو حدیثیں ذکر کی ہیں، ایک تو حصن حصین سے ہے مگر نہ اس میں سند کا ذکر ہے، اور نہ اس کا ذکر ہے کہ وہ کس صحابی سے ہے اور نہ معلوم ہوتا ہے کہ واقعۃً وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی بات ہے، چونکہ وہ کلام بالکل مجہول قسم کا ہے اس لئے اس سے تو صرف نظر کرتا ہوں، البتہ جو دوسری حدیث حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت سے ہے اس پر تھوڑی سی توجہ کی ضرورت ہے، تاکہ مولانا سیالکوٹی کی دیانت اور حدیث رسول کے باب میں قارئین ان کی جرأت سے واقف ہوتے رہیں۔

حضرت ابن عباس والی حدیث یہ ہے :

وعن ابن عباس ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قرأ علی الجنازۃ بفاتحۃ الکتاب ۔

اس کا ترجمہ مولانا سیالکوٹی نے جو کیا ہے وہ یہ ہے :

حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے جنازے کی نماز میں (تکبیر اولی کے بعد) سورہ فاتحہ پڑھی ۔

مولانا نے بریکٹ کی عبارت اپنی طرف سے بڑھا کر کے حدیث کے وسیع مفہوم کو تنگ کر دیا ہے اور جو منشاء رسول تھا اس کو بالکل الٹ دیا ہے ، حدیث کا لفظی ترجمہ یہ ہے :

حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ آنحضور صلے اللہ علیہ وسلم نے جنازہ پر سورہ فاتحہ پڑھی ۔

حدیث کے اس ترجمہ میں آپ غور فرمائیں گے تو معلوم ہوگا کہ اس حدیث میں (اگر اس کو قابل استدلال بھی بفرض محال مان لیا جائے[1]) تو سورہ فاتحہ پڑھنے کی جگہ کا تعین نہیں ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ نماز جنازہ میں سورہ فاتحہ کا پڑھنا کسی متعین جگہ پر نہیں ہوگا بلکہ پہلی اور چوتھی تکبیر کے بیچ ہر جگہ فاتحہ کا پڑھنا جائز ہوگا ۔ چاہے اول کے بعد یا دوم یا سوم کے بعد ، مگر مولانا صادق سیالکوٹی جو سبیل الرسول ، سے لوگوں کو واقف کرانے کا حق جتائے ہوئے ہیں وہ بریکٹ میں اپنی طرف سے ایسی بات بڑھا دیتے ہیں کہ جس کا حدیث رسول میں دور دور تک کہیں اشارہ نہیں ، حدیث رسول کے ساتھ غیر مقلد کی اس قسم کی حرکت نہایت تعجب خیز ہے ، جبکہ ان کا مسلک و عقیدہ بھی یہی ہے کہ نصوص کے ظاہر الفاظ پر عمل کرنا واجب اور ضروری ہے ۔

---

(۱) یہ حدیث سخت قسم کی ضعیف ہے ، امام ترمذی فرماتے ہیں کہ اس کی سند قوی نہیں ہے ، اس کا ایک راوی ابراہیم بن عثمان ابو شیبہ الواسطی منکر الحدیث ہے ، امام بخاری اس کو منکر الحدیث کہتے ہیں ۔

صادق صاحب نے جنازہ کے مسئلہ میں بخاری شریف کی حدیث کو نظر انداز کردیا، اس کا راز

بات طویل ہوتی جارہی ہے، مگر ناظرین سے ایک بات کہے بغیر آگے بڑھا بھی نہیں جاتا، وہ ذرا دلچسپ ہے اور سننے کی ہے۔

مولانا سیالکوٹی نے اس مسئلہ میں کہ نماز جنازہ میں سورہ فاتحہ کا پڑھنا فرض ہے ضعیف حدیثوں سے استدلال کرنے کو پسند کیا ہے، مگر بخاری شریف کی طرف آنکھ اٹھا کر دیکھنا بھی گوارا نہیں کیا، حالانکہ بخاری میں یہ مسئلہ مذکور ہے۔ بخاری نے باب باندھا ہے۔ باب قرأة فاتحة الكتاب على الجنازة، یعنی اس کا بیان کہ جنازہ پر سورہ فاتحہ پڑھنا ہے، اور اس کے تحت یہ حدیث ذکر کی ہے۔

عن طلحة بن عبد الله بن عوف قال، صليت خلف ابن عباس رضي الله عنهما على جنازة فقرأ بفاتحة الكتاب وقال، لتعلموا انها سنة۔

یعنی حضرت طلحہ بن عبد اللہ بن عوف فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پیچھے ایک جنازہ کی نماز پڑھی تو آپ نے سورۃ فاتحہ پڑھی اور کہا کہ ایسا اسلئے کیا ہے کہ تمہیں معلوم ہو کہ یہ سنت ہے۔

مولانا صادق نے بخاری شریف کی اس صحیح حدیث سے کیوں صرف نظر کیا؟ شاید ناظرین کا ذہن وہاں تک نہ پہنچ پائے، اس لئے اس پر تھوڑی سی روشنی ڈالنا ہمارے لئے ضروری ہوا۔

پہلی بات تو یہ ہے کہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابن عباس نے فاتحہ کی قرأت زور سے کی تھی، چنانچہ ابن قیم تصریح فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عباس کا یہ پڑھنا زور سے تھا اور غیر مقلدین کی اکثریت اس کی قائل نہیں ہے اور صادق صاحب کا بھی غالبا یہی مذہب ہے، جبھی انھوں نے اس جگہ اس کا ذکر نہیں کیا کہ سورہ فاتحہ زور سے پڑھی جائے

یا آہستہ سے مسئلہ کو گول مول رکھا ہے، تو یہ حدیث ان کی منشاء کے خلاف تھی، اس لئے حکیم صاحب نے بخاری کی اس صحیح حدیث سے آنکھ پھیر لی اور ضعیف حدیث سے استدلال کرنے کو غنیمت شمار کیا۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ بخاری کی اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جو صحابہ کرام نماز جنازہ میں سورہ فاتحہ پڑھتے تھے وہ اس کو سنت سمجھتے تھے، فرض اور واجب کے وہ قائل نہیں تھے، جب کہ صحابہ کرام کے مسلک و مذہب کے خلاف غیر مقلدین نماز جنازہ میں سورہ فاتحہ پڑھنے کو فرض اور واجب جانتے ہیں بلکہ اگر سورہ فاتحہ نہ پڑھی جائے تو اس نماز جنازہ کو وہ باطل قرار دیتے ہیں، فتاویٰ علمائے اہلحدیث میں ہے:

"اگر امام یا مقتدی نے نماز جنازہ میں سورہ فاتحہ نہ پڑھی تو نماز باطل ہوگی"

(فتاویٰ علمائے اہلحدیث ج۵ ص۱۸۵)

اور یہی بات نواب صاحب بھوپالی بھی بدارالاہلہ میں فرماتے ہیں (دیکھو جلد اول ص۹)

اور تیسری وجہ بخاری کی اس صحیح حدیث سے آنکھ بند کر لینے کی بظاہر یہ معلوم ہوتی ہے کہ موصوف حکیم صاحب اس کتاب میں سبیل الرسول یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دین میں راستہ اور طریقہ کیا تھا یہ بتلانا چاہتے ہیں، اور صحابہ کرام کا راستہ ان غیر مقلدین کے یہاں سبیل الرسول سے جدا ہے، اور یہی وجہ ہے کہ صحابہ کرام کے بارے میں ان کا یہ عقیدہ ہے کہ ان کا قول، فعل، فہم سب ناقابلِ اعتبار ہیں۔ اور بخاری شریف میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا فعل مذکور ہے، غیر مقلدوں کو صحابہ کرام کے فعل سے استدلال کرنا گوارا نہیں کہ اس سے ان کا یہ اصول مجروح ہوتا ہے کہ صحابی کا قول حجت بننے کی صلاحیت نہیں رکھتا۔

بخاری شریف کی اس صحیح حدیث سے آنکھ پھیر لینے کی چوتھی اور سب سے اہم وجہ یہ ہے کہ غیر مقلدین کے یہاں تقلید حرام ہے۔ نہ صحابی کی تقلید جائز نہ اماموں کی تقلید جائز، اگر مولانا صادق بخاری کی اس حدیث سے استدلال کرتے تو حضرت ابن عباس کی

تقلید لازم آتی، اور قصر غیر مقلدیت دھڑام سے نیچے آجاتا، پس حکیم صاحب نے عافیت اسی میں محسوس کی کہ اس مسئلہ میں ضعیف حدیث سے استدلال کرو اور بخاری شریف کی صحیح حدیث کی طرف آنکھ اٹھا کر کے بھی مت دیکھو، تاکہ قوالی

نبی کے ہوتے ہوئے گفتار مت دیکھ کسی کا قول و قرار

کا بھرم باقی رہے۔

نماز جنازہ کے بارے میں صحابہ کرام کا عمل

ناظرین مولانا صادق سیالکوٹی کا مذہب آپ نے معلوم کر لیا یعنی ان کے نزدیک نماز جنازہ میں سورہ فاتحہ کا پڑھنا فرض اور واجب ہے، اور جو سورہ فاتحہ نہ پڑھے وہ سبیل الرسول (رسول اللہ کے طریقہ) پر نہیں ہے، غیر مقلدین جب ترنگ میں ہوتے ہیں تو وہ اسی قسم کی بڑ ہانکتے ہیں، آئیے دیکھئے صحابہ کرام کا اس بارے میں کیا عمل تھا۔

مؤطا امام مالک میں ہے

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نماز جنازہ میں قرأت نہیں کرتے تھے،

مغنی ابن قدامہ ص ۴۸۵ ج ۲ میں ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ نماز جنازہ میں آنحضور صلے اللہ علیہ وسلم نے ہمارے لئے کوئی خاص دعا اور قرأت مقرر نہیں فرمائی۔

مؤطا امام مالک میں ہے کہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے نماز جنازہ کا طریقہ پوچھا گیا تو انھوں نے فرمایا کہ میں تکبیر کہہ کر اللہ کی حمد و ثنا کرتا ہوں، آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھتا ہوں، اور پھر یہ دعا پڑھتا ہوں۔ اللھم عبدك و ابن عبدك الخ

مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نماز جنازہ میں ثنا و درود

اور دعا پڑھتے تھے، $\frac{۲۹۵}{۳ج}$

ان صحابہ کرام کے علاوہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف حضرت فضالہ بن عبیدہ حضرت جابر بن عبداللہ حضرت واثلہ وغیرہ صحابہ کرام سے بھی یہی بات منقول ہے کہ نماز جنازہ میں بطور قرأت کسی سورہ کا پڑھنا نہیں ہے۔

مصنف ابن ابی شیبہ و مصنف عبدالرزاق وغیرہ میں تابعین کی ایک بڑی جماعت کا تذکرہ ہے جن کا مذہب یہ تھا کہ نماز جنازہ میں سورہ فاتحہ نہیں پڑھی جائے گی حضرت امام مالک مدینۃ الرسول صلے اللہ علیہ وسلم کے علماء و فقہاء کے بارے میں فرماتے ہیں، نماز جنازہ میں قرأت کرنا یہ اہل مدینہ کا معمول نہیں تھا میں نے اپنے شہر والوں کو اسی مذہب پر پایا ہے۔ $\frac{۱۷۳}{۱ج}$

اور یہ بات تو بالکل یقینی ہے کہ نماز جنازہ میں سورہ فاتحہ کو بطور فرض پڑھنا یہ تو کسی صحابی کا مذہب نہیں، نہ کسی تابعی سے یہ بات منقول ہے یہ غیر مقلدوں کا اپنا اجتہاد ہے۔

حکیم صادق کا معصومانہ انداز

حکیم صادق صاحب بہت معصومانہ انداز میں فرماتے ہیں:

"نبوت کے ماننے والوں کو چاہئے کہ وہ حضور کی کسی سنت اور حدیث کا انکار نہ کریں بلکہ قبول کر کے عمل کریں۔" ص ۲۹

دیکھئے کتنا پیارا کلام ہے اور کتنا معصومانہ انداز ہے، اور اس سے سیالکوٹی صاحب بتلانا چاہتے ہیں کہ غیر مقلدین آنحضور صلے اللہ علیہ وسلم کی ہر ہر حدیث اور ہر ہر سنت پر جان چھڑکتے ہیں اور اس پر عمل کرتے ہیں، مگر غیر مقلدوں کی اس قسم کی باتیں صرف زبانی قوالی ہوا کرتی ہیں، حقیقت سے اس کا دور دور تک واسطہ نہیں ہوتا۔ آپ بھی تجربہ کر کے دیکھیں اور ان کی قوالیوں کی داد دیں۔

غیر مقلدین صحیح حدیث کو چھوڑ دیتے ہیں۔ اس کی مثالیں

(۱) آنحضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

اسفروا بالفجر فانہ اعظم للاجر۔ (ترمذی)

فجر کی نماز اُجالا ہو جائے تو پڑھو اس میں زیادہ ثواب ہے۔

ایک روایت میں ہے۔

ما اسفرتم بالصبح فانه اعظم للاجر۔ (نسائی)

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے فجر کی نماز جتنا زیادہ اجالا میں پڑھو گے اتنا ہی زیادہ ثواب ہوگا۔

نماز فجر کے بارے میں آنحضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے یہ ارشادات ہیں مگر غیر مقلد ان کو مانتے نہیں مختلف تاویلوں سے رد کرتے ہیں، اور نماز فجر کو اندھیرے میں پڑھنے ہی کو عین سنت قرار دیں گے۔ حالانکہ مسجد میں نماز پڑھنے کا مقصود جماعت سے نماز ادا کرنا ہے، صبح کے وقت آدمی کو مختلف ضروریات لاحق رہتی ہیں، اول وقت میں مسجد کی حاضری دشوار ہوتی ہے۔ اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم اس حقیقت سے واقف تھے اس وجہ سے آپ صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو یہ امر فرمایا کہ صبح کی نماز اجالے میں پڑھو تاکہ طبعی ضروریات سے انسان فارغ ہو کر مسجد میں دلجمعی کے ساتھ حاضر ہو اور جماعت بھی بڑی ہو، جماعت جتنی زیادہ بڑی ہوگی ثواب بھی زیادہ ہوگا۔

مگر یہ عاشقان رسول ان احادیث کو درخور اعتنا نہیں سمجھتے ہیں، اور نماز پڑھیں گے اندھیرے ہی چاہے مسجد میں حاضرین کی تعداد نہ ہونے کے برابر ہو اور تعجب یہ ہے کہ ان احادیث کو چھوڑتے ہوئے بھی دوسرا لگائیں گے۔

نبوت کے ماننے والوں کو چاہیے کہ وہ حضور کی کسی سنت اور حدیث کا انکار نہ کریں بلکہ قبول کر کے عمل کریں۔

(۲) بخاری شریف کی روایت ہے، اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

ابردوا بالظهر فان شدة الحر من فیح جهنم۔

یعنی ظہر کی نماز ٹھنڈے وقت میں پڑھو کیونکہ گرمی کی شدت جہنم کی بھاپ کی وجہ سے ہوتی ہے۔

اب آپ غیر مقلدین کا عمل دیکھیں وہ سخت سے سخت گرمی میں بھی زوال آفتاب کے فوراً بعد ہی نماز پڑھیں گے، اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کی صریح نافرمانی کر کے

اور قوالی گائیں گے۔

ہوتے ہوئے محمد کی گفتار مت دیکھ کسی کا قول و قرار

اس قسم کی قوالی گا گا کر کے اہلحدیث ہونے کا ڈھونگ رچائیں گے۔

(۳) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ آنحضورؐ کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا:

لایمس القرآن الا طاهر (مجمع الزوائد ج۱ ص۲۷۶) یعنی قرآن وہی چھوئے جو باوضو ہو

اور موطا امام مالک میں ہے۔

حضرت عبداللہ بن بکر بن حزم سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جو خط عمرو بن حزم کو لکھا تھا اس میں یہ بات بھی تھی کہ قرآن کو باوضو ہی چھوئے۔

مگر غیر مقلدین کے بڑے بڑے اکابر نواب صاحب بھوپالی شوکانی نواب وحیدالزماں وغیرہ آنحضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے اس فیصلہ و حکم کے خلاف یہ مذہب رکھتے ہیں کہ جس کا وضو نہ ہو وہ بھی قرآن چھو سکتا ہے۔

(۴) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت امام مسلم نے نقل کی ہے جس میں آنحضور صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ واضح ارشاد موجود ہے۔

تم میں کا جب کوئی قضائے حاجت (پیشاب پاخانہ) کے لئے بیٹھے تو وہ ہرگز ہرگز قبلہ کی طرف رخ نہ کرے۔

آنحضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے اس صریح ارشاد کی مخالفت کرتے ہوئے سنت کے دعویدار بعض غیر مقلدین لوگوں کو یہ تعلیم فرماتے ہیں۔

گھر میں یا کسی چیز کی آڑ میں جائز ہے۔ (دستور المتقی ص۲۵)

مشہور غیر مقلد عالم نواب وحیدالزماں حیدرآبادی فرماتے ہیں:

ولایکره الاستقبال والاستدبار یعنی استنجاء (پیشاب پاخانہ) کیلئے قبلہ رخ

للاستنجاء (نزل الابرار ج۱ ص۵۲) منہ یا پشت کرنا مکروہ نہیں ہے۔

اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کی صریح مخالفت کے باوجود ان غیر مقلدین کو ہوس یہی ہے کہ اہل سنت اور اہلحدیث بس یہی ہیں۔

(۵) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

۔ رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نماز اپنے وقت پر پڑھا کرتے تھے، سوائے مزدلفہ و عرفات کے (نسائی)

نماز کے بارے میں یہ تھا آپ صلے اللہ علیہ وسلم کا دائمی و عمومی عمل، اب غیر مقلدین کی سنئے وہ کیا کہتے ہیں، نواب وحید الزماں فرماتے ہیں:

الجمع بين الصلوتين من غير عذر ولا سفر ولا مطر جائز عند اهل الحديث (هدية المهدي ص۱۱۹)

یعنی اہلحدیث کے نزدیک بغیر کسی عذر اور بلا سفر و بارش کے بھی دو نمازوں کو ایک وقت میں جمع کر کے پڑھنا جائز ہے۔

اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کی سنت کا صریح معارضہ و کھلی مخالفت کرنے کے باوجود اہلحدیث ہونے کا دعوی کرتے ہوئے انھیں ذرا بھی شرم نہیں آئے گی۔

(۶) ترمذی شریف میں حضرت ابو محذورہ رضی اللہ عنہ کی صحیح حدیث ہے فرماتے ہیں کہ:

ان النبي صلى الله عليه وسلم علمه الاذان تسع عشرة كلمة والاقامة سبع عشرة.

نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کو اذان کے انیس اور اقامت کے سترہ کلمات سکھائے۔

اس صحیح حدیث کو غیر مقلدین رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اقامت کے کلمات اکہرے کہنے چاہئیں۔ حکیم صادق صاحب نے بھی صلوۃ الرسول میں اسی کو صحیح بتلایا ہے۔ حالانکہ ان کا کہنا یہ ہے کہ۔

۔ نبوت کے ماننے والوں کو چاہیے کہ کسی سنت اور حدیث کا انکار نہ کریں۔

اب ان سے کوئی پوچھے کہ حضرت ابو محذورہ کی ترمذی والی صحیح روایت کو انھوں نے

کیوں رد کر دیا، اور اس صحیح روایت پر غیر مقلدوں کا کیوں عمل نہیں ہے۔

(۷) ترمذی میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے۔

کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم ینھض فی الصلوۃ علی صدور قدمیہ۔	نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم (دوسرے سجدے سے جب اٹھتے تھے تو) پنجوں کے بل کھڑے ہوتے تھے۔

اور غیر مقلدوں کا عمل یہ ہے کہ پہلے وہ بیٹھتے ہیں پھر زمین پر ٹیک لگا کر اٹھتے ہیں حالانکہ امام ترمذی کے بقول یہ اہل علم (حدیث والوں) کا طریقہ نہیں ہے۔ اہل علم کا طریقہ وہی ہے جو اس حدیث میں مذکور ہے۔

قال ابو عیسیٰ حدیث ابی ھریرۃ علیہ العمل عند اھل العلم یختارون ان ینھض الرجل علی صدور قدمیہ۔	امام ترمذی فرماتے ہیں کہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ والی اس حدیث پر اہل علم کا عمل ہے، اہل علم اسی کو پسند کرتے ہیں کہ آدمی پنجوں کے بل کھڑا ہو جائے۔

تمام اہل علم نے حضرت ابوہریرہ کی اس حدیث کو قبول کیا مگر غیر مقلدین نے اس کو رد کر دیا۔ اور صرف اس قوالی گانے پر اکتفا کیا۔

• نبوت کے ماننے والوں کو چاہیے کہ وہ حضور کی سنت اور حدیث کا انکار نہ کریں۔

(۸) ابوداؤد شریف میں حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی یہ روایت ہے۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے نماز میں (دوسری رکعت کیلئے اٹھتے وقت) دونوں ہاتھ زمین پر ٹیک کر اٹھنے سے منع فرمایا ہے

اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم جس سے منع کرتے ہیں غیر مقلدین کا عمل اسی پر ہوتا ہے بلکہ اسی کو سنت سمجھتے ہیں۔

(۹) غیر مقلدین کے نزدیک مقتدی کو امام کے پیچھے سورہ فاتحہ کا پڑھنا واجب اور ضروری ہے۔

بلا اس کے مقتدی کی نماز ہی نہیں ہوگی۔ جب کہ اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کی تعلیم وارشاد کے بالکل خلاف یہ بات ہے۔ مسلم شریف کی اس صحیح روایت پر آپ غور کریں۔

عن ابی موسیٰ قال ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خطبنا فبین لنا سنتنا وعلمنا صلوتنا فقال اذا صلیتم فاقیموا صفوفکم ثم لیؤمکم احدکم فاذا کبر فکبروا واذا قرأ فانصتوا واذا قرأ غیر المغضوب علیہم ولا الضالین فقولوا آمین۔ الخ

یعنی حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے ہمیں خطبہ دیا اور کھول کھول کر سنت کا راستہ بتلایا، ہمیں نماز پڑھنے کا طریقہ بتلایا، آپ نے ارشاد فرمایا کہ جب تم نماز میں لگو تو اپنی صفوں کو سیدھا کرو پھر تم میں کا کوئی امامت کرے، جب امام تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو اور جب وہ قرآن پڑھنے لگے تو تم خاموش ہوجاؤ اور جب وہ غیر المغضوب ولا الضالین پڑھے تو تم آمین کہو۔

تمام صحابہ کرام کے مجمع میں نماز کی آپ نے تعلیم فرمائی اور اس میں صریح لفظوں میں مقتدیوں کے بارے میں آپ نے فرمایا کہ جب شروع کرے تو وہ خاموش رہیں۔

مسلم ہی کی یہ بھی روایت ہے۔

عن عطاء بن یسار انہ اخبرہ انہ سأل زید بن ثابت عن القرأۃ مع الامام فقال: لا قرأۃ مع الامام فی شیء۔

حضرت عطاء بن یسار نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ امام کے ساتھ مقتدی کو بھی قرأت کرنی چاہیے یا نہیں؟ تو صحابی رسول حضرت زید بن ثابت نے فرمایا کسی نماز میں بھی مقتدی کو امام کے ساتھ قرأت نہیں کرنی چاہیے۔

قرأت خلف الامام کے بارے میں آنحضور کی یہ تعلیم تھی کہ مقتدی کو امام کے پیچھے کچھ پڑھنا نہیں ہے، صحابہ کرام میں سے جو فقہاء تھے ان کا اس پر عمل تھا گویا بلا [illegible]

کی قوالی گانے والے غیر مقلدین ان حدیثوں کو رکیک تاویلات کی بنا پر چھوڑ دیتے ہیں۔ حالانکہ بخاری و مسلم سے تعلق ظاہر کرنے کے لئے لگا ہے بجا ہے وہ اس کا بھی اعلان ضروری سمجھتے ہیں کہ بخاری و مسلم کی تمام حدیثیں صحیح ہیں۔ مگر جب عمل کا وقت آتا ہے تو مسلم کی ان حدیثوں کا انکار کر کے خود اپنے دعویٰ کی دھجیاں فضائے آسمانی میں بکھیر دیتے ہیں۔ اور لا صلوٰۃ بفاتحۃ الکتاب والی حدیث پڑھ کر اپنے عوام کو ورغلاتے ہیں کہ مقتدی کو بھی سورۃ فاتحہ کا پڑھنا ضروری ہے۔ جب کہ اس حدیث میں مقتدی کا کہیں دور دور تک ذکر نہیں ہے۔

اور جب غیر مقلدوں کو سمجھایا جاتا ہے کہ لا صلوٰۃ والی حدیث کا تعلق حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے بقول مقتدی سے نہیں ہے تو شیعوں والے لب و لہجہ میں صاف صاف کہہ دیتے ہیں کہ این قول جابر ست و قول صحابی حجت نیست یعنی یہ جابر کی بات ہے۔ اور صحابی کی بات حجت نہیں ہے۔ یعنی صحابہ جو فرمائیں وہ غلط اور بٹالوی و امرتسری جیسے جو فرمائیں وہ دین ہوگا۔ صحابہ کے ارشادات سے سبیل رسول کی رہنمائی نہ ہوگی اور میاں جی کی کوشش سے پیدا ہوئی جماعت جو فرمائے گی وہی سبیل رسول ﷺ ہے چہ بوالعجبی است۔

(۱۰) غیر مقلدین حضرات کا مذہب ہے کہ جہری نمازوں میں امام اور مقتدی پکار کر اور بلند آواز سے آمین کہیں اور اسی پکار والی آمین ہی کو غیر مقلدین سبیل الرسول سمجھتے ہیں۔ اب ذرا مسند احمد بن حنبل کی یہ روایت بھی دیکھیں۔

حضرت وائل بن حجر فرماتے ہیں کہ ہمیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھائی جب آپ نے غیر المغضوب علیہم ولا الضالین پڑھا تو آمین کہا اور آہستہ آواز سے آمین کہا۔ (مسند احمد)

یہ روایت دار قطنی میں بھی ہے، مستدرک حاکم میں بھی ہے، بیہقی میں بھی ہے ترمذی میں بھی ہے، غرضیکہ متعدد احادیث کی کتابوں میں ہے اور بہت سے صحابہ کرام مثلاً حضرت عمر، حضرت علی، حضرت عبد اللہ بن مسعود جیسے بزرگان صحابہ کرام کا اس پر عمل بھی تھا کہ حضرات آمین پست آواز سے کہتے تھے، تابعین کی ایک بڑی تعداد کا

بھی یہ مذہب ہے بڑے بڑے محدثین بھی اس کے قائل ہیں۔

مگر غیر مقلدین حضرات کا عالم یہ ہے کہ وہ آمین صرف پکار کر کہیں گے اور اسی کو سبیل الرسول قرار دیں گے، اور جو آہستہ سے آمین کہے گا اس کے بارے میں ان کا فیصلہ ہوگا وہ سبیل الرسول پر نہیں ہے، بلکہ گستاخی کا عالم یہ ہوگا کہ ایسوں کو غیر مقلدین یہودی کہیں گے اور گالیاں دیں گے، غیر مقلدین جماعت کے ایک مایہ ناز عالم فرماتے ہیں:

> آج کل جو بھی آمین کہنے سے حسد کرتے ہیں ان کو اور جلانا چاہیے اور ہر جماعت میں پکار کر بلند آواز سے آمین کہنی چاہیے، یہ سنت نبوی پر چلنا کیا معنی، معاذ اللہ یہ کفر صریح ہے اور جو کوئی یہودی جلے اس کو اور جلا دیں یہاں تک کہ اپنے غصہ ہی آپ مر جاوے اور خسر الدنیا والآخرہ ہو۔
>
> (رسالہ آمین از مولانا نور محمد گجراکھی صفحہ ۱۹)

یعنی یہ سبیل الرسول والے لوگ پکار کر آمین دوسروں کو جلانے کیلئے کہتے ہیں اور اس پر سنت نبوی پر عمل کرنے کا ثواب حاصل کرنے کا شوق بھی رکھتے ہیں، ان شریر دماغ لوگوں کو کیا معلوم کہ صرف آمین کیا معنی اگر پوری نماز ہی پڑھنے کا یہ مقصد ہو کہ اس سے دوسروں کو جلا کر کے مزہ لیا جائے تو خود اس طرح کی نماز پڑھنے والا خسر الدنیا والآخرہ ہوگا۔

حدیث رسولؐ میں تحریف

یہودی صفت کون لوگ ہیں، مقلدین یا غیر مقلدین، اس کا فیصلہ کرنا بھی بڑا آسان ہے، یہودیوں کی صفت تھی کہ وہ کلام غیر میں لفظی یا معنوی ایسی تحریف کر دیتے تھے کہ کلام کا مفہوم کچھ کا کچھ ہو جاتا تھا، غیر مقلدین بھی یہی کرتب دکھاتے ہیں۔ یہی نور محمد صاحب جو حنفیوں کو یہودی بنانے کی ادھار قسم کھائے ہوئے ہیں، حدیث کے ان الفاظ کا ترجمہ کرتے ہیں:

ماحسدتکم الیھود علی شیٔ یہود نے اتنا حسد تم سے کسی بات میں نہیں کیا

ما حسدتکم علی آمین تاکثروا علی قول آمین۔ | جتنا کہ آمین پکار کر کہنے میں کرتے ہیں۔ بہت بہت پکار کر آمین کہو تاکہ اور زیادہ جلیں۔

ناظرین ان نور محمد اہل حدیث صاحب کی ہاتھ کی صفائی دیکھیں۔ حدیث میں آمین کہنے کے ساتھ پکار کر کہنے کا لفظ نہیں ہے مگر نور محمد صاحب نے نہایت دیانت داری سے یہودی صفت ہونے کا ثبوت دیا اور پکار کا لفظ اپنی طرف سے ترجمہ میں بڑھا دیا اسی طرح اخیر کی خط کشیدہ عبارت کا حدیث رسول میں کہیں ذکر نہیں ہے۔ یہ پوری عبارت اپنی طرف سے بڑھا کر کرشمہ یہودیت کا تماشا کیا (!)

حدیث رسول کے ساتھ یہ کھلواڑ، اور دعویٰ کریں گے کہ ہم اہلحدیث ہیں، تو بہ استغفراللہ۔

نور محمد صاحب نے اسی طرح کی تحریفانہ حرکت کئی حدیثوں میں کی ہے، اور نہایت دیانتداری اور غیر مقلدانہ شان سے کی ہے۔ اور تعجب تو یہ ہے کہ سبیل الرسول پر چلانے والے مولانا حکیم صادق سیالکوٹی نے بھی حدیث رسول کے ساتھ یہی کرم فرمائی کی ہے۔ آمین کے ساتھ جہر کا لفظ اپنی طرف سے ترجمہ میں بڑھا دیا۔

(صلوٰۃ الرسول ص ۱۹۹)

میں نے اختصار کو پیش نظر رکھتے ہوئے صرف دس شرعی مسئلوں کا ذکر کیا ہے اور ہر مسئلہ کے سلسلے میں وارد شدہ دو ہی ایک حدیث کا ذکر کیا ہے۔ مقصود ان مسائل پر تحقیقی و تفصیلی نگاہ ڈالنا نہیں ہے، بلکہ میں اپنے ناظرین کو یہ بتلانا چاہتا ہوں کہ جب مولانا حکیم صادق جیسے لوگ یہ انداز گفتگو اختیار کرتے ہیں اور دوسروں کو نصیحت فرماتے ہیں کہ:

"نبوت کے ماننے والوں کو بھی چاہئے کہ وہ حضور کی کسی سنت اور حدیث کا انکار نہ کریں بلکہ قبول کر کے عمل کریں۔"

تو خود ان کا عمل کیا ہوتا ہے، یہ لوگ کتنی حدیثوں کے تارک ہوتے ہیں، اور جب

ما کثروا علی قول آمین کا ترجمہ ہے کہ تم لوگ کثرت سے آمین کہا کرو، اور نور محمد صاحب ترجمہ کرتے ہیں: بہت پکار کر آمین کہو

ان تمام حدیثوں کے ترک کرنے کے باوجود بھی وہ اپنے کو اہلحدیث ہونے کا زعم رکھتے ہیں تو ہمیں اس قسم کے بہروپیے اہلحدیثوں پر ہنسی آتی ہے، اور یہ ہنسی قہقہہ میں تبدیل ہو جاتی ہے جب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ اس قسم کے بہروپیے اہلحدیث ہمیں سبیل الرسول دکھانے کا حوصلہ رکھتے ہیں۔

Scanned by CamScanner

غیر مقلدین کی نئی بیماری

آج کل غیر مقلدوں میں ایک بیماری یہ پیدا ہوگئی ہے کہ وہ قرآن کا نام کم لیتے ہیں، حدیث حدیث کا نعرہ زیادہ بلند کرتے ہیں، حالانکہ شریعت اسلامیہ میں قرآن کا درجہ اول ہے اور حدیث کا دوسرا درجہ ہے، قرآن کا ہر ہر لفظ قطعی ہے، اور احادیث بہت کم ایسی ہیں جن کو قطعی کہا جا سکے، اس لئے قرآن کے مقابلہ میں احادیث کو مقدم کرنے کا رجحان غیر دینی ہے بلکہ بہت بڑی گمراہی کا پیش خیمہ ہے، قرآن کی اسی اہمیت کے پیش نظر بہت سے صحابہ کرام احادیث کو ضبط کرنے کا اہتمام نہیں کرتے تھے کہ کہیں رسول اللہ کے کلام کی اہمیت کتاب اللہ سے بڑھ نہ جائے اور لوگ قرآن چھوڑ کر صرف حدیث ہی کو دین کی اصل نہ سمجھ لیں، صحابہ کرام کی اس احتیاط و تورع کے نتیجہ میں دین محفوظ رہا۔ قرآن کا اپنا درجہ قائم رہا اور حدیث کا اپنا درجہ قائم رہا۔

صحابہ کرام کو جس چیز کا ڈر اپنے زمانہ میں تھا وہ چیز فرقہ غیر مقلدین کے طفیل آج ظاہر ہو رہی ہے، غیر مقلدوں کی اہمیت کتاب اللہ سے کم ہوتی جا رہی ہے حدیث رسول کا نام ان کی زبان پر زیادہ رہتا ہے، بلکہ یہ لوگ بہت سے مسائل میں قرآن کو حدیث کے تابع کر دیتے ہیں، اور اس کے لئے بہانہ یہ بناتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم قرآن کے شارح و ترجمان ہیں، اور لطیفہ کی بات یہ ہے کہ ان غیر مقلدین کے نزدیک صرف وہی احادیث قرآن کی شرح و بیان قرار پاتی ہیں جن کو یہ اپنا سکتے ہیں یا جو ان کے مذہب کے موافق ہوتی ہیں، اور جو احادیث ایسی نہ ہوں انکو یہ غیر مقلدین قرآن

کی شرح قرار نہیں دیتے اور بلا تکلف اس کو رد کر دیتے ہیں، غیر مقلدین کے اس ناروا عمل کو میں ایک مثال سے واضح کروں گا۔

قرآن کے مقابلہ میں حدیث پر عمل

قرآن کریم میں تفصیل کے ساتھ ان عورتوں کا بیان ہے جن سے نکاح نہیں ہو سکتا انھیں عورتوں میں سے ایک عورت رضاعی ماں بھی ہے۔ یعنی وہ عورت جس نے اپنے تھن سے کسی بچے یا بچی کو دودھ پلایا ہو، یہ عورت دودھ پلانے والے بچہ پر بھی حرام ہے اور اس کے تھن سے جن بچے اور بچیوں نے دودھ پیا ہے ان کا بھی آپس میں نکاح نہیں ہو سکتا۔ قرآن کے الفاظ یہ ہیں۔

وامھاتکم التی ارضعنکم۔ یعنی تمہارے اور وہ مائیں بھی حرام ہیں جنھوں نے تم کو دودھ پلایا ہے۔

خداوند قدوس نے یہاں مطلق دودھ پلانے کا ذکر کیا ہے، کسی قسم کی قید نہیں ہے، اور قرآن کے اس حکم کے مطابق صحیح حدیث بھی ہے، بخاری میں آنحضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہ قول منقول ہے۔

الرضاعۃ تحرم ماتحرم الولادۃ یعنی دودھ پلانے سے اسی طرح حرمت پیدا ہو جاتی ہے جو حرمت پیدائش سے پیدا ہوتی ہے۔

اور امام بخاری اس حدیث کے ترجمہ میں ذکر کرتے ہیں۔

یحرم عن الرضاعۃ مایحرم من النسب۔ یعنی جو حرمت نسب سے پیدا ہوتی ہے وہی حرمت دودھ پلانے سے بھی پیدا ہوتی ہے۔

ان ارشادات میں آپ غور کریں تو معلوم ہوگا کہ آنحضور کے یہ ارشادات عین قرآن کے مطابق ہیں، یعنی مطلق رضاعت کو قلیل وکثیر کی مقدار کے بغیر قرآن بھی باعث حرمت بتلاتا ہے، اور حدیث رسول میں بھی اسی کا تذکرہ ہے۔ امام بخاری بھی اسی کے قائل ہیں۔

مگر غیر مقلدین کا اجتہاد قرآن اور اس حدیث کے خلاف ہے۔ میاں صاحب مرحوم کی طرف منسوب فتاویٰ نذیریہ میں فرمایا گیا ہے کہ ایک دفعہ دودھ پلانے سے حرمت رضاعت ثابت نہیں ہوتی ہے۔ (ص ۱۵۲ ج ۲)

اور نواب صاحب بھوپالی الروضة الندیہ میں فرماتے ہیں کہ پانچ دفعہ سے کم پلانے سے رضاعت ثابت نہ ہوگی۔ (ص ۱۲۶ ج ۲)

جب کہ خود خاں صاحب کو بھی اعتراف ہے کہ اکثر فقہاء کا یہی مذہب ہے کہ خواہ تھوڑا دودھ پلایا ہو یا زیادہ اس سے حرمت ثابت ہو جاتی ہے۔

وذهب اكثر الفقهاء منهم مالك وابو حنيفة الى ان قليل الرضاع وكثيره محرم (ايضاً ص ۱۲۵ ج ۲)

خاں صاحب فرماتے ہیں کہ اکثر فقہاء جن میں امام مالک اور امام ابو حنیفہ بھی ہیں۔ اسی طرف گئے ہیں کہ دودھ پلانا تھوڑا ہو یا زیادہ وہ حرمت پیدا کر دیتا ہے۔

ان تمام واشگاف حقیقتوں کے باوجود غیر مقلدوں کا مذہب یہ ہے کہ مطلق رضاعت سے حرمت ثابت نہیں ہوتی ہے، اس بارے میں ان کے دلائل کا تجزیہ یہاں مقصود نہیں ہے بلکہ مجھے صرف یہ دکھلانا ہے کہ غیر مقلدین قرآن کے واضح حکم سے کس طرح صرف نظر کرتے ہیں اور قرآن کے مطابق جو احادیث ہوتی ہیں ان سے کتنی جرأت کے ساتھ منہ موڑ لیتے ہیں، اس کے باوجود بھی جسارت و وقاحت کا عالم یہ ہوگا کہ اہلسنت اور اہلحدیث ہونے کا دم بھی بھریں گے اور دوسروں کو اور بطور خاص مقلدین احناف کو گمراہ اور سبیل الرسول سے ہٹا ہوا بتلائیں گے اور اپنی کتابوں میں وہ ناز و نخرہ دکھلائیں گے کہ بی بی پالنا یاد آجائیگا۔

قرآن کے ترجمہ میں حکیم صادق کی تحریف

کتاب اللہ سے ہٹ کر صرف حدیث سے رشتہ جوڑنے کا ان غیر مقلدین پر کتنا ہوا سوار رہتا ہے، اس کی مثال ہیں حکیم صادق سیالکوٹی کی اس کتاب سبیل الرسول میں بھی

جگہ جگہ نظر آتی ہے، مثلاً اس کا ایک نمونہ ملاحظہ ہو۔

حکیم صاحب نے اپنی کتاب سبیل الرسول کے صفحہ ۳۹ پر قرآن کی یہ آیت استجیبوا للہ وللرسول اذا دعاکم کو دوبار نقل کیا ہے اور اس کا ترجمہ یہ کیا ہے۔

جب رسول بلائے تو قبول کرو

دوسری دفعہ ترجمہ کیا ہے۔

جب رسول پکارے (بلائے) تو استجابت کرو۔

حالانکہ ہر آنکھ والے کو صاف نظر آ رہا ہے کہ آیت میں پہلے اللہ کا ذکر ہے پھر رسول کا ذکر ہے اور آیت کا صحیح ترجمہ یہ ہے۔

تم لوگ اللہ کی بات پر لبیک کہو اور رسول کی بات پر لبیک کہو جب تمہیں رسول پکارے۔

حکیم صاحب نے اللہ کے لئے استجابت کو بالکل گول کر دیا ہے، صرف رسول کیلئے استجابت کا ذکر کیا ہے۔ خداوند قدوس کی ذات سے صرف نظر کر کے صرف اس جگہ رسول کی ذات حکیم صاحب کی نگاہ میں ہے، اور لطف یہ ہے کہ جب یہی آیت ص۵ میں ذکر کی ہے تو اللہ ورسول دونوں کا نام لیا ہے۔

خدا کے کلام کے ساتھ اس طرح کا کھیل کسی دیندار آدمی سے متصور نہیں ہو سکتا مگر غیر مقلدین بڑی بے تکلفی سے یہ کھیل دکھلاتے ہیں اور انہیں کھیل تماشوں کے ساتھ وہ ہمیں سبیل الرسول کی طرف ہدایت فرمانے کا بھی جذبہ رکھتے ہیں۔ اور وہ یہ نہیں جانتے کہ ہر کہ خود گم ست کرا رہبری کند۔

حکیم صادق اور ان کی قرآن فہمی

اور حکیم صادق غیر مقلد صاحب نے اس آیت کریمہ کی صفحہ ۵۰ پر جو تفسیر کی ہے اور اس کا جو مطلب بیان کیا ہے، اس سے ان کی قابلیت اور قرآن فہمی کا جو اندازہ

ہو رہا ہے اس پر سرپیٹ لینے کو جی چاہتا ہے۔

ناظرین کرام پہلے قرآن کی آیت اور اس کا ترجمہ اور صحیح تفسیر ملاحظہ فرمائیں پھر حکیم صاحب کی قابلیت کا تماشا کریں۔

یا ایھا الذین آمنوا استجیبوا للہ وللرسول اذا دعاکم لما یحییکم واعلموا ان اللہ یحول بین المرء وقلبہ وانہ الیہ تحشرون۔ (انفال)	اے ایمان والو حکم مانو اللہ کا اور رسول کا جس وقت بلائے تم کو اس کی طرف جس میں تمہاری زندگی ہے اور جان لو کہ اللہ روک لیتا ہے آدمی سے اس کے دل کو، اور یہ کہ اسی کے پاس تم جمع ہوگے۔

اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ خدا و رسول تم کو جس کام کی طرف دعوت دیتے ہیں مثلاً جہاد وغیرہ اس میں از سرتاپا تمہاری بھلائی ہے ان کا دعوتی پیغام تمہارے لئے دنیا میں عزت و اطمینان کی زندگی اور آخرت میں حیات ابدی کا پیغام ہے۔ پس مومنین کی شان یہ ہے کہ خدا و رسول کی پکار پر فوراً لبیک کہیں، جس وقت اور جدھر بلائیں سب اشغال چھوڑ کر ادھر ہی پہونچیں

اس آیت کریمہ میں خطاب مومنین سے ہے، انھیں کو جہاد وغیرہ پر برانگیختہ کیا جا رہا ہے۔ اور ان دینی کاموں کو ان کے لئے باعث زندگی قرار دیا گیا ہے۔

اور حکیم صادق صاحب جن پر حدیث و سنت کا بلاوجہ کا ہوا سوار ہے ان کی راگ یہ ہے۔ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔

مسلمان بھائیو سوچو سنت اور حدیث کو قبول کرنے اور اس پر عمل کرنے کا کتنا فائدہ ہے۔

قرآن کریم کی بات کیا ہے اور حکیم صاحب اس کو کہاں لے جا رہے ہیں۔

مارو گھٹنہ پھوٹے سر کا شاندار مظاہرہ فرمایا جا رہا ہے، اس کے بعد حکیم صاحب فرماتے ہیں۔

خدا فرماتا ہے یحییکم رسول تم کو (میری مشیت کے ماتحت)
زندہ کرتا ہے۔

یعنی حکیم صاحب یحییکم کا فاعل رسول کو قرار دے رہے ہیں اور فرماتے ہیں کہ رسول تم کو زندہ کرتا ہے، اس قابلیت پر شوق ہوا ہے، مجتہد بننے کا تقلید کے خلاف قلم چلانے کا، دوسروں کو سبیل الرسول کا پتہ بتلانے کا، کتاب وسنت کی تشریح وتفسیر کرنے کا، ناظرین ترجمہ وتفسیر میں دیکھ لیں کہ زندہ کرنے کا تعلق رسول سے ہے یا جن باتوں کی طرف رسول بلاتا ہے ان کو باعث حیات قرار دیا گیا ہے

حکیم صاحب کی قابلیت کا ایک نمونہ مظاہرہ

حکیم صاحب نے تو اس سے زیادہ قابلیت کا مظاہرہ اس آیت میں جو واعلموا آیا ہے اس کی تفسیر میں کیا ہے، اہل علم سنیں اور حکیم صاحب کی قابلیت اور ان کی دینداری اور صحابہ کرام کے بارے میں ان کے فکر ونظر اور عقیدہ کی داد دیں حکیم صاحب فرماتے ہیں۔

پھر سنیں واعلموا اور (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پکاروں کی
پرواہ نہ کرنے والو) جان لو۔ ص۲۵

واعلموا سے خطاب صحابہ کرام کو کیا جا رہا ہے، جن کے بارے میں حکیم صاحب کا فرمان ہے کہ وہ رسول اللہ کی پکار کی پرواہ نہ کرنے والے تھے، معاذ اللہ ثم معاذ اللہ

کس قدر افسوس کا مقام ہے کہ جن بزرگوں کو قرآن وحدیث کے معانی ومطالب کو صحیح سمجھنے کا سلیقہ نہ ہو بے پر کی اڑانا ہی ان کا منتہائے علم ہو وہ دوسروں کی دین وشریعت میں رہنمائی کا حوصلہ رکھتے ہیں۔

برین عقل ودانش بباید گریست

کیا نجات پانے والی جماعت غیر مقلدوں کی ہے؟

حکیم صادق سیالکوٹی صاحب ما انا علیہ واصحابی والی حدیث نقل کرکے فرماتے ہیں اور بہت صحیح فرماتے ہیں۔

"یعنی نجات پانے والی جماعت میرے اور میرے صحابہ کے طریقے پر چلیگی ان کا وہی عقیدہ اور عمل ہوگا جو میرا اور میرے صحابہ کا ہے۔ ص ۲۵

اور اس حدیث کو نقل کرنے کا مقصود یہ ہے کہ مقلدین ائمہ اربعہ نجات پانے والے نہیں ہیں۔ نجات پانے والی جماعت صرف غیر مقلدین کی ہے، وہی نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کے طریقے پر ہیں۔

غیر مقلدوں کا یہ دعوی کہ وہ صحابہ کرام کے طریقے پر ہیں کس قدر جھوٹا دعوی ہے اس مضمون کے شروع میں معلوم ہو چکا ہے کہ غیر مقلدوں کو صحابہ کرام سے حد درجہ بغض ہے۔ اور اسی بغض کا نتیجہ ہے کہ انھوں نے اپنے مسلک کا بنیادی اصول بنایا ہے کہ صحابہ کرام کا قول، فعل، فہم کچھ حجت نہیں ہے، این قول صحابی ست وقول صحابی حجت نیست (۱) ان کا نعرہ ہے۔ صحابہ کرام کے طور وطریق سے ان کو چڑھ ہے، حتی کہ صحابہ کرام کی سنتوں کو وہ بدعت کہنے سے بھی نہیں چوکتے، حضرت عمر کا تراویح اور طلاق ثلاثہ کے بارے میں جو فیصلہ ہے اس کو انھوں نے یہ کہ کر رد کر دیا کہ یہ خلاف سنت ہے اور فرمان رسول کے خلاف ہے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جمعہ کی اذان جاری کی اور اس کو سنت خلیفہ راشد سمجھ کر تمام امت نے قبول کیا مگر غیر مقلدوں نے اس کو رد کر دیا۔ لاصلوٰۃ بفاتحۃ الکتاب کا جو مطلب حضرت جابر نے بیان کیا اس کے خلاف انھوں نے ہنگامہ برپا کیا، حضرت عبداللہ بن مسعود کے فتاوی سے ان کو خاص

---

(۱) یہ صحابی کا قول ہے اور صحابی کا قول حجت نہیں ہے۔

الرجما ہے حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی یہ وہی بات مانیں گے جو ان کے مطلب کی ہوگی۔
تمام صحابہ کرام کے بارے میں ان کا عقیدہ و مسلک یہی ہے کہ وہ معیار حق نہیں ہیں۔ قادیانیوں اور شیعوں کی طرح سے دین کے بارے میں ان کا خاص نقطہ فکر اور مذہب ہے، اور ان سب کے باوجود ان کا دعویٰ یہ ہے کہ یہی ناجی جماعت ہیں، اور صحابہ کرام کے طریقے پر چلنے والے ہیں۔ مبارک ہو ان کو ان کا ناجی جماعت ہونا، انتظار کرو، روز محشر سمجھ میں آجائیگا کہ ناجی جماعت کون ہے۔

کتاب اللہ کو چھوڑ کر صرف سنت پر عمل کرنے سے نجات نہیں ہوگی

حکیم صاحب فرماتے ہیں۔
آپ بھی یہ عہد کرلیں کہ صرف حدیث و سنت پر عمل کریں گے۔ شہ
کتاب اللہ سے مسلمانوں کا ذہن پھیرنے کے لئے بار بار اس قسم کی باتیں سیالکوٹی صاحب لکھتے ہیں، کاش کوئی ان سے پوچھے کہ قرآن کا نام لیتے ہوئے آخر آپ کو کیوں شرم آرہی ہے، کتاب اللہ کو چھوڑ کر صرف سنت رسول اللہ پر عمل کرنے سے نجات ہوجائیگی صرف رسول ہی کی اطاعت پر آپ کیوں زور دیتے ہیں۔ کتاب و سنت دونوں کا نام لیتے ہوئے آپ کیوں تنگی محسوس کرتے ہیں۔

حدیث کے بارے میں غیر مقلدین کا غیر واضح مذہب

ہاں ذرا یہ بھی بتلا دیجئے کہ جس حدیث پر آپ چلنے کی بار بار تلقین کر رہے ہیں، اس سے مراد صحیح حدیث ہے یا ضعیف، یا دونوں ہی مراد ہیں، براہ کرم اس بات کو آپ صاف کریں، اس کی صراحت و وضاحت اس لئے ضروری ہے کہ آپ لوگ مقلدین سے ہمیشہ صحیح مرفوع متصل الاسناد غیر معلول متعدد قسم کا شرطوں والی حدیث کا مطالبہ کرتے ہیں، اور مقلد ہمارا اگر کوئی حدیث بیان کرتا ہے تو اس کو ضعیف، ناقابل عمل

ثابت کرنے کے لئے غیر مقلدین اپنی فن حدیث میں مہارت تامہ کا وہ ثبوت پیش کرتے ہیں کہ امام بخاری وامام مسلم، ابن مدینی وابن معین بھی مارے حیرت کے حدیث کے ان ماہروں کا منہ تکتے رہ جاتے ہیں۔

غیر مقلدین کا حدیث کے بارے میں آج تک مسلک غیر واضح ہے۔ ان کے نزدیک صحیح حدیث ہی قابل عمل ہے یا ضعیف بھی اس کا آج تک پتہ ہی نہیں لگ سکا۔ اپنے مخالف سے ہمیشہ یہ صحیح حدیث کا مطالبہ کریں گے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ انکے نزدیک صرف صحیح حدیث کا ہی اعتبار ہوتا ہے، لیکن جب اپنی باری ہوگی تو صحیح وغیر صحیح کی تمیز اٹھادی جائے گی، بلکہ بسا اوقات صحیح حدیث کو رد کرکے غیر صحیح حدیث پر عمل کیا جائے گا، میں نے اپنی کتاب "غیر مقلدین کے لئے لمحہ فکریہ" میں مشہور غیر مقلد عالم مولانا عبد الرحمن مبارکپوری کی کتابوں سے اس کی بہت سی مثالیں دی ہیں۔ خود حکیم سیالکوٹی نے اپنی اس کتاب سبیل الرسول کو ضعیف حدیثوں سے بھر رکھا ہے۔ اور خاص مسائل صلوۃ پر جو صلوۃ الرسول نامی ان کی کتاب ہے اس میں اسی سے زیادہ ضعیف حدیثوں سے استدلال کیا ہے کسی موقع سے اگر زندگی رہی تو اس کا تماشا دکھایا جائے گا۔

غیر مقلدین کے یہاں ضعیف حدیث پر عمل جائز ہے

غیر مقلدین علماء اپنے عوام کو رجب کر وہ دوسروں سے صرف صحیح حدیث کا مطالبہ کرتے ہیں، حدیث کے بارے میں پیچھے سے یہ سبق بھی پڑھاتے ہیں کہ ضعیف حدیث پر عمل کرنا جائز ہے۔

مولانا عبد الوہاب ملتانی مشہور غیر مقلد تھے، ان کے لڑکے مولانا عبد الستار بھی اپنے وقت کے زبردست عالم و مفتی تھے، چار جلدوں میں ان کے فتاوی کا مجموعہ ہمارے پاس موجود ہے، اس مجموعہ کے ٹائیٹل پر لکھا ہے۔

شیخ الحدیث حضرت العلام مولانا الحافظ الحاج مفتی ابو محمد عبد الستار صاحب امام ...

اس عبارت سے ان مولانا عبد الستار صاحب کا جماعت غیر مقلدین میں جو مقام ہے واضح ہے۔

اور ماشاء اللہ یہ شیخ الحدیث بھی ہیں اور مفتی بھی ہیں، اب اس فتاویٰ ستاریہ کا یہ سوال وجواب بھی ملاحظہ فرمائیں۔

سوال ۔ کیا ضعیف حدیث پر عمل کیا جا سکتا ہے، شاہ ولی اللہ کے متعلق سنا ہے کہ وہ کمزور حدیث پر بھی عمل کرتے تھے۔

جواب ۔ ضعیف حدیث بھی قابل عمل ہوتی ہے۔ (ص ۳۲ ج ۴)

جی ہاں ضعیف حدیث بھی قابل عمل ہوتی ہے، مگر صرف غیر مقلدوں کے لئے، دوسروں کیلئے نہیں، دوسروں سے صرف صحیح حدیث کا مطالبہ کیا جائے گا۔

حکیم صادق صاحب کا جھوٹ

یہ حکیم صادق سیالکوٹی صاحب بے پرکی خوب اڑاتے ہیں، بلا دھڑک جھوٹ بولتے ہیں، بلا تحقیق حدیث کو حدیث کی کتابوں کی طرف منسوب کرتے ہیں، انھوں نے سبیل الرسول کتاب میں لا تفعلوا الا بفاتحۃ الکتاب الخ والی حدیث نقل کی ہے، اور فرماتے ہیں کہ یہ حدیث ابن ماجہ اور موطا امام مالک میں بھی ہے، جبکہ ان دونوں کتابوں میں اس حدیث کا وجود نہیں ہے۔

حکیم صاحب امام کے پیچھے سورہ فاتحہ کے ضمن میں حنفیوں کے بارے میں فرماتے ہیں۔

"لیکن بہت سے لوگ امام کے پیچھے سورہ فاتحہ نہیں پڑھتے ان سے پوچھو تو کہتے ہیں کہ ہمارے امام صاحب نے ہمیں سورہ فاتحہ پڑھنے سے منع کیا ہے، اس لئے ہم نہیں پڑھتے عوام تو در کنار بعض علماء لوگوں کو کہتے ہیں کہ حضرت امام ابو حنیفہ نے منع کیا ہے۔ ص ۸۵

حکیم صاحب نے خدا کا خوف کھائے بغیر احناف کے بارے میں یہ صریح کذب بیانی کی ہے، کہلا دیں حکیم صاحب کسی کتاب میں کہ کسی حنفی نے مقتدی کو سورہ فاتحہ نہ پڑھنے کی یہ وجہ بیان کی ہو، امام کے پیچھے سورہ فاتحہ پڑھنے سے منع کرنے والے امام ابو حنیفہ نہیں ہیں بلکہ

خود آنحضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی منع کرنے والی ہے، مسلم شریف کی روایت گزر چکی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوران خطبہ لوگوں کو نماز کی تعلیم فرماتے وقت فرمایا واذا قرأ فانصتوا جب امام قرأت کرے تو اے مقتدیو تم خاموش رہو اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان بھی ارشاد خداوندی اور فرمان ربانی کی تعمیل ہے، قرآن میں خدا فرماتا ہے۔

واذا قرئ القرآن فاستمعوا لہ وانصتوا لعلکم ترحمون۔ جب قرآن پڑھا جائے تو کان لگاؤ اور خاموش رہو تا کہ تم پر اللہ کی رحمت ہو۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ اس آیت کو ذکر کرکے فرماتے ہیں۔

معلوم ہو گیا کہ امام کی قرأت کو کان لگا کر سننا وہ بات ہے جس پر قرآن کی قطعی دلیل قائم ہے۔ (فتاوی ص ۲۷۲ ج ۲۳)

قرأت خلف الامام کے بارے میں خود تو غیر مقلدین کا عمل کتاب و سنت کے خلاف ہے اور یہ بے شرمی برتیں گے اور دوسروں کو حدیث رسول کا مخالف بتلائیں گے اور اس کے لئے صریح دروغ گوئی سے بھی باز نہیں رہیں گے (۱)

غیر مقلدین کے نزدیک معیار حق

غیر مقلدین کے نزدیک معیار حق کیا ہے؟ حکیم صاحب فرماتے ہیں۔

تمام جھگڑوں، فتنوں، فسادوں، اختلافوں میں سچائی کی کسوٹی اور حق کا معیار صرف حضور خواجہ دوسرا حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہوگی۔ (ص ۹۹)

---

(۱) قرأت خلف الامام کے بارے میں نہایت دلچسپ بحث میری کتاب غیر مقلدین کے لئے لمحہ فکریہ نامی کتاب میں آپکو ملے گی۔

حکیم صاحب کے اس کلام ذیشان پر قربان جائیے، کتاب اللہ اور خلفائے راشدین کی سنت دونوں کو چلتا کر دیا، حالانکہ خود ہی جو حدیث نقل کی ہے اس میں یہ الفاظ ہیں۔ فعلیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین المھدیین یعنی تم پر لازم ہے کہ تم میری سنت اور خلفائے راشدین کی سنت کو لازم پکڑو، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم تو خلفائے راشدین کو بھی معیار قرار دیں اور ان کی سنت وطریقے کو بھی لازم پکڑنے کی ہدایت فرمائیں، اور سیالکوٹی صاحب دین میں معیار صرف حدیث رسول اور سنت رسول کو قرار دیں، یہ سبیل الرسول پر لگانا ہوا یا اس سے دور کرنا ہوا، ممکن ہے کہ غیر مقلدین اس قسم کی باتوں پر سر دھنیں مگر اہل علم تو اس کو مالیخولیائی دماغ کی پیداوار کہیں گے۔

کتاب اللہ اور خلفائے راشدین کی سنت سے ہٹانے کی خفیہ چال

کتاب اللہ اور خلفائے راشدین کی سنتوں سے لوگوں کو ہٹانے کیلئے حکیم صادق سیالکوٹی کیسی خفیہ چال چل رہے ہیں ذرا باریک نگاہ سے ان کی اس بات کو دیکھیں فرماتے ہیں۔

مسلمان وہ قرار پایا جو سنت اور اس کمل صحابہ کو نگاہ رکھے اور اسی کو دین جانے حکیم صاحب کا فرمانا یہ ہے کہ مسلمان وہی کہلائے گا جو صرف رسول اللہ کی سنت پر چلے اور اسی کو دین سمجھے صحابہ کرام کے اسی عمل کو دیکھے جو رسول اللہ سنت کے مطابق ہو، یعنی اگر صحابہ کرام اور خلفائے راشدین اپنی رائے اور اپنے اجتہاد سے کوئی عمل کریں تو وہ دین نہیں ہوگا اور اس پر عمل کرنے والا اسلام سے خارج ہوگا۔

کس قدر گمراہ کن یہ کلام ہے، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم تو خلفائے راشدین کی مستقل سنت کو لازم پکڑنے کا امر فرمائیں اور غیر مقلدین اس فرمان رسول کے خلاف خلفائے راشدین اور صحابہ کرام کے صرف اسی عمل کو لائق حجت جانیں جو رسول اللہ کی سنت ہو

اور اگر صحابہ کرام کا کوئی عمل اجتہادی ہو حتیٰ کہ خلفائے راشدین بھی اپنی خداداد بصیرت سے کام لے کر کسی کام یا طریقہ کو اپنائیں تو ان کا یہ طریقہ غیر مقلدین کی نگاہ میں قابل حجت اور دین میں معیار نہ ہوگا اور صحابہ کرام کی اس سنت پر عمل کرنے والا اسلام سے باہر قرار پائیگا۔

کہنے والوں نے سچ کہا ہے کہ رافضیت اور غیر مقلدیت میں صرف اتنا ہی فرق ہے جتنا سیاہ اور سیاہی میں فرق ہے، صحابہ کرام اور خلفائے راشدین کے بارے میں دونوں کا مذہب اور نظریہ تقریباً ایک سا ہے۔

ہمارے دین و ایمان کی آزمائش کا یہ زمانہ ہے کہ دینی و شرعی امور پر وہ لوگ بھی قلم چلا رہے ہیں اور دینی اور رسول کی رہنمائی کا ان کو بھی شوق ہوا ہے جن کا حال بقول شخصے یہ ہے کہ:

جن کو حاصل بصیرت نہ نور نظر
جلے آنگن کا چھنتا فریب نظر

انا للہ وانا الیہ راجعون۔

شیخ جیلانی اور غیر مقلدین

آج کل کے غیر مقلدین کو تصوف اور صوفیاء سے نہایت چڑھ ہے، اولیائے کرام اور بزرگان دین کے یہ دشمن بنے ہوئے ہیں مگر پہلے کے غیر مقلدین تصوف اور صوفیاء سے گہری وابستگی رکھتے تھے اور یہی وجہ ہے کہ غیر مقلدین کے اکابر کی مؤلفات میں اہل تصوف کے کلام سے جگہ جگہ استدلال ملتا ہے، اور ان غیر مقلدوں کو حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی سے ان کے مقلد ہونے کے باوجود معلوم نہیں کیوں خاص النسبت ہے غیر مقلدوں کے تمام بڑے حضرات شیخ جیلانی کو خاص اہمیت دیتے ہیں۔ حکیم صادق سیالکوٹی نے بھی اپنی کتابوں میں شیخ جیلانی کے اقوال کو بڑی اہمیت کے ساتھ نقل کیا ہے، حالانکہ سب کو معلوم ہے کہ شیخ جیلانی حنبلی المسلک ہیں، حضرت امام احمد بن حنبل کے مقلد ہیں۔

اور یہ بھی سب کو معلوم ہے کہ تقلید کو غیر مقلدین نہایت برا عمل جانتے ہیں، اب معلوم نہیں کہ شیخ جیلانی تقلید میں گرفتار رہنے کے باوجود غیر مقلدین کے یہاں کیوں بڑی اہمیت کے حامل ہوگئے بلکہ خدا اور رسول کے درجے کو پہنچ گئے کہ ان کے کلام سے غیر مقلدین حجت لانے لگے۔

حکیم صادق سیالکوٹی نے اپنی اس کتاب سبیل الرسول میں شیخ جیلانی کے بہت سے ارشادات نقل کئے ہیں، ہمارے نزدیک ان ارشادات کی کتاب اللہ سنت رسول اللہ اقوال صحابہ واقوال ائمہ ومحدثین کے مقابلہ میں بہت زیادہ اہمیت نہیں ہے مگر جب حکیم صاحب نے کتاب اللہ وحدیث رسول اللہ ہی کے درجے میں ان کو بھی رکھ کر بڑی اہمیت کے ساتھ اپنی کتاب کی زینت بنایا ہے تو ہم بھی ایک نگاہ اس پر ڈالیں گے۔

شیخ جیلانی کے فرمودات تحقیق کی روشنی میں

حکیم صاحب نے شیخ عبد القادر جیلانی کی تعلیم کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ شیخ کا ارشاد ہے۔

(۱) کتاب وسنت کو اپنا پیشوا بنالو۔

یہ کلام سراسر برحق ہے، مگر غیر مقلدین کا اس پر عمل نہیں ہے، کتاب اللہ کی صریح ومحکم آیت کو یہ چھوڑ دیتے ہیں، جیسا کہ قرأت خلف الامام اور رضاعت کے مسئلہ میں ہم نے دیکھا ہے، تمام سنتوں پر ان کا عمل نہیں ہے، جن سنتوں کو انکے آباد واجداد نے اپنایا جماعت غیر مقلدین کا ہر فرد بس انھیں سنتوں کو سنت جانتا ہے، ان کے علاوہ تمام سنتوں کا تارک ہے، احادیث کے ایک بڑے ذخیرہ کو انھوں نے ناقابل عمل گردانا ہے۔

(۲) پیران پیر کا ارشاد ہے

سوائے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمارا کوئی نبی نہیں جس کی
ہم اتباع کریں اور سوائے قرآن کے ہمارے پاس کوئی کتاب نہیں جس
پر ہم عمل کریں۔

پیران پیر رحمۃ اللہ کا یہ ارشاد بھی برحق ہے، مگر غیر مقلدوں کا اس پر عمل نہیں۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ خلفائے راشدین کی سنت کو لازم پکڑو۔ اور یہ غیر مقلدین خلفائے راشدین کی سنت کے دشمن ہیں۔ قرآن کہتا ہے کہ جو مہاجرین وانصار کے راستہ پر چلا اور ان کی اتباع و تقلید کی ہم ان سے راضی ہیں اور غیر مقلدین کہتے ہیں کہ ہم کسی صحابی کے قول وفعل کو حجت نہیں جانتے ہم نہ مہاجرین کی اتباع و تقلید کریں گے اور نہ انصار کی، شیخ جیلانی کچھ کہتے ہیں اور غیر مقلد کی راہ کچھ ہوتی ہے۔

غرض شیخ جیلانی کی تعلیم کے خلاف غیر مقلدین کا عمل ہے، مگر یہ کوتاہ نظر بلا سمجھے بوجھے حضرت شیخ کی تعلیمات کو نقل کرتے ہیں اور یہ نہیں جانتے کہ جو ہتھوڑا وہ دوسروں کے سر پر چلانا چاہتے ہیں وہ انھیں کے سر پر چل جائے گا۔

پیران پیر کی تعلیم نقل کرنے کے بعد ان کے کچھ ارشادات مسائل فقہیہ سے متعلق نقل کرتے ہیں، اور کمال دیانت کے ساتھ وہ صرف انھیں ارشادات کو نقل کرتے ہیں جن سے ان کا مطلب نکلتا ہے، جس غنیہ سے یہ ارشادات نقل کئے گئے ہیں۔ شیخ عبد القادر کی اسی غنیہ میں بہت سے ایسے بھی اقوال ہیں جو غیر مقلدین کے مسلک و عقیدہ کے خلاف ہیں مگر حکیم صادق نے ان سے اس طرح آنکھ بند کرلی ہے جیسا کہ کسی شپرہ کو ٹھیک دوپہر میں آفتاب نظر آگیا ہو۔

بہر حال شیخ جیلانی کے ارشادات ملاحظہ فرمائیں۔

(۱) جلسۃ الاستراحۃ، نماز کی دوسری یا تیسری رکعت کے بعد کھڑے ہونے سے پہلے تھوڑی دیر بیٹھنا چاہئے۔ (ص۸)

یہ شیخ جیلانی کا ارشاد ہے، اور بخاری شریف میں ہے کہ آنحضورؐ نے ایک اعرابی

کو نماز کا طریقہ سکھلایا تو اس کو بتلایا کہ دوسرا سجدہ کر کے سیدھے کھڑے ہو جاؤ ۔
اب ہم شیخ جیلانی کی مانیں یا آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مانیں ؟

(۲) والرکوع والرفع منہ رکوع میں آتے وقت اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت رفع یدین کرنا چاہئے ۔ (ایضاً)

ترمذی، ابوداؤد و نسائی میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود نے اپنے شاگردوں کو رسول اللہ والی نماز پڑھ کر بتلائی اور اس میں صرف ابتداء نماز میں رفع یدین کیا ہم شیخ جیلانی کی مانیں یا حضرت عبداللہ بن مسعود صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی

(۳) وضع الیمین علی الشمال فوق السرۃ

نماز میں ہاتھ ناف کے اوپر (سینے پر) باندھے ۔ (ایضاً)

ابوداؤد میں ہے کہ حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت یہ ہے کہ نماز میں ایک ہاتھ کو دوسرے ہاتھ پر رکھ کر ناف کے نیچے باندھے ۔
ہم شیخ جیلانی کی مانیں کہ حضرت علی خلیفہ راشد رضی اللہ عنہ کی مانیں ۔

(۴) والجہر بآمین اونچی قرأت والی نماز میں آمین اونچی آواز سے پکارنی چاہئے ۔ (ایضاً)

مسند احمد میں ہے کہ حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہمیں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھائی تو پست آواز سے آمین کہی ۔
ہم شیخ جیلانی کی مانیں یا آنحضور کے طریقہ کو اپنائیں ۔

(۵) والتورک فی الثانی آخری قعدہ میں بایاں پاؤں دائیں طرف نکال کر بیٹھنا چاہئے ۔ (ایضاً)

مسلم شریف میں حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنا بایاں پاؤں بچھاتے تھے اور دایاں پاؤں کھڑا رکھتے تھے ۔
ہم شیخ جیلانی کی مانیں یا حضرت عائشہؓ آنحضورؐ کا جو عمل بتلائیں اس پر عمل کریں ؟

(۶) ہر نماز میں سورہ فاتحہ پڑھنا فرض ہے اور یہ نماز کا رکن ہے،
اس کے چھوڑنے سے نماز باطل ہو جاتی ہے۔ (ایضاً ص۵)

اس کا کوئی منکر نہیں ہے، شیخ جیلانی کی وہ عبارت پیش کرو جس سے مقتدی کے لئے بھی سورہ فاتحہ کا پڑھنا ثابت ہوتا ہے، اپنی طرف سے شیخ کی عبارت کا مطلب مت گڑھو۔

(۷) عیدین میں بارہ تکبیریں، عیدین میں پہلی رکعت میں سات تکبیریں اور دوسری رکعت میں پانچ تکبیریں کہنی چاہئیں۔ (ص۶)

ابوداؤد شریف میں ہے، حضرت ابوموسیٰ اشعری اور حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہما سے حضرت سعید بن عاص نے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عیدین میں کتنی تکبیریں کہتے تھے حضرت ابوموسیٰ نے بتلایا کہ (پہلی رکعت میں) چار تکبیریں کہتے تھے۔

غیر مقلدین بتلائیں کہ ہم اس حدیث کو مانیں یا شیخ جیلانی کی بات کو!

(۸) جماعت میں اکہری اقامت، شیخ جیلانی کا فرمان (ص۶)

مصنف عبدالرزاق میں ہے کہ حضرت بلالؓ اقامت دہری کہتے تھے، ہم مؤذن رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بات مانیں یا شیخ جیلانی کی؟

(۹) نماز جنازہ میں سورہ فاتحہ (ص۶)

المغنی لابن قدامہ میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود فرماتے تھے کہ آنحضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی خاص قرأت متعین نہیں فرمائی۔

ہم حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما کی بات مانیں یا شیخ جیلانی کی؟

حکیم صادق پر تعجب ہوتا ہے کہ وہ اس طرح کے فروعی مسائل میں خامہ فرسائی کو دین کی خدمت سمجھتے ہیں، اور ان کو حق و باطل کا معیار قرار دیتے ہیں، حالانکہ یہ مسائل وہ ہیں جن میں بڑی وسعت اور گنجائش ہے، دونوں طرف سے دلائل ہیں مگر غالباً تمام غیر مقلدوں کا یہی مشغلہ رہ گیا ہے کہ ان فقہی مسائل کو بار بار چھیڑ کر امت کو الجھائے

دکھیں ، بنیا کو جب کوئی کام نہیں رہتا ہے تو اپنی گٹھری کھول کر پیسہ گنتا ہے ۔ غیر مقلدین کا بنیاپن یہ ہے کہ یہ ایک ہی بات کو بار بار دہرائیں گے اور امت کو انتشار کا شکار بنائیں گے اور اپنے عوام کو سمجھائیں گے کہ وہ دین کی زبردست خدمت انجام دے رہے ہیں ۔

سیالکوٹی کا وعظ

حکیم صاحب فرماتے ہیں ۔

" مسلمان بھائیو یاد رکھو جو بات رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سے ثابت ہو جائے اسکو سینے سے لگالو اس پر عمل شروع کر دو ۔ (صلا۹)

حکیم صاحب اس طرح کا وعظ اپنی اس کتاب میں بار بار کہتے ہیں ہر صفحہ دو صفحے کے بعد اس وعظ کو دہراتے ہیں ، مگر خود جب عمل کا وقت آتا ہے تو جو اہلحدیث مذہب کے خلاف حدیث ہوتی ہے اس سے نہ صرف خود منہ موڑ لیتے ہیں بلکہ ان حدیثوں پر عمل کرنے سے دوسروں کو بھی روکتے ہیں ، گویا ان کے نزدیک صرف وہی حدیث قابل عمل ہے جس کو یہ قبول کریں بقیہ تمام حدیثیں قابل رد ہیں ۔

ائمہ اربعہ پر اللہ کی ہزار ہزار رحمتوں کی بارش ہو جن کے طفیل آج تمام وہ احادیث اور آثار صحابہ معمول بہا بنے ہوئے ہیں جو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام سے منقول ہو کر ذخائر حدیث میں مدون اور محفوظ ہیں ۔

اسلام کی نئی تشریح

حکیم صادق غیر مقلد مجتہد صاحب کے نزدیک اسلام کی تشریح یہ ہے ، فرماتے ہیں ۔

" اسلام محدود ہوا قرآن و حدیث میں ان دونوں چیزوں کے سوا تیسری کوئی چیز ایسی نہیں ہے جسے اسلام کہا جائے " (صلا۳)

غیر مقلد مجتہد کا بظاہر یہ معصومانہ کلام نہایت درجہ گمراہ کن ہے، کسی معتبر عالم سے اسلام کا یہ معنی منقول نہیں ہے۔ اسلام کے روز اول سے لیکر آج تک اصول شریعت قرآن وحدیث، اجماع امت اور قیاس کو ائمہ دین نے جانا سمجھا تھا، اب آج کے غیر مقلدین مجتہدین اجماع اور قیاس کے منکر ہیں، اور پھر بھی اپنا شمار اہلسنت میں ان کو کرانے کا شوق ہے، اجماع وقیاس کا منکر اہل سنت ہو ہی نہیں سکتا، رافضی اور شیعہ ہی اجماع اور قیاس کے منکر رہے ہیں اور اب آج کے غیر مقلدین اجماع اور قیاس کے منکر ہو رہے ہیں۔

قیاس کا استعمال ہر زمانہ میں

حکیم صادق سیالکوٹی صاحب امام ہرنی کا یہ قول ذرا غور سے دیکھیں۔

الفقہا من عصر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الی یومنا ھلم جراً استعملوا المقاییس فی الفقہ فی جمیع الاحکام۔

فقہائے امت آنحضورؐ کے زمانے سے کر ہمارے زمانہ تک فقہ میں دینی احکام کے سلسلہ میں قیاس کا استعمال کرتے رہے ہیں۔

(جامع بیان العلم ص ۶۶ ج ۲)

غیر مقلدوں کے بڑوں کو بھی اس کا اعتراف کرنا پڑا ہے کہ قیاس دین وشریعت کی ایک اصل ہے۔ نواب صاحب بھوپالی فرماتے ہیں۔

وذھب الجمھور من الصحابة والتابعین والفقھاء والمتکلمین الی ان القیاس الشرعی اصل من اصول الشریعة۔ (الجنة)

یعنی جمہور حضرات صحابہ کرام، تابعین، فقہاء اور متکلمین اس طرف گئے ہیں کہ قیاس شرعی اصول شریعت میں سے ایک اصل ہے۔

اجماع کا منکر حدیث رسول کا منکر ہے

اور رہا اجماع، تو اس کا انکار کرنا خود حدیث رسول کا انکار کرنا ہے۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

لا تجتمع امتی علی الضلالۃ — میری امت گمراہی پر جمع نہیں ہو سکتی ہے۔

المغنی فی اصول الفقہ میں ہے۔

اجماع ھٰذہ الامۃ حجۃ موجبۃ للعلم شرعا کرامۃ لھٰذہ الامۃ۔ (ص۲۴۳) — یعنی شرعا اس امت کا اجماع علم کو واجب کر دیتا ہے

اجماع پر تفصیلی بحث منہاج السنہ میں حکیم صاحب دیکھ لیں اس سے آنکھ وعقل زیادہ روشن ہو جائے گی۔

غرض اصول دین کو صرف کتاب وسنت میں منحصر کر دینا دین کی راہ سے صریح بغاوت ہے، کتاب اللہ وسنت رسول اللہ کا انکار ہے، اجماع وقیاس کا منکر گمراہ ہے، رافضیت وشیعیت کا مارا ہے، اور جو ایسا بے راہ ہو وہ دوسروں کو راہ کیا دکھلائے گا، اور سبیل الرسول کی رہنمائی کیا کرے گا۔

غیر مقلدین فہم دین سے محروم ہیں

حکیم صاحب فرماتے ہیں۔

. جو لوگ جماعت کے ہوتے ہوئے فجر کی سنتیں پڑھتے ہیں انکی سنتیں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے ہوگی ہی نہیں۔ (ص۳۶)

غیر مقلدوں کو صحابہ کرام وفقہائے امت سے حد درجہ بغض ہے، حکیم صاحب بھی اسی بغض وکد کے مریض ہیں، اور تجربہ شاہد ہے کہ بغض صحابہ وفقہائے امت کے مریضوں کو دین

کی سمجھ سے محروم کر دیا جاتا ہے۔ حکیم صاحب کی کتاب پڑھنے کے بعد ہمارا یہ یقین بہت بڑھ گیا ہے کہ غیر مقلدین سے اللہ نے فہم دین کی نعمت چھین لی ہے۔ ان کی زبان سے احادیث کے بعض کلمات جاری ضرور ہوتے ہیں مگر ان کلمات کی تہ تک پہونچنا اور ان کے حقیقی و معانی و مفاہیم سے آشنا ہونا غیر مقلدوں کے بس کا نہیں ہوتا۔

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے اذا اقیمت الصّلوٰۃ فلا صلوٰۃ الا المکتوبۃ۔ یعنی جب نماز کھڑی ہو جائے تو فرض نماز کے علاوہ کوئی دوسری نماز نہیں، غیر مقلدین نے اس حدیث کا یہ مطلب سمجھ لیا کہ فجر کی سنت بھی اس میں داخل ہے۔ حالانکہ فجر کی سنتوں اور دوسری نمازوں کی سنتوں میں بڑا فرق ہے۔ اور اس فرق کا ذکر خود احادیث میں ہے۔ مگر غیر مقلدین نے تمام ان احادیث کو نظر انداز کر کے جن میں فجر کی سنت پڑھنے کی بڑی تاکید ہے اس ایک حدیث کے لفظی ترجمہ پر جم گئے۔

فجر کی سنتوں کے بارے میں آنحضور کے ارشادات ملاحظہ ہوں۔

فجر کی سنت احادیث کی روشنی میں

مسلم شریف کی روایت ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ فجر کی دو رکعتیں دنیا اور دنیا میں جو کچھ ہے سب سے بہتر ہیں۔

بخاری و مسلم میں حضرت عائشہ ہی کی روایت ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کسی نفل کی اتنی زیادہ پابندی و حفاظت نہیں کرتے تھے جتنی فجر کی دو رکعتوں کی۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی ابو داؤد میں یہ روایت ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ فجر کی دو رکعتوں کو نہ چھوڑو اگرچہ گھوڑے تمہیں روند ڈالیں۔

ان روایات سے فجر کی سنتوں کی اہمیت کا اندازہ ہوتا ہے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ان ارشادات کی اہمیت کو سمجھا اور ان کا عمل یہ تھا کہ اگر ان کو اس کا اندازہ ہوتا کہ فجر کے فرض کی ایک رکعت بھی پالیں گے تو وہ سنت ضرور پڑھ لیا کرتے تھے۔

مجمع طبرانی کبیر میں ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ مسجد میں تشریف لائے تو امام فجر کی نماز پڑھا رہا تھا آپ نے ایک ستون کی آڑ میں ہو کر فجر کی دو سنتیں ادا کیں پھر نماز میں شریک ہوئے) (ص ۷۹ ج ۲)

اس روایت کے راوی حضرت عبداللہ بن ابی موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ ہیں۔ انھوں نے حضرت عبداللہ بن مسعود کا یہ عمل دیکھا مگر یہ نہیں کہا کہ آپ کی نماز نہیں ہوئی اس لئے کہ آنحضورؐ کا ارشاد ہے کہ جب نماز کھڑی ہو جائے تو کوئی نماز نہیں ہے صرف فرض پڑھی جائے گی۔ کوئی غیر مقلد ہوتا تو شاید حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو ٹوکتا اور ان کی نماز کو باطل قرار دیتا ان کو شریعت کا مسئلہ سمجھاتا اور نماز پڑھنے کا ڈھنگ بتلاتا اور حکیم صادق سیالکوٹی ہوتے تو ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو سبیل الرسول سے آگاہ کرتے۔

اللہ کے رسول کی سنتوں پر جان چھڑکنے والے اور شدت سے عمل کرنے والے حضرت عبداللہ بن عمر کے بارے میں بھی آتا ہے کہ انھوں نے فجر کی سنت نماز کھڑی ہو جانے کے بعد ادا کی تھی۔

حضرت نافع فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عمر کو فجر کی نماز کیلئے جگایا جب کہ جماعت کھڑی ہو چکی تھی آپ اٹھے اور پہلے دو رکعت فجر کی سنت ادا کی۔

(طحاوی ص ۲۵۶ ج ۲)

حضرت امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت عبداللہ بن عمر

کا یہ عمل مختلف سندوں سے نقل کیا ہے۔

ان دونوں صحابہ کرام کے علاوہ حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت ابودردا رضی اللہ عنہما سے بھی اسی طرح کی بات منقول ہے۔

طحاوی ہی سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں صحابہ کرام کا یہی معمول تھا، تابعین کرام میں ایک بڑی جماعت اسی پر عامل تھی، اور کسی نے بھی "لاصلوٰۃ الا المکتوبۃ" کا وہ مطلب نہیں سمجھا جو مجتہدین زمانہ سمجھتے ہیں۔

صحابہ کرام کو نظرانداز کرکے دین کو نہیں سمجھا جاسکتا۔

صحابہ کرام کی زندگی آنحضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا سچا و کامل نمونہ تھی، صحابہ کرام کے اسوہ و عمل سے ہٹ کر دین کو نہیں سمجھا جاسکتا، آنحضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث مبارکہ کو سمجھنے کے لئے صحابہ کرام کے عمل کو بھی سامنے رکھنا ہوگا۔ جس طرح سے قرآن حکیم کے الفاظ و معانی کی تشریح آنحضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قول وعمل سے ہوتی ہے، اسی طرح آنحضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات مبارکہ کی شرح و تفصیل کیلئے ہمیں صحابہ کرام کی زندگی کو بھی دیکھنا ہوگا کہ ان کا عمل کیا تھا، انھوں نے احادیث کا مطلب کیا سمجھا ہے، اور پھر اسی کی روشنی میں ہمیں ان احادیث کے مطلب و معانی کو سمجھنا ہوگا۔ یہ ایک بالکل کھلی اور واضح حقیقت ہے اور تمام اہلسنت کا ہمیشہ سے اسی پر عمل رہا ہے، مگر یہ بات غیر مقلدین اور رافضی ذہنیت قسم کے لوگوں کے پلے پڑنے والی نہیں ہے۔ اس لئے کہ یہ وہ لوگ ہیں جو پہلے ہی سے صحابہ کرام کو دین کے معاملات میں ساقط کرچکے ہیں اور انھوں نے اپنا نعرہ "در قول صحابہ حجت نیست" بنا رکھا ہے۔

کاش غیر مقلدین سوچیں کہ وہ کہاں جارہے ہیں اور کس ڈگر پر چل رہے ہیں۔ دوسروں کی اصلاح کرنے سے پہلے اپنے گریبان میں منہ ڈال کر دیکھ لینا چاہئے کہ وہ کہیں خود گمراہی کے راستہ پر تو نہیں ہیں۔

بلا نور بصیرت حدیث کو نہیں سمجھا جا سکتا

حدیث کا سمجھنا بچوں کا کھیل نہیں ہے، اس کیلئے بڑی ژرف نگاہی اور وسیع علم اور مطالعہ اور ساتھ ہی ساتھ نور بصیرت کی ضرورت ہے، اور یہی وجہ ہے کہ علماء نے لکھا ہے کہ کم علموں کو حدیث کا طلب کرنا اور بلا سمجھے اس کا معنی ومطلب بیان کرنا مکروہ ہے، حافظ ابن عبد البر رحمۃ اللہ علیہ نے اس حقیقت کو سمجھا ہے۔ فرماتے ہیں۔

اما طلب الحدیث علی مایطلبہ کثیر من اهل عصرنا الیوم دون تفقہ فیہ ولاتدبر لمعانیہ فمکروہ عند جماعۃ اهل العلم (جامع بیان العلم ص۱۲۰ ج۲)

حدیث کا طلب کرنا بغیر اس کے معنی سمجھے اور اس میں تدبر کرنے کے جیسا کہ ہمارے زمانہ کے بہت سے لوگ ایسا ہی کرتے ہیں، یہ اہل علم کی جماعت کے یہاں مکروہ ہے۔

غیر مقلدین فقہ وبصیرت سے محروم ہوتے ہیں ان کو حدیث کا معنی ومطلب بیان کرنے سے قطعاً پرہیز کرنا چاہئے۔ ان کی اس طرح کی کوئی بھی جرأت مکروہ قرار پائیگی اور وہ حقیقی اسلام سے دور ہوتے چلے جائیں گے۔

مولانا حکیم صادق سیالکوٹی کی جب ہم کتاب پڑھتے ہیں تو ہمیں یہ محسوس ہوتا ہے کہ مولانا علم وبصیرت تفقہ ونور معرفت سے قطعاً محروم ہیں، پھر ہمیں یہ دیکھ کر افسوس ہوتا ہے کہ اس کے باوجود حکیم صاحب علمی وفقہی مسائل میں اس طرح بحث وکلام کرتے ہیں کہ گویا ان کے سامنے تمام فقہاء محدثین بونے ہیں، کسی نے سبیل الرسول کو آج تک سمجھا ہی نہیں، غیر مقلدین کے وجود سے پہلے تمام مسلمان گمراہ رہے ہیں، اور آج بھی جو غیر مقلد نہیں ہے وہ گمراہ ہے اور سبیل الرسول سے ناآشنا ہے، میں حکیم صاحب سے بصد ادب عرض کرتا ہوں۔

اتنی نہ بڑھا پاکیٔ داماں کی حکایت　　اپنے کو ذرا دیکھ ذرا بند قبا دیکھ

صحابہ کرام کے بارے میں غیر مقلدین کا غیر واضح موقف

حکیم صاحب يَدُ اللهِ عَلَى الْجَمَاعَةِ (جماعت پر اللہ کا ہاتھ ہے) والی حدیث نقل کرکے فرماتے ہیں۔ فرماتے نہیں ہیں بلکہ وعظ فرماتے ہیں، یہ وعظ آپ بھی سنئے:

صحابہ جماعت تھے ان پر اللہ کا ہاتھ تھا .... وہ صرف کتاب وسنت کو مضبوط پکڑے ہوئے تھے۔ ص ۱۰۹

جب غیر مقلدوں کو اس کا اعتراف ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین صرف کتاب وسنت کو مضبوط پکڑے ہوئے تھے، تو پھر در قول صحابہ حجت نیست (صحابہ کے قول میں حجت نہیں ہے) کا نعرہ کیوں غیر مقلدین بلند کرتے ہیں، تراویح اور طلاق اور جمعہ کی اذان کے سلسلہ میں خلفائے راشدین کا عمل ان کو بدعت کیوں نظر آتا ہے۔

غیر مقلدین کی طرف سے بار بار یہ کیوں کہا جاتا ہے کہ صحابہ کرام نصوص کے خلاف عمل کرتے تھے، سنئے ایک غیر مقلد نامور محقق صاحب کی بکواس، حضرت عبد اللہ بن مسعود اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما جیسے جلیل القدر صحابہ کے بارے میں فرمایا جاتا ہے۔

"ظاہر ہے کہ نصوص (یعنی قرآن وسنت) کے خلاف ان دونوں جلیل القدر صحابہ کے موقف کو لائق عمل اور حجت شرعیہ کے طور پر دلیل راہ نہیں بنایا جاسکتا۔

چونکہ بطریق معتبر ثابت ہے کہ ان دونوں جلیل القدر صحابہ نے نصوص شرعیہ کے خلاف موقف مذکور اختیار کرلیا تھا اس لئے صرف ان دونوں صحابہ کو نصوص کی خلاف ورزی کا مرتکب قرار دیا جاسکتا ہے۔"

(تنویر الآفاق ص ۸۰)

غیر مقلدین غور کریں، مگر غیر مقلدین بھلا کہاں غور کرنے والے ہیں اس لئے ناظرین اور عام مسلمانوں سے گذارش ہے کہ وہ غور کریں کہ اس ناپاک عبارت میں

فاروق اعظم اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما کے بارے میں کیسی گھناؤنی غیر اسلامی اور رافضیت سے بھری بات کہی گئی ہے۔ معاذ اللہ ان دونوں جلیل القدر صحابہ کرام کو کھلم کھلا کتاب وسنت کا مخالف قرار دیا جا رہا ہے، رافضیوں اور شیعوں کا بھی تو یہی عقیدہ ہے کہ صحابہ کرام کا عمل کتاب وسنت کے خلاف تھا اور وہ کتاب جس میں اس طرح کی گندی اور غیر اسلامی باتیں ہیں غیر مقلدین کے مراکز سے شائع کی جاتی ہیں اور ایسے پاگل بدحواس غیر اسلامی اور گمراہی کی باتیں لکھنے والے کو جامعہ اسلامیہ سلفیہ بنارس میں نامور محقق کے نام سے نوازا جاتا ہے۔

خرد کا نام جنوں پڑ گیا جنوں کا خرد
جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے

دیوانگی کی باتیں

خلیفہ راشد حضرت علی رضی اللہ عنہ نے تین طلاق دینے والے مرد کے بارے میں فیصلہ سنایا اور فتویٰ دیا کہ تین طلاق سے تمہاری بیوی بائنہ ہو گئی اس پر یہ نامور محقق صاحب فرماتے ہیں۔

۔ ظاہر ہے کہ یہ بات حضرت علی نے محض غصہ میں کہی تھی۔ (ایضاً ص[illegible])

ہے اس پاگل پن کا کچھ علاج، حضرت علی اس قدر غصہ میں آپے سے باہر ہونے والے خلیفہ راشد تھے کہ انھوں نے غصہ میں کتاب وسنت کے خلاف ایک غلط فتویٰ دیا اور جس شوہر پر اس کی بیوی حرام نہیں تھی مارے غصہ میں اس کی بیوی کو اس پر حرام قرار دے دیا۔ کیا یہ عقل وخردمندی کی باتیں ہیں یا دیوانگی کی؟

اور سنیے دوسرے صحابہ کرام کے بارے میں بھی یہی ارشاد ہوتا ہے۔ نامور محقق صاحب فرماتے ہیں۔

۔ یہی غصہ والی بات ان صحابہ کے فتویٰ میں بھی کارفرما تھی جنھوں نے ایک وقت

ایک سے زیادہ دی ہوئی طلاقوں کو واقع بتلایا۔ (الفاضت)

قارئین کرام، آپ کو یہیں سے اس کا اندازہ لگ گیا ہوگا کہ حافظ ابن عبد البر نے کتنی سچی بات کہی تھی۔

۔ حدیث کا طلب کرنا ان لوگوں کیلئے مکروہ ہے جو اس کے معنی و مطلب کو نہ جانیں ۔

دین کو تماشہ بنانے والے اسی قسم کے نا سور محقق ہوتے ہیں، اللہ تعالیٰ سوئے فہم سے ہر مسلمان کو محفوظ رکھے ۔

لطیفہ

بہرحال تمام مسلمانوں کو نا سور محقق کی اس تحقیق سے اتنا تو معلوم ہو گیا کہ حضرت عمر فاروق، حضرت عبد اللہ بن مسعود، حضرت علی اور بہت سے دوسرے صحابہ کرام کا یہ فتویٰ تھا کہ ایک مجلس کی تین یا اس سے زائد طلاق تین قرار پاتی ہیں۔ سچ ہے جادو اپنے سر پر چڑھ کر بولتا ہے، اور حق بات کا کسی نہ کسی انداز سے اظہار ہو ہی جاتا ہے، جماعت غیر مقلدین بھی کہتی ہوگی۔

دوست سمجھے تھے جسے جان کا دشمن نکلا

خیر یہ تو درمیان میں کچھ دلچسپ باتیں اس لئے آگئیں کہ ہمیں ناظرین کو غیر مقلدین کی حقیقت سے واقف کرانا تھا۔ صحابہ کرام کے بارے میں ان کے نظریہ و اعتقاد کو بتلانا تھا اور یہ دکھلانا تھا کہ غیر مقلد عالم حکیم صادق سیالکوٹی کا یہ فرمان کہ

۔ صحابہ کرام صرف کتاب و سنت کو مضبوط پکڑے ہوئے تھے ۔

صرف ان کی زبانی قوالی ہے۔ جو دوسروں کو بیوقوف بنانے کے لئے غیر مقلدین کبھی کبھی گایا کرتے ہیں ورنہ فی الاصل صحابہ کرام کے بارے میں ان کا یہ عقیدہ نہیں ہے، اور یہی وجہ ہے ان کا اصول مذہب یہ ہے۔ صحابہ کرام کا نہ قول حجت ہے، نہ فعل حجت ہے اور نہ فہم

تبت ہے۔ یعنی صحابہ کرام کے بارے میں ان کا وہی عقیدہ ہے جو رافضیوں اور شیعوں کا ہے۔

اہل سنت اور اہلحدیث کی خانہ ساز تعریف

مزید سنئے حکیم صادق سیالکوٹی کیا فرماتے ہیں۔

۔ رسول اللہ کی سنت پر عمل کرنے والوں کو اہل سنت اور حدیث پاک پر عمل کرنے والوں کو اہلحدیث کہتے ہیں ص۱۱

اہل سنت اور اہلحدیث کی یہ تعریف حکیم صاحب کی خانہ ساز ہے۔ اگر حکیم صاحب سچے ہیں تو اہل سنت کی یہ تعریف قرآن کی کسی آیت یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی حدیث سے ثابت کر دیں، کتاب و سنت سے آپ کیا ثابت کریں گے کسی بھی معتبر عالم کا قول پیش کر دیجئے کہ اہلسنت اسی کو کہا جاتا ہے کہ جو صرف رسول اللہ کی سنت پر عمل کرنے والا ہو۔
ماشاء اللہ حکیم صاحب نے نہایت درجہ عقل و فہم سے کام لیتے ہوئے اجماع و قیاس آثار صحابہ سنت خلفائے راشدین کو تو چھوڑا ہی تھا، کتاب اللہ کو بھی نظر انداز کر دیا۔ اب غیر مقلدین کے نزدیک اہلسنت کی تعریف گویا یہ ہوئی۔

۔ جو کتاب اللہ کو چھوڑ دے، خلفائے راشدین کی سنت کو اختیار نہ کرے صحابہ کرام کے آثار سے استدلال نہ کرے، اجماع اور قیاس کے قریب نہ جائے صرف اور صرف رسول اللہ کی سنت کو اختیار کرے۔

اہل سنت کی اچھوتی تفسیر غیر مقلدین کے کارخانوں میں تیار ہوتی ہے اور ان کے جامعات میں اہلسنت کا یہی مطلب ذہنوں میں بیٹھایا جاتا ہے۔
پھر ایک بار حافظ ابن عبد البر رحمۃ اللہ علیہ کی یہ بات ذہن میں تازہ کر لیجئے۔

۔ بلا فہم و تفقہ کسی آدمی کے لئے حدیث کا طلب کرنا مکروہ ہے۔

اہلسنت کی ایک اور دلچسپ تعریف

ابھی آپ نے دیکھا کہ حکیم صاحب نے نہایت قابلیت سے کام لیتے ہوئے اہلسنت کی تعریف یہ کی تھی کہ رسول اللہ کی سنت پر عمل کرنے والوں کو اہل سنت کہتے ہیں، مگر غالباً حکیم صاحب کو احساس ہوا کہ اہلسنت کی یہ تعریف غلط ہوگئی ہے، اس لئے تھوڑی دور چل کر اہلسنت کا مطلب بیان کیا ہے۔

اہلسنت والجماعت وہ ہے جو براہ راست حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر عمل کرتا ہو۔ (صفحہ ۲۱)

یعنی اگر کسی نے کسی کے بتلانے سے کسی سنت پر عمل کیا تو وہ اہلسنت نہیں ہے بلکہ اہلسنت ہونے کیلئے ضروری ہے کہ وہ بخاری و مسلم اور احادیث کی دوسری کتابیں خود کھول کر کے بیٹھے اور ان سے سنت سیکھ کر سنت پر براہ راست عمل کرے۔

لیجئے مقلدین کو اہلسنت سے خارج کرنے کا جذبہ مولانا صادق پر اتنا ہوا کہ غیر مقلدین کو بھی اہلسنت سے خارج کر کے دم لیا، اس لئے کہ ہمیں معلوم ہے کہ معدودے چند کے علاوہ کوئی غیر مقلد اس طرح سے براہ راست سنت پر عمل کرتا دکھائی نہیں دیتا۔

اہلسنت کی تعریف حدیث کی روشنی میں

مولانا صادق سیالکوٹی نے اہلسنت کی جو خانہ ساز اور من گھڑت تعریف کی ہے اسکو تو آپ نے سن لیا اب ذرا یہ بھی دیکھئے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اہلسنت کی تعریف کیا فرمائی ہے۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ اہلسنت کون ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

ما انا علیہ واصحابی۔

یعنی جس پر میں چلوں اور میرے اصحاب چلیں۔

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم تو اہلسنت کی پہچان یہ بتلائیں کہ اہلسنت وہ ہوں گے جو میرے اور میرے اصحاب کے طریقہ پر ہوں گے، اور غیر مقلد سیالکوٹی صاحب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کے برخلاف یہ فرماتے ہیں کہ جو صرف رسول اللہ کی سنت پر ہوں گے۔

حضورؐ تو صاف صاف فرمائیں، لوگو میری اور میرے خلفائے راشدین کی سنت کو مضبوط تھامو اور ان کو دانتوں سے پکڑو اور غیر مقلد صاحب فرماتے ہیں خلفائے راشدین کی سنت کی ضرورت نہیں ہے، بلکہ صرف سنت رسول پر عمل کرنے والا اور وہ بھی براہ راست اس پر عمل کرنے والا اہلسنت کہلاتا ہے، اللہ کے رسول تو اپنی سنت کے ساتھ ساتھ کتاب اللہ کو بھی مضبوطی سے تھامنے کا حکم فرمائیں اور یہ فرمائیں کہ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کو جب تک تم مضبوطی سے تھامے رہوگے تم گمراہ نہ ہوگے، اور غیر مقلد سیالکوٹی صاحب اس فرمان رسول کے خلاف اہلسنت کی تعریف فرماتے ہیں جو صرف رسول اللہ کی سنت پر براہ راست عمل کرے وہ اہلسنت ہوگا، خدا قرآن میں فرمائے کہ اے لوگو تم خدا، رسول اور اولی الامر یعنی علماء و فقہاء کی اطاعت کرو اور غیر مقلدین کے علماء یہ فرمائیں کہ صرف سنت رسول اللہ پر عمل کرنے والا اہلسنت کہلائے گا، ان اللہ کے بندوں کو اس جہل و ضلالت کے باوجود بھی یہ شوق بے چین کئے رہتا ہے کہ کتابیں لکھیں اور لوگوں کو سبیل الرسول دکھائیں یہ خردمند یہ نہیں جانتے کہ ان جیسے لوگوں کے لئے حدیث کو سیکھنا سکھانا اور اس کا مطلب بیان کرنا علماء کے نزدیک مکروہ ہے، اس قسم کی گمراہی پھیلانے سے بہتر تو یہ تھا کہ حکیم صاحب کسی عطار خانہ میں بیٹھ کر نسخہ لکھتے زیادہ سے زیادہ دوسروں کی جان جاتی حکیم صاحب کا ایمان تو محفوظ رہتا۔

اہلسنت کی تعریف میں حکیم صاحب کا اضطراب

حکیم صاحب کہیں تو کہتے ہیں کہ اہلسنت وہی کہلاتے ہیں جو صرف حدیث پر عمل

کرنے والے ہوں اور کہیں کہے کہ اہلسنت وہ ہیں جو کتاب و سنت دونوں پر عمل کرنے والے ہوں۔ آپ فرماتے ہیں۔

"حضور اور صحابہ صرف قرآن و حدیث پر عمل کرتے تھے۔" (ص۳)

معلوم نہیں حکیم صاحب کی کون سی بات سچ ہے قرآن و حدیث دونوں پر عمل کرنیوالے کو اہلسنت کہا جائے گا یا صرف سنت پر عمل کرنے والے کو اور کبھی براہ راست بلا کسی واسطے کے سنت پر عمل کرنے والے کو اہل سنت کہا جائے گا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں یہ فرمانا کہ حضور حدیث پر عمل کرتے تھے یہ ان کی سمجھ بوجھ کو سمجھنے کے لئے بالکل کافی ہے، آنحضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا قول و عمل تو خود ہی سنت اور حدیث ہے۔ آنحضور کو اس پر عمل کرنے کا کیا مطلب، یا آنحضور کا عمل کسی اور کی حدیث پر ہوتا تھا؟ حکیم صاحب اپنے اس کلام ذیشان کی وضاحت فرمائیں۔

قیاس و اجماع کو مانے بغیر کوئی اہل سنت نہیں ہو سکتا

کتاب و سنت سے اجماع اور قیاس کا بھی ثبوت ہے، اجماع اور قیاس پر عمل کرنے والے کتاب و سنت کی پیروی کرنے والے کیوں نہیں کہلائیں گے۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اجماع پر عمل پیرا ہونے کی تاکید فرمائی، کتاب و سنت میں جو مسائل صراحۃً نہ ملیں اس وقت رائے و اجتہاد سے شرعی مسائل میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فیصلہ فرمانے پر رضامندی اور خوشی کا اظہار کیا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یداللہ علی الجماعۃ فرمایا کہ جماعت پر اللہ کا ہاتھ ہوتا ہے، اور یہ بھی فرمایا کہ میری امت گمراہی پر ہرگز جمع نہیں ہو سکتی، تو آخر اجماع کا انکار کیوں کر جائز ہوگا۔ حضرت ابن تیمیہ فرماتے ہیں۔

اما اجماع الامۃ فھو فی نفسہا حق۔ یعنی امت کا اجماع فی نفسہ حق ہے۔

(معارج الاصول ص۱۸)

اسی طرح اجماع کا انکار کرنا گمراہی ہے [illegible]

[illegible] وہ صرف کتاب و سنت [illegible]

مراد [illegible]

اسی طرح قیاس کا انکار کرنا بھی گمراہی ہے [illegible]

ثبوت قرآن و حدیث سے ہے تو اس کا انکار [illegible]

کرنے والوں کو [illegible]

قیاس کا ثبوت قرآن سے ہے اس کا [illegible] وہ قیاس کی

سلفی کا یہ بیان ملاحظہ ہو ۔ قرآن کریم کی آیت اللہ الذی انزل الکتاب والمیزان کی

تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں ۔

قرآن میں جو میزان کا لفظ ہے اس سے مراد [illegible]

قیاس کہتے ہیں اور یہ میزان دینی [illegible] کتاب اللہ کے ساتھ

نازل ہوا ہے ۔

پھر فرماتے ہیں :

"اس لئے قیاس کا انکار کرنا روا نہیں ہے اور اس کی حجیت سے انکار

نہیں کیا جا سکتا ، محدثین اگرچہ حدیث کے ظاہری الفاظ کی طرف زیادہ

توجہ رکھتے ہیں مگر وہ بھی قیاس کو ایک دلیل شرعی تسلیم کرتے ہیں ۔

(الاتفاق الفکری ص ۲۹)

اور دنیائے غیر مقلدین میں جو بہت بڑے منصب و مقام کے مالک مولانا عبد الرحمن

مبارکپوری گذرے ہیں وہ اپنی شرح تحفۃ الاحوذی میں فرماتے ہیں ۔

"ابن قیم نے فرمایا کہ امام مزنی کا قول تھا کہ آنحضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ

سے لیکر ہمارے زمانہ تک فقہاء تمام دینی اور فقہی مسائل میں قیاس کو استعمال

کرتے تھے ۔

اس کے بعد مولانا مبارکپوری فرماتے ہیں۔

الامر کما قال ابن القیم　　یعنی بات ایسی ہی ہے جیسا ابن قیم نے کہا۔

(ص ۲۷۹ ج ۲)

اب ناظرین غور فرمائیں کہ جو بات کتاب اللہ سے ثابت ہو اور جو بات آنحضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے لیکر صحابہ و تابعین اور بعد کے زمانوں تک مسلمانوں میں معمول بہ رہی ہو اس کا انکار کرنا کہاں سے جائز ہو سکتا ہے، اور جو اس کا انکار کرے اسے اہلسنت میں شمار کرنا کیونکر درست ہوگا؟

اب کتنی بڑی گمراہی ہے کہ غیر مقلدین خود تو قیاس کا انکار کر کے گمراہی میں پڑیں اور جرات یہ ہو کہ جو قیاس پر عمل کرے اس کو اہل سنت والجماعت سے خارج قرار دیں۔

حدیث معاذ رضی اللہ عنہ سے قیاس ورائے کا ثبوت

آنحضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو یمن کا حاکم اور اہل یمن کے لئے معلم بنا کر بھیجا تھا، آپ نے ان سے پوچھا کہ تم وہاں جا کر کس طرح دینی و شرعی مسائل میں فیصلہ کروگے تو انھوں نے کہا کہ میں کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ سے فیصلہ کروں گا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر دریافت کیا کہ اگر کوئی مسئلہ ایسا ہو جس کا حکم کتاب و سنت میں تم کو نہ ملے تب کیا کروگے تو حضرت معاذؓ نے فرمایا۔ اجتھد برائی میں اپنی رائے سے فیصلہ کروں گا، حضرت معاذ کا یہ جواب سن کر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم خوش ہوگئے اور ان کے اس جواب پر اللہ کا شکر ادا کرتے ہوئے فرمایا۔

الحمد للہ الذی وفق رسول رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لما یرضی رسول اللہ　(ابوداؤد)

اللہ کی حمد وثنا ہے جس نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قاصد کو اس چیز کی توفیق دی جس پر اللہ تعالیٰ کا رسول راضی ہے۔

اس حدیث سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اگر کتاب وسنت سے مسائل کا حکم نہ معلوم ہو

(اور ایسا ہونا یقینی ہے ورنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ بات دریافت ہی کیوں کرتے) تو ایسی شکل میں اہل علم کے لئے اجتہاد سے کام لینا ضروری ہے، رائے کا استعمال کرنا اس جگہ محمود ہے مذموم نہیں۔

رائے اور قیاس کا استعمال کتاب و سنت کے مقابلہ میں حرام ہے، لیکن کتاب وسنت کا حکم معلوم کرنے کے لئے رائے قیاس کا استعمال بسا اوقات ضروری ہوتا ہے اور یہ خدا اور رسول کا پسندیدہ عمل ہے

غرض اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ غیر مقلدوں کا یہ کہنا کہ اہل سنت وہی کہلاتے ہیں جو صرف کتاب اللہ وسنت رسول یا صرف سنت رسول اللہ پر عمل کرنے والے ہوں، اور اس عمل کرنے کا مطلب ان کے نزدیک یہ ہو کہ نہ اجماع پر عمل کیا جائے اور نہ قیاس پر یہ اہل سنت کی نہایت غلط تفسیر ہے۔

اہل سنت والجماعت کا مطلب بیان کرتے ہیں صادق سیالکوٹی نے خلفائے راشدین کی سنت اور صحابہ کرام کے عمل کو بھی نظر انداز کر دیا ہے۔ حالانکہ یہ ارشاد علیکم بسنتی وسنة الخلفاء الراشدین اور ما انا علیہ واصحابی کا صراحتاً انکار ہے۔

فرقہ ناجیہ شاہ ولی اللہ محدث کی تحقیق میں

اہل سنت ہی کو فرقہ ناجیہ بتلایا گیا ہے، اور اس فرقہ ناجیہ کے بارے میں حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ۔

الفرقة الناجية هم الآخذون في العقيدة والعمل جميعاً بما ظهر من الكتاب والسنة وجرى عليها جمهور الصحابة والتابعين (حجة الله)

یعنی فرقہ ناجیہ وہ لوگ ہیں جو عقیدہ وعمل میں کتاب اللہ وسنت رسول اللہ سے جو ظاہر و ثابت ہو اس پر عمل کریں اور صحابہ کرام اور تابعین جس پر چلیں اسی کو اختیار کریں۔ (۱)

حاشیہ اگلے پر

تابعین کو تو جانے دیجئے صادق صاحب نے اہل سنت اور فرقہ ناجیہ کی تفسیر وتعریف میں صحابہ کرام کو بھی نظر انداز کر دیا، اور اس طرح اپنی چھپی رافضیت کا اظہار کر دیا۔

اجماع وقیاس کا انکار رافضیوں کا مذہب ہے:

ناظرین آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ اجماع قیاس اور آثار صحابہ کو تمام اہل سنت نے دین میں حجت قرار دیا ہے، اس کا انکار صرف باطل فرقوں نے کیا ہے اور ان منکرین کے بابا آدم روافض اور شیعہ ہیں، غیر مقلدین بھی انھیں کی راہ پر چلتے ہوئے اجماع قیاس اور اقوال صحابہ اور ان کی سنتوں کے دین میں حجت ہونے کے منکر ہیں، اگر میری بات میں شک وشبہ ہو تو ابن تیمیہ کا یہ کلام ملاحظہ فرمائیے۔

قال الرافضی ذهب الجمیع منهم الی القول بالقیاس والاخذ بالرای فادخلوا فی دین الله تعالیٰ ما لیس منه وحرفوا احکام الشریعة واتخذوا مذاهب اربعة

رافضی نے کہا ہے کہ تمام مقلدین قیاس کے قائل ہیں اور رائے کو لیتے ہیں انھوں نے اللہ کے دین میں وہ باتیں داخل کر دیں جو دین کی نہیں تھیں، مقلدین نے شریعت کے احکام کی تحریف کر دی انھوں نے

---

(۱) اس عبارت کا ترجمہ صادق صاحب نے یہ کیا ہے۔

نجات پانے والی جماعت وہ ہے جو عقیدے اور عمل میں کتاب اور سنت پر عمل کرے جس پر جمہور صحابہ وتابعین تھے (مـ۱۱) اہل علم دیکھیں کہ صادق صاحب نے اس ترجمہ میں کتنی صداقت کا ثبوت دیا ہے۔ وجری علیه جمهور الصحابة والتابعین میں واو کا ترجمہ چھوڑ کر کے صحابہ وتابعین کے مستقل عمل کو کتاب وسنت کی طرف پھیر دیا جس سے شاہ صاحب کی عبارت کا مطلب کچھ کا کچھ ہو گیا۔ غیر مقلدین اس طرح کی خیانت کریں گے اور دوسروں کو سبیل الرسول بھی دکھلائیں گے۔

لم تكن فی زمن النبی صلی اللہ علیہ وسلم ولا فی زمن الصحابة واهملوا اقوال دیل الصحابة مع انهم نصوا علی ترك القياس وقالوا اول من قاس ابليس۔ (منهاج السنة ص۸۹ ج۲)

چار مذہب بنائے جن کا وجود نہ آنحضورؐ کے زمانہ میں تھا نہ صحابہ کے زمانہ میں تھا انھوں نے صحابہ کرام کے اقوال کو (نفی قیاس کے بارے) نظر انداز کر دیا حالانکہ صحابہ نے قیاس چھوڑ دینے کی تصریح کی ہے اور انھوں نے کہا کہ سب سے پہلا قیاس کرنیوالا شیطان تھا۔

ابن تیمیہ کی اس عبارت سے معلوم ہوا کہ قیاس ورائے اور مذاہب اربعہ کا انکار رافضیوں کا مذہب تھا، اجماع کا انکار بھی رافضیوں کا مذہب ہے، ابن تیمیہ فرماتے ہیں۔

ان الاجماع عندکم لیس بحجة (منهاج السنة ص۲۶ ج۲)

اے رافضیو اجماع تمہارے نزدیک حجت نہیں ہے۔

رافضیوں اور غیر مقلدین کے مذہب میں مشابہت

غرض جو مذہب وعقیدہ رافضیوں کا ہے وہی ان غیر مقلدوں کا بھی ہے۔

(۱) قیاس ورائے کے منکر رافضی ہیں	غیر مقلدین بھی اس کے منکر ہیں
(۲) مذاہب اربعہ کے منکر رافضی ہیں	غیر مقلدین بھی ان کے منکر ہیں
(۳) خلفائے راشدین اور صحابہ کے عمل کو سنت رافضی نہیں مانتے	غیر مقلدین بھی نہیں مانتے
(۴) اجماع کے منکر رافضی ہیں	غیر مقلدین بھی اجماع کے منکر ہیں
(۵) اول من قاس ابلیس سب سے پہلے ابلیس نے قیاس کیا، رافضی کہتے ہیں	ایسے ہی غیر مقلدین بھی کہتے ہیں

تقلید کی بحث

میں اپنی بات سمیٹنا چاہتا ہوں مگر وہ پھیلتی جارہی ہے، حکیم صادق سیالکوٹی صاحب نے اپنی اسی کتاب سبیل الرسول میں تقلید کے موضوع پر کافی خامہ فرسائی کی ہے اور اکابر غیر مقلدین کے سارے ہتھکنڈے جو تقلید کے انکار اور اس کو بدعت ثابت کرنے کے لئے وہ استعمال کرتے رہے ہیں، حکیم صاحب نے نہایت دیانت وامانت کے ساتھ ان تمام ہتھکنڈوں کو آزمایا ہے۔

حکیم صاحب نے یہ ثابت کرنے کی پوری کوشش کی ہے کہ تقلید کا وجود نہ زمانہ نبوی میں تھا اور نہ صحابہ و تابعین کے ادوار میں تھا۔ یہ چوتھی اور پانچویں صدی کی ایجاد اور اس کو حکیم صاحب نے قاضی ثناء اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ (جو خود ایک مقلد حنفی فقیہ ومحدث تھے) کی ایک عبارت سے نہایت دیانتداری سے ثابت کیا ہے۔

ہم آگے چل کر کسی موقع سے بتلائیں گے کہ حکیم صاحب نے قاضی ثناء اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت کا جو مطلب سمجھا ہے وہ ان کی علمی لیاقت کا شاندار آئینہ ہے۔ ابھی یہ معلوم کیجئے کہ تقلید کس کو کہتے ہیں اور اس کا وجود دور صحابہ و تابعین بلکہ عہد رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں بھی تھا یا نہیں۔

تقلید کی تعریف

تقلید کی تعریف یہ ہے۔

کسی قابل اعتماد عالم کی بات کو دینی وشرعی مسئلہ میں اختیار کیا جائے اور اس بنا پر کہ وہ ہمیں کتاب وسنت ہی کی بات بتلائے گا اور جو کچھ بتلائے گا وہ دین وشریعت سے ہٹ کر کے نہیں بتلائے گا اس سے اس مسئلہ کی دلیل کا مطالبہ نہ کیا جائے۔

ہم نے تقلید کی یہ جو تعریف کی ہے، اسی بات کو علماء میں سے کسی نے مختصراً اور کسی نے مطولاً بیان کیا ہے مگر سب کا حاصل یہی ہے (تفصیل کے لئے دیکھو الکلام المفید از مولانا صفدر صاحب مدظلہ)

اور ظاہر بات ہے کہ مجتہدین (خواہ زمانہ صحابہ کے ہوں یا بعد کے) کے سوا ہر ایک مسائل شرعیہ جاننے کے لئے علماء و فقہاء کا محتاج ہے۔ اور یہ بھی معلوم ہے کہ عوام کو مسئلہ معلوم کرنے کی ضرورت ہوتی ہے نہ کہ مسئلے کی دلیل سے ان کو مطلب ہوتا ہے کسی زمانہ میں ایسا نہیں رہا ہے کہ عوام علماء سے مسئلہ پوچھتے وقت ان سے دلیل ضروری معلوم کرتے رہے ہوں شریعت نے عوام کو دلیل معلوم کرنے کا مکلف نہیں بنایا ہے، شرعی مسئلہ پر عمل کرنے کا مکلف بنایا ہے۔

خداوند قدوس کا ارشاد ہے

فاسئلوا اھل الذکر ان کنتم لاتعلمون۔ — اگر تمہیں شرعی مسئلے معلوم نہ ہوں تو ان سے معلوم کرو جو اہل علم ہیں۔

خداوند قدوس نے صرف پوچھنے کا حکم دیا ہے، دلیل سے پوچھنے اور مسئلہ معلوم کرنے کا حکم نہیں دیا ہے۔

سب کو معلوم ہے کہ مطاع حقیقی اللہ ہے، اور اللہ ہی کے مطاع بنانے سے اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم مطاع ہوئے ہیں، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام کو دین کی وہی باتیں بتلاتے تھے جو اللہ کی مرضی ہوتی تھی۔ مرضی خداوندی کے خلاف آپ کی زبان مبارک سے کوئی بات نہیں نکلتی تھی۔

صحابہ کرام آنحضورؐ سے مسائل میں دلیل کا مطالبہ نہیں کرتے تھے

صحابہ کرام پیش آمدہ مسائل میں رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف رجوع کرتے تھے۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم جو بتلا دیتے تھے اس پر وہ عمل کرتے تھے۔ ان میں سے

کوئی یہ نہیں پوچھتا تھا کہ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم آپ جو فرما رہے ہیں یہ اللہ کی مرضی ہے بھی یا نہیں، نہ ایسا پوچھنا جائز ہوتا، اس لئے کہ رسول اللہ کو جب اللہ تعالیٰ نے خود ہی مطاع قرار دے دیا، تو اس کا قول و عمل مستقل دلیل و حجت ہوگیا، اب رسول سے یہ معلوم کرنے کی ضرورت ہی نہیں کہ آپ جو فرما رہے ہیں اس کو ثابت بھی کیجئے کہ وہ اللہ کی مرضی ہے، یہ تو کافروں کا مطالبہ ہوتا تھا مسلمانوں کا نہیں۔

اسی طرح جب اللہ نے عوام اور ناواقفوں کے لئے اہل علم اور اولی الامر کو مطاع بنا دیا اور ان کو انکی اطاعت کا اور ان سے پوچھ کر کے عمل کرنے کا مکلف بنا دیا تو اب یہ علماء اور اولی الامر خود ہی فرمان خداوندی سے دلیل حجت بن گئے، ان کا فرمان ہی عوام کے لئے حجت و دلیل ہے، اب ان سے دلیل کا مطالبہ کرنا شرعاً مستحسن نہیں قرار پائے گا۔

تقلید کا حکم قرآن سے ہے

غرض عوام کے لئے تقلید کا حکم تو خود قرآن سے ہے، اور قرآن کی یہ دو آیتیں۔

فاسئلوا اھل الذکر ان کنتم لاتعلمون۔ — اگر تمہیں معلوم نہ ہو تو جاننے والوں سے معلوم کرو۔

اور

یاایھا الذین آمنوا اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول و اولی الامر منکم۔ — اے ایمان والو اللہ کی اور اللہ کے رسول کی اور دین و شریعت کے ذمہ داروں کی اطاعت کرو۔ (احکام القرآن پ ۵ ع ۴)

تقلید کی مشروعیت کی قطعی دلیلیں ہیں۔

آیت کریمہ میں اولی الامر سے مراد علماء فقہاء امراء حکام سب ہیں۔

بہرحال اس سے معلوم ہوا کہ ناواقفوں کو واقف کار سے پوچھنے کا حکم خود قرآن

میں ہے ، اور یہ بھی معلوم ہوا کہ دلیل سے پوچھنے کی کوئی قید نہیں ہے ، بس دیانۃً اتنا ضروری ہے کہ جس سے پوچھے اس کے بارے میں پوچھنے والے کو یقین ہو کہ وہ ہماری غلط رہنمائی نہیں کرے گا ، اور خدا اور رسول کے حکم کے خلاف مسئلہ نہیں بتلائے گا۔

اور جب ناواقفوں کو ازروئے قرآن مسئلہ پوچھنا واجب اور ضروری ہوا تو جب سے قرآن موجود ہے اسی وقت سے قرآن کے اس حکم پر عمل کا ہونا بھی ضروری ہے کیا کوئی گمان کر سکتا ہے کہ صحابہ کرام کا قرآن کریم کی ان آیات پر عمل نہیں رہا ہوگا۔ پس معلوم ہوا کہ تقلید کا حکم تو خود قرآن سے ثابت ہے ، اس لئے تقلید کے انکار کے سلسلہ میں غیر مقلدین کا سارا شور و غوغا بے حقیقت اور حکم خداوندی کی مخالفت اور صحابہ کرام کی سنت و اسوہ کے خلاف ایک جارحانہ عمل ہے ، اور یہی وجہ ہے کہ جو اہلسنت ہیں وہ تو تقلید کے قائل ہیں بلکہ اس پر عامل ہیں البتہ جو بدعتی فرقہ ہے ، مثلاً خوارج اور روافض وغیرہ یہ تقلید کے منکر ہیں ، غیر مقلدین کا آہنگ و صوت بھی انہیں بدعتی فرقوں سے ملتا ہے ۔ اگر غیر مقلدین کو قرآن و حدیث کی سمجھ ہوتی تو کبھی بھی تقلید کا انکار نہ کرتے کہ تقلید کا انکار کرنا کتاب و سنت کا انکار ہے ۔

تقلید منصوص مسائل میں نہیں غیر منصوص مسائل میں ہوتی ہے

غیر مقلدین حضرات عوام کی ناواقفیت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے علماء وائمہ دین کے اقوال تقلید کی مذمت میں پیش کرتے ہیں ، اور کہتے ہیں کہ دیکھو خود ائمہ نے بھی اپنی تقلید سے منع کیا ہے ، مگر یہ عوام کو دھوکہ دینے کی بدترین مثال ہے ، ائمہ دین یا علمائے امت میں جس نے بھی اپنی یا کسی کی تقلید سے منع کیا ہے اس کا تعلق منصوص مسائل سے ہے ، یعنی جو بات صراحت کے ساتھ کتاب و سنت سے ثابت ہے اس میں اللہ و رسول کے مقابلہ میں کسی کی بات نہیں مانی جائے گی ۔ غیر منصوص مسائل میں تو عوام اور غیر مجتہد کو تقلید کے بغیر چارہ ہی نہیں ہے ۔ کہ استنباط و اجتہاد کی ہر شخص میں صلاحیت نہیں ہوتی

مثلاً اس کو یوں سمجھے کہ قرآن کا حکم ہے کہ جوا حرام ہے، تو اب اگر کوئی کہے کہ جوا جائز ہے تو اس کی بات رد کردی جائے گی اس لئے کہ جوا کو جائز کہنا قرآن کا صریح انکار ہوگا مگر جوے کی بہت سی شکلیں ہیں جن میں سے بعض کا جوا ہونا تو عوام کو بھی سمجھ میں آجاتا ہے مگر بعض شکلیں حقیقتاً جوا ہی ہوتی ہیں مگر بظاہر عوام کو وہ جوا نہیں معلوم ہوتی ہیں تو اب اس صورت میں عوام کو علماء اور واقف کار سے مسئلہ معلوم کرنا ہوگا اور کسی شکل کے بارے میں وہ بتلائیں کہ یہ بھی جوا ہی ہے تو ان کی بات ماننے میں علماء کی تقلید کرنی ہوگی۔ فاسئلوا اهل الذکر ان کنتم لا تعلمون (یعنی اگر تم نہ جانتے ہو تو جاننے والے سے پوچھو) کا یہی مطلب ہے۔

حدیث میں آتا ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کو مخاطب کرکے فرمایا یا معشر النساء تصدقن ولو من حلیکن یعنی اے عورتوں کی جماعت تم صدقہ کرو اگرچہ اپنے زیورات سے ہو، اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ زیورات سے زکوٰۃ ادا کی جائے گی مگر یہ کہ زیور کس کو کہا جائے گا سونے اور چاندی سے بنی ہوئی چیز زیور کہلائے گی یا ہر وہ چیز جس کو عورتیں زیب و زینت کے لئے پہنیں خواہ سونے و چاندی سے بنی ہوں یا تانبے پیتل اور پتھر سے اس کا سمجھنا عوام کا کام نہیں ہے، اس بارے میں ائمہ فقہ و حدیث اور ماہرین شریعت جو فرمائیں گے عوام کو انھیں کی بات ماننی ہوگی۔

اسی طرح کتاب و سنت سے یہ تو معلوم ہے کہ سود حرام ہے، اس لئے ہر مسلمان کو سود کی حرمت کا یقین رکھنا ضروری ہے۔ لیکن موجودہ دور میں کاروبار کی اور بینکنگ کی مختلف شکلیں ہیں، جن کا ذکر کتاب و سنت میں تلاش کرنے سے نہیں ملے گا، اس لئے لامحالہ ماہرین شریعت کی طرف رجوع کرنا پڑے گا۔ اور وہ جن شکلوں کو سودی قرار دیں گے ان کو سودی ماننا ہوگا اور جن کو سودی قرار نہیں دیں گے وہ شکل جائز ہوگی۔
غرضیکہ جو شریعت کے مسائل منصوص ہیں اس میں تو کسی کی تقلید کرنی جائز

نہیں ہے لیکن جو مسائل منصوص نہیں ہیں ان میں ماہرین شریعت کی تقلید کے بغیر چارہ نہیں۔ اگر تقلید کی پابندی اٹھالی جائے اور ہر شخص کو اختیار دے دیا جائے کہ وہ خود سے شرعی حکم معلوم کرلے تو دین کا تماشا بن کر رہ جائے گا اور گمراہی کا چوپٹ دروازہ کھل جائے گا۔

گمراہی کی جڑ عدم تقلید ہے

اور یہی وجہ ہے کہ جتنی بھی گمراہ جماعتیں ہیں سب میں قدر مشترک یہی عدم تقلید ہے، گزشتہ زمانوں کی بات چھوڑیئے حال کے زمانہ کی گمراہ جماعتوں اور افراد پر نگاہ ڈالئے گا تو یہ سب کے سب غیر مقلدین ہی نظر آئیں گے۔

آج کل سب سے بڑی گمراہ جماعت قادیانی جماعت ہے، اس کا بانی غلام احمد اور اس کا خلیفہ نورالدین یہ دونوں کے دونوں غیر مقلد تھے۔

منکرین حدیث فرقہ کا بانی عبداللہ چکڑالوی یہ بھی غیر مقلد تھا، نیاز فتحپوری اور اس کے حواریین یہ سب غیر مقلد تھے۔ ڈاکٹر احمد دین یہ بھی غیر مقلد ہوا پھر منکر ہوا دیکھئے یہ گستاخ کیا لکھتا ہے، لکھتا ہے

> ہم لوگ بھی وحدت الٰہی حاصل کرتے ہوئے اہلحدیث بنے تھے۔ پھر معلوم ہوا کہ یہاں بجائے وحدتِ الٰہی کے وہ شرک ہے جو نہایت سوچ سمجھ کر بڑے غور سے کیا جاتا ہے۔ (پیغام توحید ص۳ از الکلام المفید)

صحاح ستہ کے مصنفین کا نام لے کر لکھتا ہے کہ

> یہ مذکورہ لوگ صحاح ستہ روایات کے طوفان تیار کرنے والے ہیں جو مسلمانوں میں فرقہ بندی کرنے کے اصل موجد ہیں۔ (پیغام اتحاد ص۳)

آپ منکرین حدیث کا کھوج پتہ لگائیے سب کے سب آپ کو غیر مقلد نظر آئیں گے۔

تقلید کے منکر شیعہ بھی ہیں، جماعت اسلامی کے بانی مولانا مودودی بھی

عدم تقلید کا جو ثمرہ تھا ان کے تفردات اور خیالات سے ہر پڑھا لکھا واقف ہے۔

عدم تقلید کے بھیانک نتیجہ دیکھ کر مولانا محمد حسین بٹالوی مشہور اہلحدیث عالم اور جماعت غیر مقلدین کے پیشوا چیخ اٹھے اور کہا۔

"پچیس برس کے تجربہ سے ہم کو یہ بات معلوم ہوئی ہے کہ جو لوگ بے علمی کے ساتھ مجتہد مطلق اور مطلق تقلید کے تارک بن جاتے ہیں وہ آخر اسلام کو سلام کر بیٹھتے ہیں، کفر و ارتداد اور فسق کے اسباب دنیا میں اور بھی بکثرت موجود ہیں مگر دینداروں کے بے دین ہو جانے کے لئے بے علمی کے ساتھ ترک تقلید بڑا بھاری سبب ہے۔

(اشاعۃ السنۃ۔ ص۵۳ جلد ۱۱ مطبوعہ ۱۸۸۸ء)

میرا خود اپنا تجربہ ہے کہ بعض بالکل جاہل نوجوان جو کسی کے بہکاوے میں آ کر غیر مقلد بن گئے ہیں وہ صاف صاف کہتے ہیں کہ جو بخاری و مسلم میں ہے ہم صرف اسی حدیث کو مانیں گے، اور جب ان کے سامنے مسلم کی حدیث پیش کی گئی تو اس کے بھی وہ منکر ہو گئے، اس لئے کہ وہ اہلحدیث مسلک کے خلاف تھی۔

بہر حال عدم تقلید ہر زمانہ میں اور خاص طور پر اس زمانہ میں بہت بڑا فتنہ ہے سلئے اس سے بچنا از حد ضروری ہے۔

تقلید کے بارے میں غیر مقلدین کا نافہم رویہ

غیر مقلدین کا بھی عجیب حال ہے، ابتداء تو وہ مطلق تقلید کا انکار کریں گے اور مطلق تقلید کی مذمت میں اپنے خیال کے مطابق آیات و احادیث پیش کریں گے، مگر جب گاڑی پھنستی نظر آئے گی اور خود اپنا دین و ایمان خطرہ میں نظر آئے گا، تو تقلید کی تقسیم کریں گے کہ یہ تقلید جائز اور یہ ناجائز، تقلید غیر شخصی جائز اور تقلید شخصی ناجائز اور کبھی تقلید شرطی اور غیر شرطی کی باتیں کریں گے کہ تقلید شرطی جائز ہے اور غیر شرطی

ناجائز ہے، غرض تقلید کے مسئلہ کو گورکھ دھندا بنا کر رکھ دیں گے۔

تقلید کی دو قسمیں ہیں واجب، اور حرام

خود حکیم صادق سیالکوٹی جنھوں نے تقلید کے خلاف اسی کتاب میں اپنی عقل و فہم کے مطابق خوب اس کا رنگ دکھلایا ہے۔ تقلید کا مطلقاً انکار نہ کر سکے بلکہ تقلید کی ایک قسم کو ضروری اور واجب قرار دیا ہے۔ فرماتے ہیں۔

خوب سمجھ لو کہ تقلید کی دو قسمیں ہیں ضروری و شرطی اور حرام (ص ۳۱)

حکیم صاحب نے شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ایک عبارت عقد الجید سے نقل کی ہے، اس عبارت کو یہ صاحب اپنے زعم میں تقلید کے خلاف بہت بڑی سند سمجھتے ہیں، اس عبارت کا ابتدائی حصہ یہ ہے۔

اعلم ان التقلید علی وجهین واجب وحرام (ص ۱۳۶) — تم کو معلوم ہونا چاہیے کہ تقلید کی دو قسم ہے ایک قسم واجب ہے اور ایک قسم حرام ہے۔

اور کمال یہ ہے کہ اس عبارت کو نقل کر کے نہایت خوشی سے سرشار ہو کر فرماتے ہیں۔

۔ قارئین کرام دیکھا آپ نے شاہ ولی اللہ نے تقلید جاہل اور بے علم شخص کیلئے، ضروری قرار دیا ہے " (ص ۱۳۹)

اس بے چارے کو یہی نہیں پتہ چل سکا کہ شاہ ولی اللہ کے اس کلام سے تقلید کے خلاف غیر مقلدین کی ساری عمارت دھڑام سے نیچے آگئی، جو تقلید کے قائلین ہیں وہ بھی تو یہی کہتے ہیں کہ ناواقف کیلئے تقلید کی ضرورت ہے واقف کاروں کے لئے نہیں![1] تو اب تقلید کے قائلین اور شاہ صاحب کی بات کے درمیان فرق ہی کیا رہ گیا، تمہارا حال

---

(۱) ناواقف سے مراد غیر مجتہد ہے اور واقف کار سے مراد مجتہد ہے۔

تو یہ ہے کہ تم اپنے جاہلوں کو بھی عدم تقلید ہی کا درس دو گے، اور مطلق تقلید کی مذمت میں قلم وقرطاس کا کھیل دکھلاؤ گے اور مقلدین کے خلاف بدزبانیاں کرو گے۔

تقلید کو بدعت کہنا خود بدعت ہے

حکیم صادق سیالکوٹی صاحب نے علماء غیر مقلدین کی طرح بلا سمجھے بوجھے اپنی اس کتاب میں بار بار تقلید کو چوتھی صدی کے بعد کی ایجاد بتلایا ہے۔ اور اسے بدعت قرار دیا ہے، اور اس بارے میں ایمان و دیانت کا خوب خوب خون کیا ہے، مثلاً شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی اس عبارت۔

ان اهل المأة الرابعة لم يكونوا مجتمعين على التقليد الخالص على مذهب واحد۔ — چوتھی صدی کے لوگ کسی ایک مذہب کی خالص تقلید پر مجتمع نہیں تھے۔

نقل کر کے اس کا یہ مطلب بیان کرتے ہیں۔

شاہ صاحب کی بصیرت افروز تحقیق نے بھی یہی بتایا کہ تقلید کا وجود چوتھی صدی میں بھی نہیں تھا تو معلوم ہوا کہ تقلید پانچویں صدی کی ایجاد ہے ...... تقلید کرنے والے بھائی از راہ انصاف و دیانت غور کریں چار سو سال تک شروع اسلام میں تقلید کا نام و نشان نہ تھا۔

آپ شاہ صاحب کی عبارت میں غور کریں، شاہ صاحب مطلق تقلید کی بات نہیں کر رہے ہیں، بلکہ مذہب واحد کی تقلید کی بات کے بارے میں آپ کا ارشاد ہے کہ اس کا وجود چوتھی صدی میں نہیں تھا۔

پھر تقلید خالص کا لفظ استعمال کر رہے ہیں جس کا مطلب یہ ہے کہ مذہب واحد کی تقلید تو تھی مگر ایسا نہیں تھا کہ جو ایک مذہب پر جم گیا وہ کسی حال میں اور کسی وقت میں

دوسرے مذہب کی کسی مسئلہ میں بھی تقلید نہیں کرتا تھا۔

غرض شاہ صاحب کی عبارت کا مطلب کچھ ہے اور صادق صاحب اس کا مطلب شاہ صاحب کی منشا کے بالکل برخلاف بیان کر رہے ہیں کہ تقلید کا وجود چوتھی صدی میں نہیں تھا بلکہ یہ پانچویں صدی کی ایجاد ہے، جن کو کسی متأخر عالم کی بات سمجھنے کا سلیقہ وصلاحیت نہیں ہے، وہ کتاب وسنت کے سمجھنے کے مدعی ہیں اور کتاب وسنت سے خود استنباط مسائل کر لیں گے۔ واہ رے خوش فہمی۔

میں نے پہلے عرض کیا ہے کہ تقلید کا حکم تو خود کتاب اللہ سے ثابت ہے تو جو حکم کتاب اللہ سے ثابت ہو اس کو بدعت کہنا بہت بڑی بدعت اور گمراہی ہے۔

اسلام کے دور اول میں تقلید ہی نہیں بلکہ تقلید شخصی تھی

غیر مقلدین یہ پروپیگنڈہ بڑے زور و شور سے کرتے ہیں کہ رسول اللہ اور صحابہ کے دور میں تقلید شخصی نہیں تھی، یہ چوتھی صدی کی ایجاد ہے، مگر یہ محض پروپیگنڈہ ہے اور لوگوں کو گمراہ کرنے کا ایک ہتھکنڈہ ہے، یہ ضرور ہے کہ صحابہ کرام کے زمانہ میں جس طرح حدیث کی باقاعدہ تدوین و ترتیب نہیں ہوئی تھی اسی طرح فقہ کی بھی تدوین و ترتیب نہیں ہوئی تھی، اس لئے فقہ کا کوئی مستقل مدرسہ اور اسکول نہیں تھا کہ فقہ کے کسی خاص فکر سے لوگ وابستہ ہوں، مگر اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ دور صحابہ میں تقلید شخصی کا وجود ہی نہیں تھا۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو قاضی ومفتی ومعلم بنا کر یمن بھیجا تھا، تمام اہل یمن حضرت معاذ سے دین سیکھتے اور ان کے فتاوی وفیصلوں پر عمل کرتے اور یہ ثابت نہیں کیا جا سکتا ہے کہ حضرت معاذ کی موجودگی میں یمن میں کوئی دوسرا قاضی ومفتی بھی تھا۔ تو اب بتلایا جائے کہ یمن والے خود آنحضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں حضرت معاذ کی تقلید شخصی کرتے تھے کہ نہیں، اور یمن والوں کی یہ تقلید شخصی آنحضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایماء ورضا سے تھی یا نہیں۔

یہاں یہ بھی ذہن میں رہے کہ اگر یہ تسلیم بھی کر لیا جائے کہ یمن میں دوسرے اصحاب افتار و قضا بھی موجود رہے ہوں تب بھی عقل کا یہی تقاضا ہے کہ یمن کے لوگ اسی سے فتویٰ اور مسائل معلوم کرتے رہے ہوں گے جسے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مفتی قاضی و معلم بنا کر بھیجا تھا اور وہ حضرت معاذؓ تھے، کون ایسا مسلمان ہوگا کہ آنحضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے نامزد اور مقرر کردہ مفتی و قاضی کو چھوڑ کر کسی دوسرے مفتی و قاضی سے دین کی باتیں معلوم کرے گا۔

اگر غیر مقلدین حضرات ذرا بھی انصاف سے کام لیں تو حضرت معاذؓ کے اس واقعہ سے سبق لیکر تقلید اور تقلید شخصی کے خلاف اپنی تمام لن ترانیوں سے توبہ کریں۔ تقلید بری چیز ہوتی یا تقلید شخصی شرک ہوتی یا حرام اور ناجائز ہوتی تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم یمن والوں کو حضرت معاذ کی تقلید شخصی کا امر کیوں فرماتے اور تنہا حضرت معاذ کو یمن بھیج کر تقلید شخصی جیسی بری چیز کا دروازہ کیوں کھولتے۔ خدارا کچھ تو عقل و انصاف سے کام لیجیے۔ جو بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہو اس بات کو بدعت شرک اور حرام اور ناجائز بتلانا کتنی بڑی جرأت گمراہی اور شان رسالت میں گستاخی ہے، افسوس صد افسوس غیر مقلدین اسی قسم کی جرأت اور گستاخی کا نام دین رکھتے ہیں۔

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم تھا، میرے بعد ابو بکر اور عمر کی پیروی کرو ترمذی میں یہ حدیث موجود ہے، اب اللہ کے اس حکم کے پیش نظر اگر کوئی شخص حضرت ابو بکر یا حضرت عمر کی بتلائی دین کی باتوں پر چلتا تو کیا ان کی تقلید شخصی نہ ہوتی، کیا اس حدیث سے صاف یہ نہیں معلوم ہوتا ہے کہ اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کے نزدیک تقلید شخصی بری چیز نہیں تھی، اگر بری چیز ہوتی تو معاذ اللہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کو حکم کیوں دیتے۔

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ جس بات

کو پسند کریں وہی مجھے پسند ہے۔ کیا یہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی تقلید شخصی پر خود آنحضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی صراحت اور نص نہیں ہے؟

آنحضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کے بعد مدینہ کے کچھ لوگوں نے زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا تھا صحابہ کرام کی رائے یہ تھی کہ ان سے اس بارے میں تعرض نہ کیا جائے، تنہا صدیق اکبرؓ نے ان سے قتال کا فیصلہ کیا اور پھر سارے صحابہ نے حضرت ابوبکر کی اس بارے میں تقلید و اتباع کی اور صدیق اکبر کی رائے کو قبول کر لیا۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے انتقال کے بعد حضرت ابوبکر نے محض اپنی رائے سے حضرت عمر فاروق کو خلیفہ بنا دیا، اور حضرت ابوبکر کی اس رائے سے کسی نے اختلاف نہیں کیا۔ سب نے اس بارے میں حضرت ابوبکر کی تقلید و اتباع کی۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تراویح کی نماز باجماعت ایک امام کے پیچھے مقرر فرمادی اور اس وقت موجود کسی نے اس کے خلاف لب نہیں ہلایا، حالانکہ حضرت عمر کا یہ عمل محض ذاتی رائے اور اجتہاد سے تھا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عبداللہ بن مسعود کو کوفہ والوں کے لئے معلم بنا کر بھیجا کہ لوگ ان سے دین حاصل کریں اور کوفہ کی اکثریت حضرت عبداللہ بن مسعود ہی کے فقہ کی پیروی اور ان کی تقلید کرتی رہی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ عمل اس زمانہ کے کسی فرد کو بدعت و شرک نظر نہیں آیا، آنحضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں نماز جنازہ پر چار پانچ سات تکبیریں کہی جاتی تھیں حضرت عمر کے حکم سے صرف چار تکبیر پر اکتفا کیا گیا اور اس کو سب نے حتیٰ کہ غیر مقلدین نے بھی قبول کر لیا، کیا صحابہ کرام نے حضرت عمرؓ کی تقلید نہیں کی اور کیا ساری امت نے اس تقلید کو قبول نہیں کیا؟ آج کسی غیر مقلد کے جنازہ پر بھی چار سے زائد تکبیر نہیں کہی جاتی ہے، آخر اس مسئلہ میں غیر مقلدین نے آنحضور صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے عمل کو کیوں ترک کر دیا۔

غرض آنحضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے لے کر صحابہ کے دور تک تقلید شخصی

اور غیر شخصی دونوں کا عمل مسلسل جاری رہا، اور کسی ایک صحابی یا تابعی سے یہ منقول نہیں ہے کہ غیر مقلدین کی طرح اس نے اس تقلید کو شرک و بدعت قرار دیا ہو۔

آنحضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کے اس عمل کو دیکھتے ہوئے بعد کے غیر مجتہد فقہاء و محدثین مجتہدین و فقہاء محدثین کی تقلید و اتباع کرتے رہے اور پھر جب مذاہب اربعہ کا وجود ہوا اور فقہ باقاعدہ فن کی شکل میں مرتب و مدون ہو گیا تو عامۃ المسلمین نے انھیں چاروں مذاہب میں سے کسی ایک پر عمل کرنا شروع کر دیا، چونکہ دوسرے فقہاء و مجتہدین کے فتاوی و آراء مرتب و مدون نہیں تھے اس لئے لوگوں کا اعتماد انھیں چاروں مذاہب پر رہا۔

چوتھی صدی عیسوی تک بعض دوسرے فقہاء کے مذاہب بھی کہیں کہیں رہے مگر چوتھی صدی کے بعد انھیں چاروں مذاہب کا وجود رہا، یا پھر اہل سنت میں سے کہیں کہیں ظاہریہ تھے مگر بعد میں ان کا وجود بھی ناپید ہو گیا، صرف کتابوں میں ان کا ذکر باقی رہا۔

شیخ الحدیث مولانا صفدر صاحب مدظلہ نے اپنی بے نظیر کتاب الکلام المفید میں تقلید پر نہایت تفصیلی بحث کی ہے، اور اس مسئلہ کے ہر گوشہ پر محققانہ نظر ڈالی ہے، تقلید شخصی کے تسلسل کو بڑی دقت نظر اور جامعیت سے بیان کیا ہے، اس موضوع سے دلچسپی رکھنے والوں کو اس کتاب کا مطالعہ کرنا چاہئے، غیر مقلدین بھی اگر حق و انصاف کی نگاہ سے اس کتاب کو پڑھیں گے تو ان کی آنکھیں روشن ہو جائینگی۔ اور اگر اللہ نے ان میں سے کسی کے لئے بھلائی مقدر فرمائی ہوگی تو اس کی زبان تقلید کے خلاف بند ہو جائے گی۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ تقلید کے خلاف غیر مقلدین حضرات کا سارا شور و غوغا بلا وجہ ہے اور کتاب و سنت پر کم نگاہی کا ثمرہ ہے، تقلید کی مشروعیت خواہ شخصی ہو یا غیر شخصی کا انکار کرنا آفتاب نیمروز کو منہ چڑانا ہے۔

تقلیدِ غیر شخصی کو جائز کہنا اور تقلیدِ شخصی کو ناجائز کہنا جہالت ہے

غیر مقلدین کہتے ہیں کہ تقلیدِ شخصی ناجائز ہے اور تقلیدِ غیر شخصی جس کو یہ لوگ تقلیدِ شرطی بھی کہتے ہیں جائز ہے۔ مولانا صادق صاحب فرماتے ہیں کہ یہ "محل نزاع نہیں ہے۔" (ص ۱۴۰)

غیر مقلدین علماء کی آپ کتابیں پڑھیے یہ مطلق تقلید کو جائز کہیں گے اور تقلیدِ شخصی کو ناجائز یہ غیر مقلدوں کی منطق ہے جو ہمارے سمجھ میں نہیں آتی، کسی بھی پڑھے لکھے آدمی کی سمجھ میں یہ بات نہیں آئے گی۔ مطلق جو چیز ناجائز ہوگی اس کا کوئی فرد جائز کیسے ہوگا اگر تقلید بدعت ہے تو تقلیدِ غیر شخصی بدعت کیوں نہ ہوگی۔

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا بدعت کے بارے میں ارشاد ہے کل بدعۃ ضلالۃ ہر بدعت گمراہی ہے، اگر تقلید بدعت ہے تو اس کا ہر فرد بدعت ہوگا، کوئی فرد جائز نہ ہوگا، تقلیدِ شخصی کو بدعت قرار دینا اور غیر شخصی کو بدعت قرار نہ دینا اور پھر تقلید کے بیان میں مطلق تقلید کو بدعت قرار دینا یہ غیر مقلدین کا گورکھ دھندا ہے۔

اس گورکھ دھندے کو غیر مقلدین حل کر کے اپنی لیاقت و قابلیت کا ثبوت بہم فرمائیں، غیر مقلدوں کا یہ کہنا ایسا ہی ہے کہ مطلق شرک تو ناجائز ہے مگر غیر شخصی جائز ہے اور شخصی ناجائز ہے، یعنی اگر خاص ایک معبود کو اللہ کا شریک قرار دیا جائے تو ناجائز ہے اور چند کو اللہ کا شریک قرار دیا جائے تو جائز ہے۔

غیر مقلدین لاکھ ہاتھ پاؤں ماریں مگر اس کے علاوہ چارہ نہیں کہ مطلق تقلید کی اباحت و جواز کے قائل ہو جانے کے بعد تقلیدِ شخصی کی اباحت و جواز کے وہ قائل ہوں اس کے انکار کی کوئی شکل نہیں ہے۔

میں بتلا چکا ہوں کہ تقلید کا ثبوت فاسئلوا اھل الذکر والی آیت سے بین طور پر ہوتا ہے، تو کیا اب یہ کہا جائے گا کہ اللہ کا یہ حکم ہے کہ دین و شریعت پر

عمل کرنے کے لئے متعدد مفتیوں سے فتویٰ حاصل کرنا ضروری ہے۔ ایک مفتی سے فتویٰ حاصل کرنا حرام ہوگا؟ غیر مقلدین کی منطق تو یہی کہتی ہے۔

تقلید اور اتباع کا مفہوم ایک ہے

غیر مقلدوں کی جب گاڑی پھنستی ہے اور تقلید کا اقرار کئے بغیر چارہ نہیں رہتا تو ٹوٹنکی دکھلاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ قرآن و حدیث میں اتباع کا حکم ہے تقلید کا نہیں، صحابہ کرام آنحضورؐ کی اتباع کرتے تھے تقلید نہیں کرتے تھے، خیر القرون میں اتباع اور اطاعت کا وجود ثابت ہوتا ہے تقلید کا نہیں۔

یہ محض غیر مقلدین کی ٹوٹنکی ہے، سوال یہ ہے کہ جب اللہ کے رسول کی اتباع بلا طلب دلیل صحابہ کرام کرتے تھے تو یہی تو تقلید ہے، یا غیر مقلدین یہ ثابت کر دیں گے کہ رسول اللہ سے صحابہ کرام آپ کے ہر قول و فعل کی دلیل مانگا کرتے تھے۔ میں بتلا چکا ہوں کہ مطاع حقیقی اور آمر حقیقی اور شارع حقیقی اللہ ہے، اللہ کی مرضی کے خلاف اللہ کا رسول کوئی حکم نہیں دیتا۔ تو پھر بتلایا جائے کہ کیا یہ جاننے کے لئے کہ رسول کا فلاں حکم اللہ کی مرضی کے مطابق ہے صحابہ کرام اللہ کے رسول سے کوئی دلیل مانگتے تھے یا آپ کے فرمان پر بے چون و چرا عمل کرتے تھے، یقیناً صحابہ کرام کے عمل کی یہی دوسری شکل تھی، اور جب یہی شکل تھی تو اس کا جو چاہے نام رکھا جائے یہ حقیقت کے اعتبار سے تقلید ہی ہے، نام بدلنے سے حقیقت نہیں بدلتی۔

اسی طرح سے کیا کوئی عقل باور کرے گی کہ حضرت معاذؓ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے جب مفتی و معلم ہو کر یمن پہونچے تو ان کے ہر ہر فتویٰ و قضا کی یمن والے ان سے دلیل طلب کرتے تھے؟ کیا غیر مقلدین کے بس میں ہے کہ اس بات کو وہ دلائل سے ثابت کر دیں؟

مصنف عبد الرزاق مصنف ابن ابی شیبہ وغیرہ احادیث کی کتابوں میں صحابہ کرام

اور تابعین عظام کے ہزاروں فتاویٰ منقول ہیں، صرف مفتیوں کے فتاویٰ ہیں کتاب اللہ وسنت رسول اللہ سے ان کے فتاووں کے ساتھ ان کی دلیلیں نقل نہیں کی گئی ہیں، ایسا کبھی تھا ہی نہیں کہ ہر مفتی و مجتہد کے لئے اپنی بات کی کتاب وسنت سے دلیل کا ذکر کرنا ضروری ہو، فتاویٰ کتاب وسنت کی روشنی میں دیئے جاتے تھے مگر ہر ہر فتویٰ اور ہر ہر قول کی کتاب وسنت سے دلیل ذکر کرنے کو کوئی ضروری نہیں سمجھتا تھا، نہ اس زمانہ میں یہ ضروری تھا اور نہ آج ضروری ہے اس لئے کہ عوام کو دلائل کی نہیں مسائل کی ضرورت ہے، دلائل کا سمجھنا ہر عامی کے بس میں بھی نہیں ہوتا، شیخ ابن باز غیر مقلدوں کے بہت بڑے عالم ہیں، اخبار العالم الاسلامی میں ان کے فتاویٰ چھپتے ہیں لیکن سیکڑوں فتوے ایسے ہیں جن کی شیخ کتاب وسنت سے دلیل ذکر نہیں کرتے اور غیر مقلدین بلا چون وچرا اور بلا دلیل ان فتووں پر ایمان لاتے ہیں۔

غرض غیر مقلدوں کا یہ فریب کہ اتباع تو جائز ہے اور تقلید حرام اور شرک ہے کسی پڑھے لکھے آدمی پر نہیں چل سکتا، اس سے جاہل غیر مقلدوں ہی کو بہلایا اور بہکایا جا سکتا ہے پڑھے لکھے لوگوں کو دھوکا نہیں دیا جا سکتا، اور جب یہ بات ہے کہ فتاویٰ کے ساتھ دلائل کا ذکر ضروری نہیں ہے تو مولانا صادق سیالکوٹی کی یہ بات قطعاً غلط ہے کہ

"اقوال کو حدیث پر پیش کرو" (ص ۱۴۱)

اور یہ بھی غلط ہے کہ

"مسلمان بھائیو یاد رکھو دین کا ہر مسئلہ قرآن وحدیث کی دلیل سے مانو اور پھر عمل کرو" (ص ۱۴۲)

کیا غیر مقلدین عوام نماز روزہ، حج زکوٰۃ، نکاح و طلاق وغیرہ شرعی مسائل پر قرآن وحدیث سے دلیل معلوم ہی کر کے عمل کرتے ہیں، عوام کو چھوڑیئے کیا ان کے تمام علماء تمام مسائل شرعیہ کی دلیل سے واقف ہی ہو کر اس پر عمل کرتے ہیں۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ تو نا واقفوں کو اس کا مکلف بناتا ہے کہ علماء سے مسئلہ

پوچھو اور عمل کرو اور آپ اللہ کے حکم کے خلاف تمام مسلمانوں کے لئے مسائل کے دلائل معلوم کرنے کو بھی ضروری قرار دیتے ہیں، اور دعویٰ ہے کہ ہم لوگوں کو سبیل الرسول پر چلانا چاہتے ہیں، دین میں جو سہولت ہے اس کا دروازہ آپ بند کر دینا چاہتے ہیں اور وہ بھی صرف مقلدین کے لئے، اپنے لوگوں کیلئے نہیں، ذرا جائزہ لے لیجئے اپنی جماعت کے عوام اور علماء کا اور سچ سچ بتلائیے کہ یہ لوگ دینی وشرعی مسائل میں سے ہر ہر مسئلہ کی دلیل سے واقف ہیں ؟ ۔

محمدی کیوں نہیں کہلواتے ؟

مولانا صادق صاحب نے یہ عنوان قائم کیا ہے، مقصود ان کا یہ ہے کہ مقلدین اپنے کو حنفی اور شافعی مالکی اور حنبلی کیوں کہتے ہیں، محمدی کیوں نہیں کہتے، اس کا جواب یہ ہے کہ آپ تو ماشاء اللہ محمدی کہلاتے ہیں، اور یہ نام رکھ کر سینہ پھلائے ہوتے ہیں، کتاب وسنت سے اس کی دلیل پیش کر دیں کہ اللہ یا اللہ کے رسول نے محمدی نام رکھنے کا حکم دیا ہے ؟ آپ کا تو ہر عمل کتاب وسنت کی دلیل سے ہوتا ہے، کتاب وسنت سے محمدی نام رکھنے کا خدا اور رسول کا حکم پیش کر دیجئے، تمام مقلدین اپنا نام محمدی رکھ لیں گے ۔

مقلدین حنفی اور شافعی وغیرہ نام شرعی مسئلہ سمجھ کر نہیں رکھتے صرف اپنی پہچان کیلئے رکھتے ہیں، اپنی پہچان کیلئے ہم جو چاہیں نام رکھیں ہمارے ناموں سے آپ کی پیشانی کیوں شکن آلود ہوتی ہے ۔ آپ تجاہل عارفانہ نہ برتیں آپ کو خوب معلوم ہے کہ حنفی شافعی اپنا نام حنفی وشافعی کیوں رکھتے ہیں، آپ خود فرماتے ہیں ۔

یہ ان کی شاگردی کی نسبتیں تھیں امام ابو حنیفہؒ کے درس کے تلامذہ حنفی کہلانے لگے اور امام شافعی کے شاگرد شافعی مشہور ہو گئے جیسے علی گڈھ یونیورسٹی کے سند یافتہ علیگ کہلاتے ہیں، دیوبند کے دیوبندی (صـ۱۵)

جب آپ کو حنفی وشافعی کہلانے کی وجہ معلوم تھی تو آپ کو تجاہل عارفانہ برتنے کی

کیا ضرورت تھی؟ معلوم بات کو معلوم کرنا یہ علم ہے یا جہالت، عقلمندی ہے یا سفاہت۔

مقلد فقہی تعریف کے لحاظ سے بے علم ہے

حکیم صاحب فرماتے ہیں:

مقلد فقہی تعریف کے لحاظ سے بے علم ہے۔ (ص۱۵۱)

اور غیر مقلد فقہی تعریف کے اعتبار سے باعلم، اور انہیں باعلم لوگوں میں سے ایک مولانا مبارکپوری تحفۃ الاحوذی والے بھی ہیں جنہوں نے ایک مقلد حافظ ابن حجر کی تحقیق سے تحفۃ الاحوذی کی چاروں جلدوں کو پاٹ رکھا ہے، ایک غیر مقلد باعلم کو ایک مقلد بے علم کی تحقیقات سے کیا لینا دینا تھا، ایک باعلم ایک بے علم کی تحقیقات کا کیوں محتاج بنا رہا۔

حکیم صاحب کی عقل و خرد کا تماشا غیر مقلدین بھی دیکھیں

حکیم صاحب فرماتے ہیں:

یہ ہے بوقت لاعلمی تقلید شرعی عامی کی جس سے کسی کو انکار نہیں، خدا نے فرمایا ہے فاسئلوا اهل الذکر ان کنتم لا تعلمون اگر تم بے علم ہو تو اہل علم سے پوچھ لو۔

پس تقلید کو بے علمی لازم ہوئی، تو بے علم مقلد ہو سکتا ہے علم والا نہیں۔

یعنی حکیم صاحب فرمانا چاہتے ہیں خدا نے فاسئلوا والی آیت میں صرف مقلدین سے خطاب کیا ہے، غیر مقلدوں سے نہیں، اس لئے کہ مقلد ہی جاہل ہوتا ہے اور سوال کی جاہل ہی کو ضرورت پڑتی ہے، تو اس آیت میں خطاب بھی صرف مقلدوں سے ہے غیر مقلدوں سے نہیں۔ ماشاء اللہ تمام غیر مقلدین ترک تقلید کے طفیل اہل علم ہو جاتے ہیں، تو پھر انہیں سوال کرنے کی ضرورت ہی کیا ہے؟

یہ ہے حکیم صاحب نور اللہ مرقدہ کے اسی کلام ذیشان کا حاصل، جو حکیم صاحب کی

قابلیت وعلمی صلاحیت وکتاب وسنت کی معرفت اوران کے غیر مقلدین کو کھول کھول کر اور علی الاعلان اور پکار پکار کر بیان کر رہا ہے۔

برادران غیر مقلدین حکیم صاحب کی اس قابلیت کی ضرور داد دیں گے، ہم تو صرف یہ کہہ کر خاموش ہو جاتے ہیں۔ .. مجتہد صاحبوں کے کیا کہنے۔

حضرات۔ غیر مقلد عالم وقابل مولانا حکیم صادق سیالکوٹی کی علم وبصیرت سے بھری بات تو آپ نے سن لی۔ مگر شاید حکیم صاحب کو پتہ نہیں چلا کہ .. چلی تھی کس پہ یہ برچھی کس کے آن لگی۔ حکیم صاحب نے تو اپنی خداداد قابلیت کی برچھی چلائی تھی حنفیوں کو زخم پہونچانے کے لئے، مگر غیر شعوری طور پر وہ خود کو زخمی کر گئے، اس لئے کہ فاسئلوا اھل الذکر کے سلسلہ میں ان کی اس تقریر دلپذیر کا حاصل یہ نکلا کہ آنحضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اور نزول وحی کے وقت مقلدین کا ایک گروہ تھا، اور آیت میں انھیں مقلدین جاہلین سے خطاب ہے کہ تم اہل علم سے سوال کر لیا کرو، پس غیر مقلدین کی یہ بات ہوا ہی اڑگئی کہ تقلید کا وجود چوتھی صدی ہجری میں ہوا۔ خود حکیم صاحب نے غیر شعوری طور پر اعتراف کر لیا کہ تقلید خود آنحضور کے زمانہ میں تھی اور صحابہ کی ایک جماعت مقلدین کی تھی، اسی کو کہتے ہیں کہ حق اپنے آپ کو خود ہی منوا لیتا ہے۔

چٹکیاں لیتی ہے فطرت چیخ اٹھتا ہے ضمیر
کوئی کتنا ہی حقیقت سے گریزاں کیوں ہو

تقلید واجب ہے یا نہیں

آپ نے ابھی ارشاد خداوندی سنا کہ اللہ بندوں کو امر فرماتے ہیں کہ فاسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون کہ جو ناواقف کار ہیں وہ واقف کاروں سے دین کی باتیں معلوم کریں، یہ خداوند قدوس کا امر اور حکم ہے اور امر اور حکم کی حقیقت وجوب ہوتی ہے۔ تو پھر اس آیت کے پیش نظر شرعی حکم یہ ہوا کہ ناواقفوں کو واقفان شریعت

سے شرعی مسائل معلوم کرنا ضروری ہے۔ یعنی علماء اور واقفان شریعت جو مسئلہ بتلائیں اس مسئلہ میں ان کی بات کا ماننا ضروری ہے، ورنہ سوال کا مقصد ہی فوت ہو جائیگا۔

غرض یہ آیت وجوب تقلید کو صراحت سے بتلا رہی ہے، اس لئے مطلق تقلید کے وجوب کا انکار کرنا قطعاً باطل ہے۔

غیر مقلدین کہتے ہیں کہ تقلید شخصی کے وجوب پر کتاب و سنت سے کوئی دلیل نہیں، یہ ان کی خواہ مخواہ کی کج بحثی ہے۔ اس آیت کریمہ میں مطلق تقلید کے وجوب کا حکم ہے۔ اور یہی وجوب کا حکم منجر ہوگا تقلید کے تمام افراد میں خواہ شخصی ہو یا غیر شخصی، مثلاً چند علماء کسی بستی میں ہوں، اور ہمیں یہ معلوم ہو کہ فلاں سے اگر مسئلہ معلوم کیا جائے تو ہماری صحیح رہنمائی ہوگی تو اب ہمارے لئے ضروری ہے کہ اس فلاں متعین ہی سے مسئلہ معلوم کریں۔ یا مثلاً کسی بستی میں صرف ایک صاحب علم و ماہر شریعت ہو تو بستی والوں کو اسی سے مسئلہ معلوم کرنا ضروری ہوگا۔ غرض تقلید کا اقرار کر لینے کے بعد اور اس کی مشروعیت کے قائل ہو جانے کے بعد شخصی اور غیر شخصی کی تقسیم کا گورکھ دھندا پھیلا کر کے ایک کو جائز قرار دینا اور دوسرے کو ناجائز یہ حماقت اور جہالت کی بات ہے، جس کا زبان سے نکالنا اہل علم کی شان نہیں ہے۔

حکیم صاحب نے اپنی اس کتاب میں مولانا یوسف جے پوری کی کتاب حقیقۃ الفقہ سے تقلید اور مقلدین کے سلسلہ کے بہت سے اقتباسات نقل کئے ہیں، مگر ہمارے نزدیک حقیقۃ الفقہ نہایت ناکارہ اور جہالت کا پشتارہ کتاب ہے، اور اس کا مصنف علم و خرد سے بیگانہ عجیب شخص ہے، ہم نے اس کو نہایت تفصیل کے ساتھ اپنے مضمون حقیقۃ الفقہ پر ایک نظر میں ظاہر کر دیا ہے، اس وجہ سے ہم اس کتاب کے اقتباسات سے یہاں کوئی تعرض نہیں کرنا چاہتے۔ حقیقۃ الفقہ کے مصنف کا دجل و فریب سے اہل علم آگاہ ہیں اور روز قیامت وہ خود اس کا حشر دیکھ لے گا۔

احناف کی کتابوں کے خلاف حکیم صادق کی بکواس

حقیقۃ الفقہ کی نقالی میں صادق سیالکوٹی صاحب نے احناف کی کتب فقہ کے خلاف بھی اپنی دل کی بھڑاس نکالی ہے کہ یہ کتابیں امام ابوحنیفہ کے ہاتھ کی لکھی ہوئی نہیں اس وجہ سے ان کتابوں میں جو امام صاحب کی طرف منسوب مسائل ہیں یہ ان کے مسائل نہیں ہیں، فرماتے ہیں۔

. فقہ حنفیہ کی کتابیں بھی حضرت امام صاحب نے نہیں لکھی ہیں بلکہ صدہا سال بعد میں لکھی گئی ہیں اور ان کے مندرجات کو امام صاحب کے ذمہ لگا دیا گیا ہے : (ص ۱۴۷)

اگر اسی طرح کسی فقہ کو غلط بتلایا جائے گا تو پھر امام ابوحنیفہ کیا کسی کو بھی فقہ قابل اعتبار نہیں قرار پائے گا، اور صرف انھیں کتابوں کے مسائل ائمہ کے قرار پائیں گے جو براہ راست انھوں نے اپنے ہاتھ سے تصنیف کی ہوں، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی فقہ میں کوئی کتاب نہیں۔ امام احمد بن حنبل کی فقہ میں کوئی کتاب نہیں، تو کیا المدونہ، الکافی وغیرہ میں جو مالکیہ کے مسائل ہیں ان کا انتساب امام مالک کی طرف ان کی ذات پر افترا ہے۔ اسی طرح کیا المغنی لابن قدامہ میں حنابلہ کے جو مسائل ہیں وہ بھی امام احمد بن حنبل کی ذات کے ذمہ لگا دیئے گئے ہیں۔

کسی صحابی کے بارے میں ثابت نہیں کیا جا سکتا کہ اس نے اپنے ہاتھ سے فقہ و مسائل کی کوئی کتاب لکھی ہو تو کیا ان صحابہ کرام کے دوسروں کی کتابوں میں جو فتاویٰ اور اقوال موجود ہیں یہ سب ان صحابہ کرام کی ذات پر افتراء ہیں۔

حکیم صاحب احناف کی دشمنی میں پاگلوں جیسی باتیں کرتے ہیں اور اس پاگل پن کے باوجود ان کو شوق ہوا ہے کہ دوسروں کو سبیل الرسول دکھائیں۔

اگر حکیم صاحب کو معلوم نہیں ہے تو معلوم ہو ورنہ اہل علم جانتے ہیں کہ

ائمہ ومحدثین کے تلامذہ ان کے فتاویٰ اوران کے اقوال اپنی اپنی کتابوں میں درج فرماکر محفوظ فرماگئے ہیں۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے اصحاب میں یہ کام بطورخصوص امام ابویوسف امام محمد نے انجام دیا ہے، اوران کی یہ کتابیں آج دنیا میں موجود ہیں۔

حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے تلامذہ آپ کی مجلس میں حاضر ہوتے، مسائل پر بحث ہوتی پھر جس پر مسئلہ پر فیصلہ ہوتا اس کو حضرت امام کے حکم سے ان کے تلامذہ اسکو ضبط کرلیتے۔

خطیب بغدادی کا یہ بیان حکیم صاحب اوران کے حواریین ذرا غور سے سنیں۔

۔ امام صاحب کے بعض تلامذہ جوان سے مسائل میں بحث ومباحثہ کرتے تھے حضرت امام ابویوسف، امام زفر، داؤد طائی، اسد بن عمر، عافیہ قاسم بن معن، علی بن مسہر، مندل بن علی اور حبان بن علی تھے، ہر مسئلہ میں خوب بحث ہوتی، عافیہ اگر نہ شریک رہے تو ان کا انتظار ہوتا اوران کے آنے کے بعد وہ مسئلہ ان کے سامنے بھی پیش کیا جاتا اگر اس سے وہ بھی اتفاق کرلیتے تو امام ابوحنیفہ فرماتے اب اس مسئلہ کو لکھ لو اور اگر عافیہ کا اتفاق نہ ہوتا تو امام صاحب اس کو لکھنے سے روک دیتے۔

(تاریخ بغداد ص ۳۰۸ ج ۱۴)

غیرمقلدین تاریخ بغداد سے صرف وہی باتیں نقل کرکے اس کا خوب چرچا کرتے ہیں جو حضرت امام اعظم کی مذمت میں ہوتی ہیں اور جن سے ان کی خبیث طبیعت تسکین پاتی ہے، اور وہ باتیں جن سے امام ابوحنیفہ کا مقام اور فقہ کی قدر وقیمت معلوم ہوتی ہے اس سے وہ اندھے بن جاتے ہیں۔

بہرحال حکیم صادق صاحب کا فقہ حنفی کے خلاف یہ پروپیگنڈہ کرنا احناف کی کتابوں میں جو مسائل ہیں وہ امام کے ذمہ مڑھ دیئے گئے ہیں حقیقتاً وہ امام صاحب کے مسائل نہیں ہیں نرا پروپیگنڈہ ہی ہے اور نہایت جہالت کی بات ہے، اہل علم کے نزدیک

اس طرح کی باتوں کی کوئی اہمیت اور قیمت نہیں ۔

حکیم صادق سیالکوٹی نے بھی دیگر علمار غیر مقلدین اور خاص طور سے حقیقۃ الفقہ کے مصنف مولانا محمد یوسف جے پوری کی تقلید میں دکھلانے کے لئے کہ فقہ حنفی کے مسائل احادیث کے خلاف ہیں، اپنی کتاب میں ایک عنوان یہ بھی قائم کیا ہے ۔

۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی احادیث سے اختلاف ۔

اس کا جواب یہ ہے کہ غیر مقلدین میری کتاب ،مسائل غیر مقلدین کتاب وسنت اور مذہب جمہور کے آئینہ میں ، پڑھ لیں ، معلوم ہو جائے گا کہ فقہ حنفی کے مسائل احادیث کے خلاف ہیں یا غیر مقلدین کے اس فقہ کے مسائل احادیث ، کتاب اللہ اور مذہب جمہور کے خلاف ہیں جس کی ایجاد دور برطانوی میں مسلمانوں میں انتشار وافتراق پیدا کرنے کیلئے باشارہ گورنمنٹ برطانیہ ہوئی تھی ۔

کیا فقہ حنفی کے مسائل حدیث کے خلاف ہیں ؟

غیر مقلدوں کو پروپیگنڈہ کے فن میں خوب مہارت ہے، ایک ہی بات کو پچاس مرتبہ دھرائیں گے اور اس انداز سے کہ وہ بالکل نئی تحقیق معلوم ہو ، غالباً چبائے ہوئے لقمہ کو چبانے میں ان کو بڑا مزہ آتا ہے ۔

حنفی فقہ کی کتابوں سے چند مسئلے یہ ذکر کر کے اس کے بالمقابل ان احادیث کو ذکر کر دیں گے جن سے بظاہر یہ معلوم ہو کہ فقہ حنفی کے یہ مسائل ان احادیث کے خلاف ہیں ، اور عالم یہ ہو گا کہ نہ فقہی مسائل بیان کرنے میں دیانت سے کام لیں گے اور نہ احادیث ذکر کرنے میں امانت داری کو کام میں لائیں گے ۔

حکیم صادق سیالکوٹی نے جن مسائل کو یہاں ذکر کیا ہے، اس کی حقیقت سے آپ بھی واقفیت حاصل کیجئے ۔

(۱) فرمایا جاتا ہے کہ فقہ حنفی میں ہے کہ برتن میں اگر کتا منہ ڈال دے تو اسکو

تین بار دھوئے جب کہ حدیث میں سات بار دھونے کا حکم ہے۔

حکیم صاحب نے نہایت دیانت داری سے کام لے کر فقہ حنفی کا مسئلہ بھی غلط بیان کیا ہے اور حدیث بیان کرنے میں بھی خیانت سے کام لیا ہے، حرف شکوہ کا کوئی دیکھے کتے کے جوٹھے برتن کو تین بار، پانچ بار، سات بار اور سات کے ساتھ ایک دفعہ مٹی سے بھی دھونے کا ذکر ہے۔ مگر حکیم صاحب نے صرف یہ بتلایا ہے کہ احادیث میں صرف سات بار دھونے کا بیان ہے، چونکہ اس بارے میں احادیث مختلف ہیں اس وجہ سے احناف نے تمام احادیث کو سامنے رکھ کر تین بار دھونے کو ضروری، سات بار دھونے کو مستحب اور ایک دفعہ مٹی سے دھونے کو اولیٰ اور افضل بتلایا ہے۔ اس طرح تمام احادیث پر عمل ہو جاتا ہے۔ اگر غیر مقلدین کی بات مان لی جائے تو صرف سات بار والی حدیث پر عمل ہوگا بقیہ ساری حدیثوں کو چھوڑنا پڑے گا۔

اب قارئین خود فیصلہ کریں کہ احادیث کے موافق احناف کا عمل ہے جس سے تمام احادیث پر عمل ہو جائے، یہ بہتر ہے کہ صرف ایک حدیث پر عمل کر کے بقیہ اس مسئلہ کی دوسری احادیث کو ترک کر دیا جائے یہ بہتر ہے۔

(۲) حکیم صاحب فرماتے ہیں کہ حدیث میں بیت اللہ کی چھت پر نماز پڑھنے کی ممانعت آئی ہے۔ اور ہدایہ میں ہے کہ جازت صلوتہ، یعنی نماز جائز ہو جائے گی۔

حکیم صاحب نے نہایت دیانتداری سے کام لے کر ہدایہ کا پورا مسئلہ نہیں بیان کیا۔ ہدایہ میں لکھا ہے۔

الا انہ یکرہ لما فیہ من ترک التعظیم وقد ورد النھی عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم (یعنی نماز اگرچہ ہو جائیگی) مگر بیت اللہ کی چھت پر نماز پڑھنا مکروہ ہے[۱] اس لئے کہ اس میں ترک تعظیم ہے، اور اس بارے میں

---

(۱) مکروہ سے مراد مکروہ تحریمی ہے جب فقہاء مطلق مکروہ کا لفظ استعمال کرتے ہیں تو احناف کے نزدیک مکروہ تحریمی ہی مراد ہوتا ہے

آنحضورؐ سے نہی بھی وارد ہے۔

دیکھئے ۔ یہ کیورا مسئلہ کیا ہے اور حکیم صاحب خیانت سے کام لے کر صرف آدھا مسئلہ بیان کر رہے ہیں اور نام اپنا ۔ لکھے ہوئے ہیں صادق ۔

کسی چیز کے محض جائز ہونے سے اس کا مسنون ہونا ثابت نہیں ہوتا ۔ بھوک سے جو مر رہا ہو ، قرآن میں ہے کہ اس کے لئے مردار کھانا جائز ہے ، شراب پینا جائز حتیٰ کہ سور کا گوشت بھی حلال ہے ۔ اب اگر کوئی حکیم صادق جیسا سر پھرا ہو تو اسلام کے خلاف وہ غلط پروپیگنڈہ کرے گا کہ دیکھو اسلام میں اور قرآن میں مردار اور شراب اور سور حلال ہے ۔ مگر جو شریعتِ اسلامیہ کے واقف کار ہوں گے وہ اس طرح کی باتوں پر کان نہیں دھریں گے ۔

اگر کوئی شخص نجاست لگے کپڑے میں نماز پڑھ لے تو غیر مقلدین کے نزدیک نماز جائز ہو جاتی ہے ۔ کافر کے پیچھے بھی نماز جائز ہو جاتی ہے ۔ غیر مقلدین براہ کرم ان دونوں مسئلوں کی دلیل قرآن و حدیث سے دیں ۔

غیر مقلدین فقہ حنفی کی باریکی کیا جانیں اور وہ جان بھی نہیں سکتے ۔ امام ابو حنیفہ کی وسعت نظر اور فقہ حنفی کی دقتوں کو پہونچنا ہر کس و ناکس کا کام نہیں ہے ۔ احادیث کے سلسلہ میں امام اعظم رحمہ اللہ کا تورع اور احتیاط اور ان کے درجے و مقام کے لحاظ سے ان سے مسائل کا استنباط اور ان کی پوری پوری رعایت یہ صرف امام ابو حنیفہ امام اعظم جماعت فقہاء کے سرتاج ۔ نازش گروہ محدثین کا کام تھا ۔ غیر مقلدین کے عقل و فہم کی رسائی ہزار جتن کے باوجود بھی وہاں تک نہیں ہو سکتی ۔

اب اسی مسئلہ میں دیکھئے ، کسی چیز کے مطلق حرام قرار دینے کے لئے دلیل قطعی یا کم از کم حدیث صحیح چاہئے ، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی خانہ کعبہ کی چھت پر نماز پڑھنے سے ممانعت والی حدیث نہ قطعی ہے نہ صحیح ہے ، امام ترمذی اس حدیث کو ذکر کر کے فرماتے ہیں ۔

حدیث ابن عمر اسنادہ لیس بذالک القوی

یعنی حضرت عبد اللہ بن عمر کی روایت کی سند قوی نہیں ہے۔

جب یہ حدیث قوی نہیں ضعیف ہے تو ضعیف حدیث سے کسی چیز کو قطعی حرام قرار دینا یہ حد سے تجاوز کرنا ہے، اس لئے کہ ضعیف حدیث اس مقام و مرتبہ کی نہیں ہوتی ہیں کہ ان سے کسی چیز کی قطعی حرمت ثابت کی جائے اس کے لئے جیسا کہ عرض کیا گیا۔ قطعی دلیل یا کم از کم صحیح حدیث کا ہونا ضروری ہے۔ مگر ممانعت کا حکم بھی بہرحال ہے اگرچہ ضعیف حدیث ہی میں سہی تو امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث پیش نظر کہ یہ حدیث بھی ملغیٰ نہ ہو معمول بہ رہے یہ فرمایا کہ عام حالات میں کعبہ کی چھت پر نماز پڑھنا مکروہ ہے، لیکن اگر کسی نے پڑھ لیا تو نماز ہو جائے گی۔

غیر مقلدین حدیث کے بارے میں امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے اس تورع احتیاط دقت نظر اور پھر عمل بالحدیث کے جذبہ کو دیکھیں اور انصاف سے کام لے کر بتلائیں کہ کیا ان امور میں امام ابو حنیفہ کے مقام و مرتبہ تک کسی اور کی رسائی ہو سکتی ہے۔ منہ پھاڑ کر اعتراض کرنا بڑا آسان ہے اور فقہ حنفی کو سمجھنا بہت مشکل ہے۔ اس کے لئے علم و معرفت وسیع مطالعہ کے ساتھ نور باطن اور فراست ایمانی کی ضرورت ہے، اور افسوس کہ غیر مقلدین کو یہی چیزیں حاصل نہیں۔

عورت کا عورت کیلئے امام ہونا

(۲) حکیم صاحب فرماتے ہیں کہ حدیث میں ہے کہ عورتیں اپنی جماعت کریں اور فقہ حنفی میں اس کو مکروہ کہا گیا ہے۔ (ص ۱۸۴)

اس کے بعد حکیم صاحب نے بڑے دردمندانہ لہجہ میں فرمایا ہے:

"سوچو تو سہی حدیث کی برابری کتنی بری چیز ہے"

حکیم صاحب نے اس مسئلہ کو ایسا بیان کیا ہے کہ گویا صحابہ کرام کے دور میں اور اس

سے پہلے آنحضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں اس پر برابر عمل ہوتا رہا ہے جب کہ صورت حال یہ ہے کہ آنحضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ کے زمانہ میں استمرار کے ساتھ اس پر عمل نہیں تھا اگر کبھی کبھی آنحضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کو اس کی اجازت دے رکھی تھی تو اس کا مقصد صرف اتنا تھا کہ اگر عورتیں ایسا کریں تو ان کی نماز باطل نہیں ہوگی جائز ہوگی۔ اگر اس کبھی کبھار والے عمل کو کوئی شخص مستقل سنت سمجھتا ہے تو اسکو اپنے دماغ کا علاج کرانا چاہیے"۔

حکیم صاحب نے ہدایہ کا مسئلہ پورا نہیں بیان کیا ہے۔ دیکھئے ہدایہ میں صاف لکھا ہے۔

وان فعلن قامت الامام وسطهن یعنی اگر عورتیں خود جماعت کریں تو جو عورت امام ہو اس کو بیچ صف میں کھڑا ہونا چاہئے۔

یعنی ہدایہ میں صاف لکھا ہے کہ اگر عورتیں ایسا کریں تو ان کی نماز درست ہوگی اور انکی نماز باجماعت کا طریقہ بھی بتلایا ہے۔ مگر حکیم صاحب نے ازراہ دیانت ہدایہ کا صرف آدھا مسئلہ ذکر کیا

نابالغ کی امامت

(۳) حکیم صاحب فرماتے ہیں کہ حدیث میں ہے کہ نابالغ بچہ بالغ کی امامت کر سکتا ہے، مگر فقہ حنفی میں اس کو ناجائز کہا گیا ہے۔

حکیم صاحب کا اگر مطالعہ وسیع ہوتا تو اس بات کو صرف فقہ حنفی کی طرف منسوب نہ کرتے، اور ان کو معلوم ہوتا کہ یہی جمہور ائمہ کا مذہب ہے، صحابہ کرام میں سے حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اور تابعین میں سے حضرت عطاء، حضرت مجاہد، امام شعبی، وغیرہ اور ائمہ اربعہ میں سے امام ابوحنیفہ امام مالک امام احمد سب کا یہی مذہب ہے۔ اور جس حدیث سے غیر مقلدین اس مسئلہ میں حجت

پڑتے ہیں اس کے بارے میں امام احمد فرماتے تھے کہ یہ حدیث ضعیف ہے کبھی کہتے کہ یہ کوئی چیز نہیں ہے، کبھی فرماتے کہ مجھے پتہ نہیں یہ کیا ہے۔ تفصیل کیلئے میری کتاب "مسائل غیر مقلدین" کا مسئلہ نمبر ۳۱ دیکھئے۔

ہبہ کی ہوئی چیز کا مسئلہ

حکیم صاحب فرماتے ہیں کہ حدیث میں ہبہ کی ہوئی چیز کے واپس لینے سے منع کیا گیا ہے، اور فقہ حنفی میں ہے کہ کسی غیر آدمی کو کوئی چیز دیکر واپس لیا جا سکتا ہے۔
بڑی مشکل یہ ہے کہ غیر مقلدین کو شریعت کے مسائل معلوم نہیں ہوتے ہیں۔ فقہ کی باریکیوں سے وہ واقف نہیں ہوتے، احادیث کے ظاہری الفاظ کو دیکھ کر سطحی فیصلہ کرتے ہیں، انہیں اس کا پتہ ہی نہیں ہوتا کہ حدیث میں کون سا حکم قانونی ہے اور کون سا حکم اخلاقی ہے۔ نہی کا حکم تحریمی ہے یا تنزیہی ہے، مثبت کسی چیز کے امر یا نہی کا کیا ہے، ان سب سے یہ جاہل ہوتے ہیں۔ اور جرأت کا عالم یہ ہوتا ہے کہ فقہاء اور محدثین کے سامنے زبان درازی کرتے ہیں۔ اب اسی مسئلہ میں دیکھئے۔ فقہ کی یہ جو بات حکیم صادق نے لکھی ہے کہ اجنبی کو ہبہ دے کر اس سے اس کو واپس لیا جا سکتا ہے۔ یہ شریعت کا قانون بیان کیا جا رہا ہے، یعنی اگر ایسا کوئی کرے تو کر سکتا ہے، اور واپس لی ہوئی چیز کا وہ قانونًا مالک ہوگا، اس کا استعمال کرنا جائز ہوگا۔

اور حدیث میں جو ممانعت ہے، اس کا تعلق اسلامی اخلاق سے ہے یعنی اخلاق کا تقاضا یہ ہے کہ اگر تم نے کسی کو کوئی چیز دے دی تو اسے واپس لینا مناسب نہیں ہے، یہ گندی حرکت ہے، ایسی گندی حرکت کہ جیسے کوئی قے کرکے اس کو چاٹ لے، اور یہ جو حدیث کا حکم ہے اس کا احناف ہی نہیں ہر مسلمان معترف ہے، سب کے نزدیک اس قسم کی حرکت نامرضی و ناپسندیدہ ہے، کسی کو اس حدیث کا انکار نہیں، لیکن حکیم صاحب زبردستی احناف کے خلاف الزام تراشی پر اترے ہوئے ہیں۔

پہلے اس اللہ کے بندے کو کسی حنفی عالم سے ہدایہ کا مسئلہ کر لینا چاہئے تھا، کسی حنفی دیوبندی عالم سے حدیث کا مطلب سمجھنا چاہئے تھا۔ بلا سمجھے بوجھے اعتراض کرنا دیوانگی اور بیوقوفی ہے۔

ناظرین آپ اس کو یوں سمجھیں کہ قرآن میں ہے کہ اگر تم سے کسی نے قرض لیا ہے اور اس کو ادائیگی قرض میں کچھ پریشانی ہو رہی ہے، تو قرض کی ادائیگی کے لئے مہلت بڑھا دو، یہ قرآن کا حکم ہے، مگر اس کا تعلق اخلاق سے ہے یہ کوئی قانون شرعی نہیں ہے، یعنی تمہاری مروت اور اسلامی اخلاق کا تقاضا ہے کہ اس کی سہولت کے لئے ایسا کرو، اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ تمہیں ایسا کرنا واجب اور ضروری ہے۔ کتاب وسنت میں بہت سے احکام ایسے ہیں جن کا تعلق اخلاقیات سے ہے، قانون سے نہیں ہے، اور اس فرق کو فقہاء خوب سمجھتے ہیں، غیر مقلدین اور ظاہر پرستوں کو اللہ نے اس نعمت سے محروم رکھا ہے، اس لئے ان کیلئے بہتر ہے کہ رفع یدین اور آمین بالجہر کرتے رہیں فقہ کے دوسرے مسائل سے تعرض کر کے اپنے کو تماشا نہ بنائیں۔

خود صاحب ہدایہ نے اس مسئلہ کو صاف کر دیا ہے۔ فرماتے ہیں۔

وقوله في الكتاب فله الرجوع لبيان الحكم اما الكراهة فلازمة لقوله عليه السلام العائد في هبته كالعائد في قيئه وهذا لاستقباحه ۔

یعنی متن میں جو رجوع کر لینے کا مسئلہ بیان کیا گیا ہے وہ اصل حکم کا بیان ہے، لیکن اس قانونی حکم کے باوجود ایسا کرنا لازمی طور پر مکروہ ہے اسلئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ہبہ کر کے اسکو واپس لینے والا ایسا ہے کہ کسی نے قے کر کے دوبارہ اس میں منہ ڈال لیا ہے، آپ کا یہ فرمان اس رجوع کی برائی بیان کرنے کیلئے ہے۔

آپ غور فرمائیں کہ ہدایہ کا مسئلہ کس طرح کا ہے اور حکیم صاحب نے غیر مقلدانہ ادا سے کام لے کر اس مسئلہ کو کس انداز سے ذکر کیا ہے ۔

صاحب ہدایہ کے سامنے اس مسئلہ کی مختلف احادیث ہیں، ان تمام احادیث کو سامنے رکھ کر ایک معتدل فیصلہ کیا گیا ہے۔ تاکہ تمام حدیثوں کی رعایت رہے، مگر یہی ہنر حکیم صاحب کے نزدیک صاحب ہدایہ کا عیب بن گیا ہے۔

فالی اللہ المشتکیٰ

استسقاء کی نماز

حکیم صاحب فرماتے ہیں کہ حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز استسقاء جماعت سے پڑھا لیکن فقہ حنفی میں لکھا ہے کہ نماز استسقاء با جماعت مسنون نہیں ہے۔

غیر مقلدوں کو سنت سنت کرتے ہوئے عمر گزر گئی مگر آج تک ان بیچاروں کو یہی نہ معلوم ہو سکا کہ سنت کا مفہوم کیا ہے۔ شریعت میں جب سنت کا لفظ بولا جاتا ہے تو اس کا مطلب ہوتا ہے اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کا وہ عمل جس پر حضور نے مواظبت یا کم از کم اکثر اوقات میں اس کا کرنا ثابت ہو اور بعد میں صحابہ کرام نے بھی اسکو اپنا معمول بنایا ہو۔ کبھی کبھار یا اتفاقیہ طور پر آپ صلے اللہ علیہ وسلم نے اگر کسی کام کو کیا ہے تو اس عمل کو سنت نہیں کہا جاتا۔ اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے کہ آپ نے کھڑے ہو کر پیشاب کیا ہے، تو چاہے کھڑے ہو کر پیشاب کرنے کو غیر مقلدین سنت کہیں مگر دنیا کا کوئی عاقل مسلمان کھڑے ہو کر پیشاب کرنے کو سنت نہیں کہہ سکتا ہے۔ اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے کہ آپؐ نے روزہ کی حالت میں بعض ازواج کو بوسہ دیا، اگر آنحضورؐ کا یہ عمل سنت ہے تو غیر مقلدین اس عمل کو بطور سنت ضرور اپنائیں مگر کسی عاقل سے اس کی توقع نہ رکھیں کہ وہ روزہ کی حالت میں بیوی کے بوسہ لینے کو سنت کہے گا کبھی کسی عارض کی وجہ سے یا بیان جواز کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کوئی کام کرتے تھے، اس کو شرعی سنت نہیں کہا جاتا۔

یہی بات نماز استسقاء کی ہے، آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا استسقاء کے لئے عام معمول دعا کا تھا، قحط اور بارش رک جانے کے موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ سے دعا کرتے تھے، اور کبھی آپ نے نماز بھی پڑھ لی کہ نماز میں دعا کی قبولیت زیادہ متوقع ہے۔ تو اصل تو یہ ہے کہ قحط کے موقع پر اللہ سے عجز و نیاز ظاہر کرتے ہوئے قحط کے دور ہونے اور آسمان سے پانی اترنے کی دعا کی جائے۔ اگر اس کے لئے کبھی نماز پڑھ کر دعا کی جائے تو بھی جائز ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اس پر عمل ثابت ہے۔

اب غیر مقلدین کو دیکھئے کہ جو عمل اصلاً مسنون تھا یعنی دعا، اس کو تو نظر انداز کر دیا، حالانکہ غالب اوقات میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے دعا ہی ثابت ہے اور استسقاء کے لئے نماز کو جو آپ کا اتفاقیہ عمل تھا مسنون قرار دیا۔ دین کے مسائل میں سمجھ کا تو عالم یہ ہے اور فقہ حنفی کے خلاف بکواس کرنے پر کمر باندھے نظر آئیں گے۔

آنحضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں کا صحابہ کرام سے زیادہ عاشق کون تھا؟ مگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے استسقاء کے وقت صرف دعا کی اور حضرت عباس رضی نے بھی اسی پر اکتفا کیا اس کے لئے نماز نہیں پڑھی پڑھائی۔ بخاری میں یہ روایت موجود ہے۔ اب اگر غیر مقلدین چاہیں تو کہہ دیں کہ حضرت عمر کا یہ عمل خلاف سنت تھا اور ان غیر مقلدین سے اس قسم کی زبان درازی کچھ بعید بھی نہیں ہے، اس لئے کہ یہ تراویح کے سلسلہ میں حضرت عمرؓ کے عمل کو بدعت بے دھڑک کہہ دیتے ہیں۔

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے خود بڑے غیر مقلدین نواب صاحب بھوپالی نقل کرتے ہیں۔

الاوجہ عندی من دعا ولم یصل فقد اصاب اصل الاستسقاء۔
(الروضۃ الندیہ ص۲۳۸)

یعنی میرے نزدیک زیادہ راجح یہ بات ہے کہ جس نے صرف دعا کی نماز نہیں پڑھی تو استسقاء کا اصل عمل ثابت ہو گیا۔

اس سے معلوم ہوا کہ استسقاء میں اصل دعا ہے، بعینہ نماز پڑھ کر کوئی دعا

مانگے تو اس میں کس کو کلام ہے۔

غائبانہ نماز جنازہ

حکیم صاحب فرماتے ہیں کہ آنحضورؐ نے نجاشی کی غائبانہ نماز پڑھی اور حنفی فقہ کا مسئلہ ہے کہ غائبانہ نماز جنازہ درست نہیں۔

اس مسئلہ میں بھی غیر مقلدین کو وہی دھوکہ ہوا ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گاہے بگاہے والے عمل کو وہ سنت قرار دیتے ہیں، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے تئیس سالہ دور نبوت میں کتنی دفعہ غائبانہ نماز پڑھی ہے، آپ کے بعد حضرت ابو بکرؓ کا دور خلافت تھا اس عہد میں کتنی دفعہ جنازہ کی غائبانہ نماز پڑھی گئی حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ کا دور خلافت تقریباً ۲۵ سال پر محیط ہے، اس طویل عرصہ میں کتنے لوگوں کی نماز جنازہ غائبانہ پڑھی گئی حضرت علیؓ کے زمانہ میں کتنے لوگوں کی جنازہ کی نماز غائبانہ پڑھی گئی؟

کاش غیر مقلدین حدیث صرف پڑھتے ہی نہیں بلکہ اسکو سمجھتے بھی، اس نعمت سے محروم ہوتے ہوئے بھی ان کا ہر فرد مجتہد ہے۔

اور ان بیچاروں کا حال یہ ہے کہ عوام کے سامنے صحیح مسئلہ نہیں رکھتے تاکہ خود ان کا عیب پوشیدہ رہے، صحیح یہ ہے کہ آنحضورؐ نے نجاشی کی نماز جنازہ پڑھی اس وجہ سے کہ جہاں ان کا انتقال ہوا تھا وہاں ان پر نماز جنازہ پڑھے بغیر ان کی تدفین کر دی گئی تھی۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو بذریعہ وحی اس کی اطلاع ہوئی، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی غائبانہ نماز پڑھی، بعض روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ نجاشی کا جنازہ آپ کے سامنے کر دیا گیا تھا، اس لئے غائبانہ نماز تھی ہی نہیں، اگر غیر مقلدین اس کو تسلیم بھی نہ کریں تب بھی یہ تو ان کو ماننا ہی پڑے گا کہ نجاشی کی نماز جنازہ اس کے ملک میں پڑھی نہیں گئی تھی، اس لئے اگر غائبانہ کسی مردہ پر پڑھنا

مسنون بھی ہوگا تو اس وقت جب کہ اس کی نماز جنازہ ادا نہ کی گئی ہو ۔

ابن تیمیہ اور ابن قیم کی یہ تحقیق ملاحظہ فرمائی جائے ، ابن قیم ابن تیمیہ سے نقل کرتے ہیں ۔

" صحیح بات یہ ہے کہ اگر کوئی شخص ایسے شہر میں فوت ہو جہاں اس کا جنازہ نہیں پڑھا گیا تو اس کی غائبانہ نماز جنازہ پڑھی جائے گی چونکہ نجاشی کفار کے علاقہ میں فوت ہوئے جہاں ان کا جنازہ پڑھنے والا کوئی نہیں تھا لہذا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی غائبانہ نماز جنازہ ادا فرمائی البتہ جس شخص کا جنازہ پڑھا جا چکا اس کا غائبانہ جنازہ نہیں پڑھا جائے گا " (زاد المعاد ص ۵۲۰ ج ۱)

یہ تو تھا آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل اور غیر مقلدین کا عمل یہ ہے کہ وہ جس مردہ پر نماز جنازہ پڑھ لی گئی ہو وہ اس کی بھی نماز جنازہ پڑھتے ہیں ، جو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل کے صراحتاً خلاف ہے ، پھر بھی اپنے مسئلہ کو حدیث کے موافق قرار دیں گے اور فقہ حنفی کا مسئلہ ان کو حدیث کے خلاف نظر آئے گا

جماعت میں اکہری تکبیر

غیر مقلدین اقامت میں اکہری تکبیر کہتے ہیں ۔ اور جو دوہری تکبیر کہے تو اس کے بارے میں فرماتے ہیں کہ اس کا عمل حدیث کے خلاف ہے ، اس بارے میں جو حقیقت ہے اس کا بیان گزر چکا ہے ، غیر مقلدین کے لئے نواب صاحب بھوپالی کا یہ بیان شاید زیادہ قابل قبول ہو فرماتے ہیں :

ومروی من وجه صحیح تشفیع جمیع الفاظ الاقامة — یعنی صحیح طور پر اقامت کے سارے کلمات کا دو دو دفعہ کہنا بھی مروی ہے ۔

(الروضة الندیه ص ۱۲۶ ج ۱)

اور فرماتے ہیں کہ :

قد ذھب جماعۃ من اھل العلم الی ان الکل سنۃ (ایضا)

اہل علم کی ایک جماعت کا مذہب یہ ہے کہ اکہری اقامت اور دوہری اقامت دونوں سنت ہیں ۔

اور نواب صاحب اپنا فیصلہ سناتے ہیں :

لکن احادیث التثنیۃ مشتملۃ علی الزیادۃ فالمصیر الیھا لازم (ایضاً)

مگر چونکہ دوہری اقامت میں کلمات کی زیادتی ہے اس لئے اسی کا اختیار کرنا لازم ہے ۔

اب حکیم صادق کو سمجھ میں آ گیا ہوگا کہ فقہ حنفی کا مسئلہ حدیث کے خلاف نہیں ہے بلکہ بقول خاں صاحب اسی کا اختیار کرنا لازم ہے ۔

اے چشم اشکبار ذرا دیکھ تو سہی
یہ گھر جو بہ رہا ہے کہیں تیرا گھر نہ ہو

نماز کی امامت کا مسئلہ

حکیم صاحب کا فرمان ہے کہ امامت میں حدیث کے مطابق قرآن زیادہ پڑھنے والے کو پہلے مقدم کیا جائے گا اور احناف کہتے ہیں کہ پہلے مسائل دین کے زیادہ واقف کار کو مقدم کیا جائے گا ۔ اور حکیم صاحب کا گمان یہ ہے کہ احناف نے اس مسئلہ میں حدیث کی مخالفت کی ہے ، مگر ذرا چپکے چپکے کھل کر کے اس باب میں خامہ فرسائی نہیں کی ہے ، اس وجہ سے کہ غالباً ان کو بھی معلوم ہے کہ جو مذہب احناف کا ہے وہی مذہب امام بخاری امام شافعی اور امام مالک کا بھی ہے ۔ اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ کا بھی یہی مذہب ہے ۔ اس بارے میں زمزم پرچہ میں بڑی تفصیل سے بحث کی گئی ہے ۔ دیکھو شمارہ ۳ جلد ۱

نماز کا اول وقت

حکیم صاحب دجل و فریب کرنے کے ماہر ہیں۔ عنوان قائم کیا ہے "نماز کا وقتِ اول" یعنی گویا وہ اس میں یہ ثابت کریں گے کہ احادیث میں ہر ہر نماز کو اول وقت میں پڑھنے کا حکم ہے، اور حنفیوں کے مذہب میں ہے کہ ہر نماز آخری وقت میں پڑھنا مسنون ہے، مگر حکیم صاحب کا دجل و فریب دیکھئے فرماتے ہیں۔

"بھائیو دیکھا آپ نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو فرمائیں کہ سایہ ایک گز ہونے پر ظہر کا وقت جاتا رہا اور عصر کا وقت شروع ہو گیا لیکن بقول صاحب ہدایہ امام ابو حنیفہ کہتے ہیں کہ ابھی ظہر کا وقت نہیں گیا اور عصر کا وقت شروع نہیں ہوا۔ (ص ۱۹۵)

حکیم صاحب کی اس بکواس کا عنوان سے کوئی تعلق نہیں، حکیم صاحب نے ایسا کیوں کیا اسلئے کہ غیر مقلدین کا عمل خود حدیث کے خلاف ہے۔

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فجر کی نماز کو خوب اجالا ہو جانے پر پڑھنے کا حکم دیا ہے، اور غیر مقلدین رسول خدا کے اس فرمان کے خلاف اندھیرے میں پڑھتے ہیں امر کے صیغہ کے ساتھ رسول اللہ کا یہ وجوبی حکم ہے۔ ترمذی کی صحیح روایت ہے۔

قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسفروا بالفجر فانہ اعظم للاجر۔	اللہ کے رسول نے فرمایا کہ فجر کی نماز خوب روشنی میں پڑھو اسلئے کہ اس میں ثواب زیادہ ہے۔

گرمیوں میں ظہر کی نماز کے بارے میں آپ کا صریح حکم ہے کہ

اذا اشتد الحر فابردوا عن الصلوٰۃ (بخاری و مسلم)	یعنی جب گرمی شدت کی ہو تو نماز کو ٹھنڈے وقت میں پڑھو۔

غیر مقلدین مسلم و بخاری کی اس صحیح روایت کے خلاف گرمی میں بھی اول وقت ہی

میں نماز پڑھتے ہیں ۔

حکیم صادق سیالکوٹی کو اپنے مذہب کی خلاف حدیث انھیں باتوں پر پردہ ڈالنا تھا اس لئے اس موقع پر اپنے قائم کردہ عنوان کے خلاف فقہ حنفی کے خلاف لایعنی گفتگو کی ہے ۔

ابوداؤد کی روایت میں عصر کے وقت کے بارے میں ہے ۔

کان یؤخر العصر مادامت الشمس بیضاء نقیۃ ۔ — یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سورج خوب سفید اور چمک باقی رہنے تک عصر کی نماز کو مؤخر کرکے پڑھا کرتے تھے ۔

احناف کا اس حدیث پر عمل ہے تو غیر مقلدین اس کو حدیث کے خلاف کہتے ہیں ان کو صرف اپنا ہی عمل سنت کے مطابق نظر آتا ہے ، اگر اللہ کے رسول کا معمول عصر کی نماز اول وقت میں پڑھنے کا ہوتا تو تاخیر کا لفظ حدیث میں استعمال ہی کیوں کیا جاتا ۔ لفظ یؤخر (تاخیر کرکے پڑھا کرتے تھے) خود بتلا رہا ہے کہ عصر کی نماز آپ اول وقت میں نہیں پڑھا کرتے تھے ۔ (ص۵۷)

مؤطا امام مالک میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے ۔

عن ابی هریرۃ رضی اللہ عنه قال صل الظهر اذا کان ظلک مثلک والعصر اذا کان ظلک مثلیک ۔ — یعنی حضرت ابوہریرہ فرماتے ہیں کہ ظہر کی نماز جب تمہارا سایہ ایک مثل ہو تب پڑھو اور عصر کی نماز جب سایہ دو مثل ہو جائے تب پڑھو ۔

غیر مقلدین کا عمل خود اس حدیث کے خلاف ہے ، مگر وہ دوسروں کو ہی یہ حدیث کا مخالف قرار دیں گے اپنے گریبان میں منہ ڈال کر دیکھیں تو معلوم ہو کہ حدیث کی مخالفت میں کس کا قدم آگے ہے ، الحمدللہ ثم الحمدللہ احناف کے مسائل میں متعلقہ مسئلہ کی تمام حدیثوں کی حتی الامکان رعایت ہوتی ہے ۔ غیر مقلدین صرف اپنے اہلحدیث ہونے کی تو اکڑتے ہیں عملاً یہ بیشتر احادیث کے تارک ہوتے ہیں

اور اس پر صحابہ کرام کے عمل سے پڑنا سونے پر سہاگہ ہوتا ہے۔

تقاضا ہے گریباں کا کہ مجھ کو چاک کر ڈالو
تمنا ہے یہ داماں کی اڑا دو دھجیاں میری

دو نمازوں کو جمع کرنے کا مسئلہ

حکیم صاحب فرماتے ہیں کہ:

۔ حضورؐ نے سفر کے دوران دو نمازوں کو جمع کر کے پڑھا، ظہر کو عصر کے ساتھ اور مغرب کو عشاء کے ساتھ۔ (ص ۱۰)

اور پھر فرماتے ہیں کہ فقہ کا اختلاف ہے کہ۔

۔ حج کے موقع کے سوا کسی اور وقت دو فرض نمازوں کو جمع کر کے نہیں پڑھنا چاہیے۔ (یہ ہدایہ کی ایک عبارت کا ترجمہ ہے)

حکیم صاحب غیر مقلد عالم ہیں اور غالباً غیر مقلدوں کے یہاں قدم قدم پر غلط بیانی کرنا فریب کرنا اور خصوصاً احناف اور فقہ حنفی سے بدگمان کرنے کے لئے کسی طرح کو بھی دھوکہ دینا کار خیر اور ثواب کا کام ہے، اس لئے یہ کام ہمارے حکیم صاحب بڑی مہارت سے انجام دیتے ہیں اور یہیں دیکھئے کہ حکیم صاحب نے کتنے اچھے انداز میں فریب دینے کا عمل انجام دیا ہے۔ حکیم صاحب نے آنحضور کا جو عمل یہاں ذکر کیا ہے وہ حدیث بخاری کی ہے۔ حدیث کے الفاظ یہ ہیں۔ یجمع بین صلوٰۃ الظہر والعصر اور یجمع بین المغرب والعشاء یعنی ظہر اور عصر اور مغرب اور عشاء کے بارے میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو جمع کر کے پڑھا کرتے تھے، جمع کی صورت کیا ہوتی تھی اس کا کوئی ذکر نہیں ہے یہ جمع حقیقی تھا کہ ایک نماز کو مؤخر یا مقدم کر کے دوسری نماز کے وقت میں پڑھا کرتے تھے یا یہ جمع صوری تھا یعنی آپ اس طرح دونوں نمازوں کو پڑھتے تھے کہ دونوں نمازیں ہوتی تو تھیں اپنے اپنے وقت ہی میں البتہ ایک کو آخر وقت میں پڑھا

کرتے تھے اور دوسری کو اول وقت میں اس طرح دونوں نمازیں جمع بھی ہو جاتی تھیں اور خدا کے ارشاد کے مطابق کہ نماز کا ہر وقت مقرر ہے (ان الصلوٰۃ کانت علی المومنین کتابا موقوتا) اپنے اپنے وقتوں میں بھی ہوتی تھیں۔

غرض حدیث پاک میں دونوں کا احتمال ہے۔ حکیم صاحب نے اپنی طرف سے قرآن کو نظر انداز کر کے ایک شکل گڑھ لی کہ آپ کا جمع کرنا اس طرح ہوا کرتا تھا کہ قرآن کے حکم کے برخلاف آپ صلی اللہ علیہ وسلم نمازوں کو ان کے وقت سے پہلے یا وقت کے بعد میں پڑھا کرتے تھے۔

سوال یہ ہے کہ جب حدیث میں دونوں احتمال موجود ہے تو وہ معنی مراد لینا زیادہ بہتر ہے جس سے حکم قرآن کی مخالفت لازم نہ آئے جیسا کہ احناف کا مسلک ہے یا وہ معنی مراد لینا زیادہ مناسب ہے جس سے قرآن کا حکم متروک ہوتا ہو۔ جیسا کہ حکیم صاحب کا فرمان ہے۔

صاحب ہدایہ نے مطلقاً دو نمازوں کو جمع کرنے کا انکار نہیں کیا ہے ملاحظہ ہدایہ کی عبارت جو حکیم صاحب نے نہیں نقل کی ہے وہ یہ ہے۔

ولا یجمع فرضان فی وقت بلا حج — یعنی دو فرض کو ایک ایک وقت میں بغیر حج کے سوا کہیں نہیں کیا جائے گا۔

ناظرین دیکھ رہے ہیں کہ صاحب ہدایہ فی وقت کا لفظ استعمال کر کے جمع حقیقی کا انکار کر رہے ہیں جمع صوری کا نہیں۔ اور حکیم صاحب نے ہدایہ کی عبارت کے ترجمہ میں فی وقت کا ترجمہ ہی اڑا دیا تاکہ فقہ حنفی کے خلاف دل کی بھڑاس نکالنے کا کوئی موقع ہاتھ سے نہ جائے۔ اور یہ کہا جائے کہ دیکھو ہدایہ کا مسئلہ حدیث کے خلاف ہے۔

کاش غیر مقلدین حضرات خدا کا خوف دل میں پیدا کر کے قلم ہاتھ میں لیتے اور مخلوق خدا سے بھی شرم کھاتے۔

ہدایہ کا مسئلہ حدیث کے قطعاً خلاف نہیں ہے، مگر حکیم صاحب زبردستی اس کو حدیث کے خلاف قرار دے رہے ہیں۔

احناف کا یہ انتہائی درجہ کا تورع اور کمال بصیرت کی بات ہے کہ وہ حتی الامکان حدیث کا وہ مطلب لیتے ہیں کہ حدیث اور قرآن کے حکم میں تضاد نہ رہے مطابقت پیدا ہو جائے، فقہ حنفی کا یہی امتیاز ہے، مگر یہ ہنر بھی غیر مقلدوں اور ظاہر پرستوں کو عیب ہی نظر آتا ہے، ان کو صرف حدیث پر عمل کرنا اچھا معلوم ہوتا ہے (وہ بھی اپنے من کے مطابق) قرآن پر نہیں، نماز کو اپنے اپنے وقتوں سے ہٹا کر پڑھنا قرآن کے حکم صریح خلاف ہے، مگر غیر مقلدوں کو اس کی کہاں پرواہ۔ حکیم صاحب فرماتے ہیں:

۔حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم نے جو دین میں آسانی رکھی تھی اس کو فقہ نے اٹھا دیا۔ (ص۱۹۸)

یہ حکیم صاحب کا فقہ کے خلاف طوفان بدتمیزی ہے، فقہ نے سہولت کو بھی باقی رکھا حدیث پر بھی نظر رکھی اور قرآن کے حکم کو بھی باقی رکھا، جب کہ غیر مقلدین نے محض اپنے مزعومہ سہولت کی خاطر حدیث کا اپنا من مانا مطلب بیان کر کے حکم خداوندی کو پس پشت ڈال دیا۔

احناف کا جو مسلک ہے وہ بہت سی صحیح حدیثوں سے ثابت ہے، یعنی یہ کہ نماز کو اپنے وقت ہی میں پڑھا جائے گا البتہ سفر میں سہولت کی خاطر ایک کو آخر وقت اور ایک کو شروع وقت میں بھی پڑھنے کی اجازت ہے، البتہ دو نمازوں کو اس طرح جمع کر کے نہیں پڑھا جائے گا کہ ابھی ایک کا وقت ہی نہیں ہوا ہو یا ایک کا وقت گزر گیا ہو، دو ایک حدیث یہاں بھی نقل کر رہا ہوں۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں:

۔نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہر نماز کو وقت ہی پر پڑھا کرتے تھے سوائے

مزدلفہ و عرفات کے۔ (نسائی)

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں دیکھا کہ آپ نے اصلی وقت کے علاوہ میں کوئی نماز پڑھی ہو، ہاں دو نمازیں موسم حج میں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم مغرب اور عشاء کو جمع فرماتے اور فجر کو معمول کے وقت سے پہلے پڑھتے۔ (بخاری)

حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے فرماتے ہیں کہ:

"اگر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو سفر کی جلدی ہوتی تو آپ ظہر کو عصر کے ابتدائی وقت تک مؤخر کرتے اور دونوں نمازوں کو جمع کر کے پڑھتے، اسی طرح غروب شفق تک مغرب کو مؤخر کر کے عشاء کے ساتھ جمع کر کے پڑھتے۔"

احناف کا ان احادیث پر عمل ہے۔ مگر غیر مقلدوں کو فقہ حنفی کا مسئلہ حدیث کے خلاف نظر آ رہا ہے۔

بیہقی میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ فرمان بھی منقول ہے۔

تین گناہ بہت بڑے ہیں، بلا عذر دو نمازوں کو جمع کر کے پڑھنا، میدان جنگ سے بھاگنا اور لوٹ مار میں حصہ لینا۔

چونکہ غیر مقلدوں کو حضرت عمر فاروق خلیفہ راشد دوم سے بہت چڑھ ہے غالباً یہی وجہ ہے کہ انھوں نے حدیث کا صرف وہ مطلب لیا جس سے فرمان فاروق کی خلاف ورزی ہو، یا صرف انھیں حدیثوں کو حدیث سمجھا جس سے حضرت کا یہ فرمان کالعدم قرار پاتا ہو خواہ ان کی اس بے راہ روی اور ظاہر پرستی اور اجتہاد کے نتیجہ میں حکم خداوندی بھی پس پشت چلا جائے۔

اب ذرا مشہور اہلحدیث عالم مولانا داؤد غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں مولانا اسحٰق بھٹی کا یہ بیان بھی ملاحظہ فرمالیں۔

نماز بن جمع تقدیم کے بھی وہ قائل نہ تھے۔ ان کا نظریہ یہ تھا اور اس پر انھیں اصرار تھا کہ جس نماز کا وقت نہیں ہوا وہ کیوں پڑھی جائے۔

(ص۱۳۵ داؤد غزنوی)

میں عموماً غیر مقلدین حضرات سے اور خصوصاً حکیم صادق سیالکوٹی سے پوچھوں گا کہ کیا فتوی ہے جناب کا، مولانا داؤد غزنوی کے بارے میں ان کا یہ عمل اور یہ اصرار حدیث کے خلاف تھا یا حدیث کے موافق تھا۔

مزہ برسات کا چاہو میری آنکھوں میں آ بیٹھو
سیاہی ہے سفیدی ہے شفق ہے ابر باراں ہے

عورت اور مرد کی نماز میں امتیاز

حکیم صاحب نے اس عنوان کے تحت جو کچھ خامہ فرسائی فرمائی ہے، اس کا حاصل یہ ہے کہ حدیث میں مرد اور عورتوں کی نماز کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے، جہاں مرد ہاتھ باندھے اسی جگہ عورت بھی ہاتھ باندھے، اور جس جگہ تک مرد ہاتھ اٹھائے تکبیر کے لئے عورت بھی اسی جگہ تک ہاتھ اٹھائے، حکیم صاحب کے کہنے کے مطابق مرد بھی سینہ تک ہاتھ اٹھائے اور عورت بھی، اور مرد بھی سینہ پر ہاتھ باندھے اور عورت بھی، حدیث میں ایسا ہی آیا ہے۔

پھر فرماتے ہیں کہ فقہ کا حدیث سے اختلاف ہے کہ احناف کے یہاں مرد اور عورت کی نماز میں فرق ہے، مرد کانوں تک ہاتھ اٹھاتا ہے اور عورت سینہ تک مرد زیر ناف ہاتھ باندھتا ہے اور عورت سینہ پر، پھر حکیم صاحب فرماتے ہیں۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم مرد اور عورت کی نماز میں فرق نہیں بتایا تو امتی کیوں بتائے! (ص۱۹۵)

اس کا جواب الزامی طور پر تو یہ ہے کہ پہلے حکیم صاحب اپنے غیر مقلد بجد اور عالم

نزل الابرار من فقہ النبی المختار والے نواب صاحب کو سمجھائیں کہ انھوں نے بقول ان کے حدیث کے خلاف مرد اور عورت کی نماز میں فرق کیوں بتلایا ہے۔ نواب حیدرآبادی صاحب کنز الحقائق میں فرماتے ہیں۔

وصلوٰۃ المرأۃ کصلوٰۃ الرجل غیر انہا ترفع یدیہا الی ثدییہا عند التحریم ولا تجافی فی السجود بل تخفض وتلصق وتضم بطنہا بفخذیہا۔ ص ۳۳

یعنی عورت کی نماز بھی مردوں کی طرح کی ہوتی ہے مگر عورت تحریمہ کے وقت اپنا دونوں ہاتھ پستانوں تک اٹھائے گی اور سجدہ میں اپنا پیٹ زمین سے دور نہیں رکھے گی بلکہ جھک کر اور اپنے پیٹ کو اپنی دونوں رانوں سے ملا کر سجدہ کرے گی۔

قارئین دیکھ رہے ہیں کہ غیر مقلدوں کے علماء نے جو سا فقہ مرتب کیا ہے خود اس میں عورت اور مرد کی نماز میں فرق بتلایا جا رہا ہے۔ نواب صاحب حیدرآبادی کی اس عبارت میں غور کرنے سے مرد اور عورت کی نمازوں میں یہ فرق ہے۔

(۱) مرد سینہ تک ہاتھ نہیں اٹھائے گا، عورت اٹھائے گی۔

(۲) مرد سجدہ کی حالت میں اپنا پیٹ زمین سے دور رکھے گا، عورت ایسا نہیں کرے گی۔

(۳) عورت جھک کر اور اپنی دونوں رانوں اور پیٹ کو خوب ملا کر سجدہ کرے گی مرد اس طرح سجدہ نہیں کرے گا۔

احناف کے یہاں بھی عورتوں کا طریقہ نماز یہی ہے، مگر حکیم صاحب کو احناف کا مرد اور عورت کی نماز میں فرق کرنا حدیث کے خلاف معلوم ہوا۔ اور نواب صاحب کا یہ ارشاد حدیث کے خلاف معلوم نہیں ہوا، اس لئے کہ نواب صاحب حکیم ہی صاحب کے فرقہ کے آدمی ہیں۔ یہ ہے غیر مقلدوں کا انصاف۔

ناظرین میں آپ کو بتلاؤں کہ غیر مقلدین کے بعض علماء نے محض ابن حزم ظاہری کی تقلید میں یہ مذہب اختیار کیا ہے کہ عورت اور مرد کی نماز میں کوئی فرق

نہیں ہے۔ ورنہ امت میں ظاہریہ فرقہ کے علاوہ اس کا کوئی قائل نہیں ہے۔ جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ عورت اور مرد کی نماز میں کوئی فرق نہیں ہے ان کا یہ کہنا احادیث، آثار صحابہ، فتاوی تابعین، مذاہب ائمہ اربعہ اور مذہب محدثین کے خلاف ہے۔ مولانا انور خورشید پاکستانی کی کتاب حدیث اور اہل حدیث میں اس پر تفصیلی بحث ہے شائقین اسے دیکھیں۔ میں یہاں اختصاراً اسی کتاب سے کچھ نقل کرتا ہوں۔

معجم طبرانی کبیر میں ہے۔

"حضرت وائل بن حجرؓ فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وائل بن حجر جب تم نماز پڑھو تو اپنا دونوں ہاتھ کانوں کے بالمقابل کرو اور عورت اپنا ہاتھ اپنے دونوں پستان کے بالمقابل کرے۔ ج۲۲ ص۱۹

مراسیل ابی داؤد اور سنن کبری بیہقی میں ہے:

حضرت یزید بن ابی حبیب فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم دو عورتوں کے پاس سے گزرے وہ نماز پڑھ رہی تھیں تو آپ نے ان سے فرمایا جب تم سجدہ کرو تو اپنے جسم کا کچھ حصہ زمین سے ملا لیا کرو، کیونکہ عورت کا حکم سجدے کے لئے مرد والا نہیں ہے (یعنی مردوں کو زمین سے لگ کر سجدہ کرنا درست نہیں ہے لیکن عورتوں کو ایسا ہی کرنے کا حکم ہے)

مصنف ابن ابی شیبہ میں حضرت علیؓ کا ارشاد ہے۔

جب عورت سجدہ کرے تو خوب سمٹ کر کرے اور اپنی دونوں رانوں کو ملائے رکھے۔ ج۱ ص۱۷۰

مصنف ہی میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے بھی اسی طرح کی بات مروی ہے۔

مصنف ہی میں ہے کہ۔

حضرت مجاہد اس بات کو مکروہ جانتے تھے کہ مرد جب سجدہ کرے تو

اپنے پیٹ کو رانوں پر رکھے جیسا کہ عورت رکھتی ہے۔ ص ۲۷۰ ج ۱

حضرت ابو ہریرہ کی روایت بخاری مسلم وغیرہ میں ہے کہ اگر امام سے کچھ بھول ہو جائے تو مردوں کو تو سبحان اللہ کہنا چاہئے مگر عورت آواز نہ نکالے بلکہ اپنے ہاتھ کی پشت پر دوسرے ہاتھ کی پشت سے مارے۔

ان تمام احادیث و آثار پر آپ نظر کریں کیا ان سے صاف نہیں معلوم ہوتا ہے کہ مرد اور عورت کی نماز من کل الوجوہ ایک نہیں ہے مگر غیر مقلدین خود تو احادیث کی مخالفت کریں گے اور پروپیگنڈہ کریں گے فقہ کے بارے میں کہ اس کے مسائل احادیث کے خلاف ہیں۔

مذاہب ائمہ اربعہ کی کتابیں موجود ہیں ان کو اٹھا کر آپ دیکھ لیں سب کا وہی مذہب ہے جو حنفیہ کا ہے اور سب کے نزدیک نماز کی بعض چیزوں میں مرد اور عورت کی نماز میں فرق ہے مگر غیر مقلدین صرف احناف کے بارے میں شور مچائیں گے یہ ہے غیر مقلدوں کا انصاف۔

پھر ہمیں تو غیر مقلدوں کی بے حیائی پر صد درجہ تعجب ہوتا ہے کہ انھوں نے کس بنیاد پر یہ کہا ہے کہ مرد اور عورتوں کی نماز یکساں ہے دونوں کی نماز میں کوئی فرق نہیں، کیا ان کے پاس کوئی حدیث ہے۔ صحابہ یا تابعین کا کوئی اثر کوئی فتویٰ ہے؟ خدا کی قسم یہ پلے درجہ کے جھوٹے ہیں ان کے پاس اس مسئلہ میں کچھ بھی نہیں ہے۔ اس کیلئے یہ حدیث رسول میں خیانت کرتے ہیں، معنوی تحریف کرتے ہیں، اور اس خیانت و تحریف کے سہارے یہ مرد اور عورت کی نماز کو یکساں ثابت کرتے ہیں۔ حکیم صادق سیالکوٹی نے بھی یہی خیانت و تحریف والی حرکت کی ہے۔

حکیم صادق نے مرد اور عورت کی نماز کو یکساں بتلانے کیلئے بخاری کی اس حدیث کو ذکر کیا ہے کہ اللہ کے رسول کا ارشاد ہے۔

صَلُّوا كَمَا رَأَيْتُمُونِي أُصَلِّي یعنی تم اس طرح نماز پڑھو جس طرح تم مجھے نماز پڑھتے ہوئے

دیکھتے ہو۔

اہل علم دیکھ رہے ہیں کہ حدیث میں صلوا کا لفظ آیا ہے، جو جمع مذکر حاضر کا صیغہ ہے یہ خطاب مردوں سے ہے، عورتوں کا یہاں ذکر بھی نہیں ہے، مگر حکیم صاحب نے زبردستی اس حدیث کے ترجمہ میں عورتوں کو بھی گھسیڑ دیا ہے۔ وہ ترجمہ کرتے ہیں۔

نماز پڑھو (اے مرد اور عورتو) جس طرح میں پڑھتا ہوں۔ (ص ۱۹۸)

بریکٹ میں مرد کے ساتھ عورت کو بھی شامل کر کے حدیث کا جو اصلی مفہوم تھا اس کو کچھ سے کچھ کر دیا، اب کوئی ان مجتہد صاحب سے پوچھے کہ صلوا جمع مذکر حاضر کے صیغہ میں عورتوں کا ذکر کہاں سے اور عربی کے کس قاعدہ سے آگیا ہے؟ کیا یہ حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی معنوی تحریف نہیں ہے؟ یہ صداقت و دیانت کی کون سی قسم ہے۔

اگر تم اپنے دعویٰ میں سچے ہو کہ مرد اور عورت کی نماز میں کوئی فرق نہیں ہے تو صرف ایک حدیث جی ہاں صرف ایک حدیث پیش کر دو جو صراحتاً بلا کسی تمہاری تحریف کے یہ بتائے کہ تمہارا دعویٰ سچا ہے، عورت اور مرد کی نماز میں کسی قسم کا کوئی فرق نہیں ہے۔

خنجر اٹھے گا نہ تلوار ان سے
یہ بازو میرے آزمائے ہوئے ہیں

حکیم صاحب نے اسی مسئلہ کے ذکر میں کہ عورت اور مرد کی نماز میں کوئی فرق نہیں ہے اس مسئلہ کو بھی چھیڑا ہے کہ عورتوں کی طرح مردوں کو بھی سینہ پر ہاتھ باندھنا چاہئے اور صحیح ابن خزیمہ کی ایک روایت سے استدلال کیا ہے، مگر کمال دیانت داری سے یہ بتلانے کی زحمت نہیں کی ہے کہ اس روایت کی حقیقت کیا ہے۔ غیر مقلدین دوسروں کی احادیث کو ضعیف ثابت کرنے کے لئے تو اسماء الرجال کی ایک ایک کتاب چھان مارتے ہیں مگر جب باری اپنی ہوتی ہے تو ایک خاموشی ہزار خاموشی والا رویہ اختیار کرتے ہیں، اب اسی حدیث کو دیکھئے کہ صحیح ابن خزیمہ میں جس راوی نے علی صدرہ یعنی سینہ پر ہاتھ باندھنے کا ذکر کیا ہے وہ مؤمل بن اسماعیل ہے، اس کی بابت امام بخاری فرماتے تھے کہ وہ منکر الحدیث ہے

امام ابوزرعہ فرماتے ہیں کہ وہ آخر عمر میں بہت غلطیاں کرتا تھا، غرض سینہ پر ہاتھ باندھنے والی روایت ناقابلِ اعتبار ہے، اور اس کا راوی صرف مؤمل بن اسماعیل ہے اور اس کا حال ابھی معلوم ہو چکا کہ اکابر محدثین کے یہاں اس کا اعتبار نہیں۔

اسی روایت کو دوسروں نے بھی روایت کیا ہے مگر اس میں سینہ پر ہاتھ باندھنے کا ذکر نہیں ہے، کسی نے سینہ تک کا لفظ استعمال کیا ہے اور کسی نے تحت السرۃ (یعنی زیرناف) کا لفظ استعمال کیا ہے، ابن قیم فرماتے ہیں کہ۔

لم یقل علی صدرہ غیر مؤمل بن اسماعیل — یعنی سینہ پر ہاتھ باندھنے کا ذکر صرف مؤمل بن اسماعیل نے کیا ہے کسی اور راوی نے یہ بات نہیں کہی ہے۔

(اعلام الموقعین ج۲ ص۹)

اگر سینہ پر مردوں کے لئے ہاتھ باندھنے کی کوئی روایت صحیح ہوتی تو حضرت علی رضی اللہ عنہ یہ نہ فرماتے۔

السنۃ وضع الکف علی الکف فی الصلوٰۃ تحت السرۃ (ابوداؤد) — یعنی سنت یہ ہے کہ نماز میں ہاتھ ناف کے نیچے رکھا جائے۔

اور اگر سینہ پر ہاتھ رکھنے کی کوئی حقیقت ہوتی تو امام ترمذی جیسا وسیع النظر محدث اس کو ضرور ذکر کرتا مگر وہ ہاتھ رکھنے کے سلسلہ میں صرف دو مذہب ذکر کرتے ہیں، فرماتے ہیں۔

رأی بعضھم ان یضعھا فوق السرۃ ورأی بعضھم ان یضعھا تحت السرۃ وکل ذالک واسع عندھم (ترمذی ص۵۹ ج۱) — صحابہ تابعین محدثین میں سے کچھ لوگوں کا مذہب یہ ہے کہ ناف کے اوپر ہاتھ باندھے اور کچھ لوگ کا مذہب یہ ہے کہ ناف کے نیچے باندھے اور ان کے نزدیک دونوں کی گنجائش ہے

سینہ پر مردوں کا ہاتھ باندھنا امام ترمذی کے نزدیک ایسی غیر تحقیقی بات ہے کہ اس کا ذکر کرنا بھی انہیں گوارا نہیں ہوا۔

حکیم صادق سیالکوٹی کو ناف کے نیچے مردوں کا ہاتھ باندھنا خلاف سنت نظر آتا ہے مگر ان کے مجدد نواب صدیق حسن خاں صاحب فرماتے ہیں۔

ووضع تحت السرۃ وفوقہا متساویان۔ یعنی ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا یا ناف کے اوپر دونوں برابر ہے۔

(الروضۃ الندیۃ ج۱ ص ۱۵۵)

نواب صاحب نے بھی یہاں صرف دو ہی مذہب ذکر کیا، غیر مقلدوں والے مذہب سے اعراض کرنا ہی مناسب سمجھا۔ حکیم صادق کو تو اس کا بھی پتہ نہیں ہے کہ ان کی کتاب نزل الابرار جو فقہ اہلحدیث میں بہت مشہور و مقبول کتاب ہے اس میں کیا لکھا ہے۔ نزل الابرار میں سینہ پر ہاتھ باندھنے کا ذکر نہیں بلکہ مرد اور عورت دونوں کے لئے سینہ سے نیچے ہاتھ باندھنے کا ذکر ہے۔ عبارت نزل الابرار کی یہ ہے۔

وکذلک تضع المرأۃ والخنثیٰ تحت ثدییہا۔ (ص ۷۹ ج۱) یعنی عورت اور خنثیٰ اپنا ہاتھ پستان کے نیچے باندھیں گے۔

ایک وتر کا مسئلہ

حکیم صاحب کا فرمانا یہ ہے حدیث سے وتر تین بھی ثابت ہے اور ایک بھی ثابت ہے مگر احناف صرف تین ہی پڑھتے ہیں، ایک کیوں نہیں پڑھتے۔ حکیم صاحب کا ارشاد ملاحظہ ہو:

حضرت انور کے زمان سے وتر ایک رکعت بھی ثابت ہو الپس ایک رکعت بھی پڑھ سکتے ہیں لیکن فقہ کے مطابق ایک رکعت نہیں پڑھ سکتے۔ (ص ۴۴)

حکیم صادق سیالکوٹی صاحب صادق نام رکھنے کے باوجود بھی بڑے دجال واقع ہوئے ہیں دوسروں کو بیوقوف بنانے کا خوب جانتے ہیں، مگر یہ نہیں جانتے کہ ان کی دجالیت کا پرخچہ اڑا دینے والا بھی کوئی پیدا ہوگا۔

حکیم صاحب کا دجل یہ ہے کہ انھوں نے اس کتاب میں فقہ کو خلاف حدیث بتلانے کے لئے وتر کے سلسلہ میں صرف دو طریقوں کا ذکر کیا، ایک رکعت اور تین رکعت حالانکہ اپنی دوسری کتاب صلوٰۃ الرسول جو نماز کا طریقہ بتلانے ہی کے لئے تصنیف کی گئی ہے وتر کا کئی طریقہ انھوں نے ذکر کیا ہے۔ فرماتے ہیں۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف احوال و اوقات میں وتر ایک بھی پڑھا ہے اور تین بھی، اور سات بھی اور نو بھی پڑھے ہیں۔

(صلوٰۃ الرسول صہ ۳۵۲)

چونکہ غیر مقلدین خود وتر نہ سات پڑھتے ہیں اور نہ نو جب کہ بقول صادق صاحب یہ دونوں طریقے بھی آنحضورؐ سے ثابت ہیں اس لئے صادق سیالکوٹی نے اپنی اس کتاب سبیل الرسول میں نو اور سات والے وتر کا ذکر ہی اڑا دیا۔ تاکہ کسی کو یہ کہنے کا موقع ہی نہ ملے کہ جناب اگر احناف ایک رکعت وتر نہیں پڑھتے ہیں تو آپ اہلحدیث لوگ بھی اہلحدیث کا نام رکھنے کے باوجود نہ نو وتر پڑھتے ہیں اور نہ سات، کیا یہ حدیث کی مخالفت نہیں ہے۔؟

حکیم صادق سیالکوٹی نے اسی اعتراض سے بچنے کیلئے سبیل الرسول میں نہایت صداقت سے نو اور سات والے وتر کا اشارہ تک نہیں کیا۔

حکیم صاحب کی یہ بات بھی بہت ہی عجیب ہے کہ ایک طرف تو وہ خود کہتے ہیں کہ تین رکعت وتر حدیث سے ثابت ہے اور پھر جو تین رکعت وتر پڑھے اس کو حدیث کا مخالف بھی قرار دیتے ہیں، کیا غیر مقلدین احادیث میں نماز کے جتنے طریقے وارد ہیں سب پر عمل کرتے ہیں؟ اگر نہیں تو دوسروں سے اس کا مطالبہ کیوں؟

احناف وتر کی تین ہی رکعت کیوں پڑھتے ہیں؟ تو احناف کا جواب یہ ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا عام طور پر معمول تین ہی رکعت پڑھنے کا تھا۔ حنفیہ نے

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس غالب اور اکثری معمول کو اپنے عمل کے لئے اختیار کیا ہے بخاری شریف کی روایت میں تہجد کے بیان میں حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں۔

یصلی اربعاً فلا تسئل عن حسنھن وطولھن ثم یصلی اربعاً فلا تسئل عن حسنھن وطولھن ثم یصلی ثلاثاً۔ (بخاری)

آنحضورؐ پہلے چار رکعت پڑھتے تھے انکے حسن اور طول کے بارے میں مت پوچھو کہ کتنی اچھی طرح اور کتنی لمبی رکعتیں پڑھتے تھے۔ پھر اسی طرح چار رکعت اور پڑھتے تھے اور پھر تین رکعت وتر پڑھتے تھے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بقول یہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم غالب معمول تھا۔ اگر احناف نے اس اکثری و غالب معمول کو اختیار کیا ہے تو غیر مقلدین کی پیشانی پر شکن کیوں پڑ رہی ہے۔ اب کیا غیر مقلدین سے پوچھ پوچھ کر کے فقہ کی از سر نو دوبارہ تدوین کی جائے؟۔

جلسۂ استراحت کا مسئلہ

حکیم صادق سیالکوٹی صاحب فرماتے ہیں کہ

حضورؐ پہلی یا تیسری رکعت میں دوسرا سجدہ کر کے اچھی طرح بیٹھ کر اٹھتے تھے۔ (صـ۲۱)

پھر اس کے بعد اپنی عادت کے مطابق فقہ کا حکم سنایا فرماتے ہیں۔

اب فقہ کا حکم سنئے۔ واستوٰی قائما علی صدور قدمیہ ولا یقعد (ھدایہ) تمام حنفی بھائی ہدایہ کا بے دلیل حکم مان کر ہرگز نہیں بیٹھتے جلسہ استراحت نہیں کرتے۔ (صـ۲۱)

ہدایہ کا یہ حکم (کہ نمازی کو پہلی یا تیسری رکعت میں دوسرا سجدہ کر کے بغیر بیٹھے سیدھا کھڑا ہو جانا چاہیے) بلا دلیل ہے یا با دلیل۔ درج ذیل حدیث میں غور کرنے سے معلوم ہو جاتا ہے۔

۔ ابوداؤد میں ہے کہ ایک مجلس جس میں متعدد صحابہ تھے مثلاً ابوہریرہ رض حضرت ابوحمید ساعدی اور حضرت ابو اسید رضی اللہ عنہم وغیرہم اس مجلس میں آنحضور کی نماز کے سلسلہ کی ایک حدیث کا ذکر ہوا اس حدیث میں ان صحابہ کرام کے سامنے آنحضور کی نماز کی یہ کیفیت ذکر کی گئی تھی۔

ثم کبر فسجد ثم کبر فقام ولم یتورک یعنی آنحضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تکبیر کہی پھر سجدہ کیا پھر تکبیر کہی اور کھڑے ہوگئے اور آپ نے جلسہ استراحت نہیں کیا۔

ترمذی میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ آنحضور کا عمل ذکر کرتے ہیں۔

عن ابی هریرة قال کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم ینهض فی الصلوٰۃ علی صدور قدمیہ

یعنی اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں پنجوں کے بل کھڑے ہوتے تھے۔

امام ترمذی اس حدیث کو ذکر کرکے فرماتے ہیں:

علیہ العمل عند اهل العلم یختارون ان ینهض الرجل علی صدور قدمیہ۔

(ترمذی ص ۶۵ ج ۱)

یعنی اہل علم کا حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی اسی حدیث پر عمل ہے وہ لوگ اسی کو پسند کرتے ہیں کہ آدمی پنجوں کے بل کھڑا ہوجائے۔

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں:

ولم یستحبها الاکثر

(فتح الباری ص ۲۰۶ ج ۲)

یعنی اکثر فقہاء، محدثین نے جلسہ استراحت کو مستحب نہیں سمجھا ہے۔

غیر مقلدین کی زبردستی کا عجیب عالم ہے کہ جس مسئلہ کو اکثر فقہاء و محدثین اختیار کرتے ہیں اور اہل علم کا جس پر عمل ہوتا ہے اور جو مسئلہ متعدد حدیثوں سے ثابت ہے اس کو حدیث کے خلاف کہتے ہوئے ان کو شرم نہیں آتی۔ اور ان کے ایمان

ودھر ہم کا حال یہ ہے کہ دوسروں کا نام نہیں لیتے صرف حنفیہ ہی کے خلاف سارا زور صرف کرتے ہیں۔ حالانکہ جلسہ استراحت کے نہ امام احمد قائل ہیں اور نہ امام مالک ائمہ اربعہ میں سے صرف امام شافعی کا یہ مذہب ہے۔

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے متعدد حدیثوں میں نماز کا طریقہ منقول ہوا ہے کسی ایک حدیث میں آپ نے نماز کا طریقہ تعلیم فرمانے کے وقت جلسہ استراحت کا ذکر نہیں کیا ہے۔ اگر یہ کوئی مسنون عمل ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم تعلیم صلوٰۃ کے موقع پر اس کا ذکر فرماتے۔ اگر غیر مقلدین میں دم خم ہے تو کوئی ایک حدیث ایسی پیش کریں جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تعلیم صلوٰۃ کے موقع پر جلسہ استراحت کا بھی ذکر کیا ہو، بخاری شریف کی روایت میں وہ طریقہ ضرور مذکور ہے جس پر احناف اور اکثر ائمہ کا عمل ہے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دیہاتی کو نماز سکھلائی تو فرمایا۔

ثم اسجد حتی تطمئن ساجداً ثم	(یعنی رکوع کے بعد) تو سجدہ کر اور اطمینان
ارفع حتی تستوی و تطمئن جالساً	سے سجدہ کر پھر سر اٹھا کر اطمینان سے بیٹھ
ثم اسجد حتی تطمئن ساجداً ثم	جا پھر دوسرا سجدہ اطمینان سے کر اور پھر
ارفع حتی تستوی قائماً۔	سیدھا کھڑا ہو جا۔

(بخاری)

بخاری کی اس حدیث سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ جلسہ استراحت کوئی مسنون عمل نہیں ہے، اور اس وجہ سے جمہور امت نے اس کو نماز کی سنت نہیں قرار دیا ہے بعض روایات میں جلسہ استراحت کا جو ذکر ہے وہ اس وقت کی بات ہے جب آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بدن بھاری ہو گیا تھا اور سجدہ سے براہ راست اٹھنا دشوار تھا اگر کسی کا بدن بھاری ہو جائے یا کسی اور وجہ سے براہ راست سیدھا کھڑا ہونا دشوار ہو تو سب کے نزدیک اس کو بیٹھ کر اٹھنا جائز ہے کوئی اس سے منع نہیں کرتا۔

غیر مقلدین خود تو صحیح حدیث پر عمل کرنے سے جان چراتے ہیں اور دوسرے

جو عامل بالحدیث ہیں ان کو حدیث کا مخالف قرار دیتے ہیں، قربان جائیے ان کی دیانت وامانت کے، کذب و دروغ گوئی کے یہ بادشاہ ہیں، دجل وفریب کے پرانے شہسوار ہیں، اب ایسے ہی لوگ امت کو سبیل الرسول دکھلائیں گے

جو ناآشنائے طریق ہوئی ہیں
انھیں رہبری کی ہوس ہورہی ہے

مسئلہ تیمم ایک ضرب یا دو ضرب

حکیم صادق سیالکوٹی صاحب تیمم میں ایک ضرب والی حدیث نقل کرکے فرماتے ہیں:

حضور کے فعل پاک سے تیمم میں ایک ضرب ثابت ہوئی لیکن فقہ میں ارشاد ہوتا ہے۔ تیمم میں دو ضربیں ہیں: (ہدایہ)

گویا حکیم صاحب نے بزعم خویش ثابت کردیا کہ تیمم میں دو ضرب کا مسئلہ حدیث کے خلاف ہے اور جو لوگ دو دفعہ ہاتھ مار کر تیمم کرتے ہیں ان کا عمل حدیث کے خلاف ہے۔

یہ غیر مقلدین کبھی سچ بول کر دینے والے نہیں ہیں، جھوٹ بولنے کی ان کو ایسی مشق ہے کہ سچ کلمہ زبان پر ان کے آتا ہی نہیں ہے، جن لوگوں کو احادیث کا علم ہے وہ خوب جانتے ہیں کہ حدیث میں ایک ضرب اور دو ضرب دونوں کا بیان ہے۔ یہ بات تو مشکوۃ پڑھنے والا بھی جانتا ہے، مگر واہ رے یہ غیر مقلدین کو صرف وہی احادیث نظر آتی ہیں جن میں صرف ایک ضرب کا بیان ہے دو ضرب والی احادیث یا تو بیچاروں نے پڑھا ہی نہیں ہے، یا دو ضرب والی حدیث کو یہ حدیث ہی نہیں سمجھتے۔

نواب صاحب بھوپالی فرماتے ہیں۔

وذهب جماعة من الائمة الفقهاء الى ان الواجب ضربتان

یعنی فقہاء ائمہ کی ایک جماعت کا یہ مذہب ہے کہ تیمم میں دو ضرب ہے۔

(الروضۃ ص ۱۰۲ ج ۱)

اگر دو دفعہ والا مسئلہ حدیث کے خلاف ہوتا ہے تو فقہاء ائمہ کی ایک جماعت کا یہی مذہب کیوں ہوتا، حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے بڑھ کر حدیث کا عالم اور حدیث پر عمل کرنے والا کون ہوگا، حافظ ابن عبد البر کی بھی امامت فی الحدیث مسلم ہے وہ اپنی کتاب الکافی میں امام مالک کا مسلک بیان کرتے ہیں۔

وصفة التيمم ان يضرب بيديه على الصعيد ثم يمسح بهما وجهه ويعمه بامرار يديه عليه ثم ضربة اخرى بيديه يمسح اليمنى باليسرى واليسرى باليمنى الى المرفقين۔ (ص ۱۰۱/ ج ۱۳۰)

یعنی تیمم کا طریقہ یہ ہے کہ زمین پر پہلے دونوں ہاتھ مار کر پورے چہرہ پر ہاتھ پھیرے پھر دوسری مرتبہ دونوں ہاتھ مار کر داہنے پر بائیں ہاتھ سے اور بائیں سے داہنے ہاتھ پر کہنیوں تک مسح کرے۔

یہی طریقہ فقہ حنفی میں بھی بیان کیا گیا ہے۔ اب غیر مقلدین فرمائیں کہ انکی عنایت صرف فقہ حنفی ہی پر کیوں ہے، امام مالک کا مسئلہ بھی غلط اور حدیث کے خلاف ہے۔ اگر واقعۃً امام مالک کے بارے میں بھی غیر مقلدوں کا یہی خیال ہے تو ذرا اس کا اپنے قلم سے اظہار کر دیں۔

اب میں ناظرین کو بتلانا چاہتا ہوں کہ حدیثیں دونوں طرح کی ہیں ایک ضرب والی بھی اور دو ضرب والی بھی، احناف یا ان ائمہ نے جن کا مذہب یہ ہے کہ تیمم میں دو ضرب ہے احتیاط والا پہلو اختیار کیا ہے، دو ضرب میں ایک ضرب کے مقابلہ میں احتیاط کا ظاہر ہونا واضح ہے، پھر دو ضرب لگانے والا ایک ضرب لگا ہی کر دوسری ضرب لگاتا ہے اس وجہ سے دونوں طرح کی حدیث پر عمل ہو جاتا ہے، اس طرح کوئی

حدیث چھوٹتی نہیں۔ بخلاف غیر مقلدین یا ان لوگوں کے جن کا مذہب صرف ایک ضرب پر اکتفا کرنے کا ہے۔ دو ضرب والی حدیث پر ان کا قطعاً عمل نہیں ہوتا اور اس میں احتیاط کے پہلو کی رعایت بھی نہیں ہے۔ اب ناظرین خود غور کرلیں کہ حدیث پر زیادہ عمل کرنے والا اور تمام حدیثوں کی رعایت کرنے والا کون ہے، تیمم میں ایک ضرب لگانے والا یا دو ضرب لگانے والا۔ غیر مقلدین سے تو انصاف کی توقع نہیں مگر ہر انصاف پسند یہی کہے گا کہ دو ضرب لگانے والا حدیث پر عمل کرنے اور مسائل شرعیہ پر عمل کرنے کے بارے میں زیادہ محتاط ہے۔

دو ضرب والی حدیثیں ایک دو نہیں دسیوں ہیں ان میں سے دو تین یہاں ذکر کردی جاتی ہیں۔

عن ابن عمر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال التیمم ضربتان ضربة للوجه وضربة لليدين الى المرفقين (دارقطنی ص ۱۸۰ ج ۱)

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضورؐ نے فرمایا کہ تیمم کا طریقہ یہ ہے کہ دو ضرب لگاؤ ایک چہرہ کیلئے اور دوسری کہنیوں تک ہاتھ کے لئے۔

عن جابر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال التیمم ضربة للوجه وضربة للذراعين الى المرفقين۔ (ایضاً ص ۱۸۱ ج ۱)

حضرت جابر فرماتے ہیں کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تیمم میں ایک دفعہ چہرہ کیلئے ہاتھ مارو اور ایک دفعہ کہنیوں تک ہاتھ کے لئے۔

بیہقی میں صحیح سند سے ہے کہ آنحضورؐ نے ایک صحابی کو جو تیمم کا طریقہ سکھلایا وہ اس طرح تھا، آپ نے اس سے فرمایا۔

ہاتھ مار، پھر آپ نے ایک مرتبہ ہاتھ مارا چہرہ کا مسح کیا پھر دوسری مرتبہ ہاتھ مار کر کہنیوں تک ہاتھ پھیرا۔

(بیہقی کیف التیمم)

مصنف ابن ابی شیبہ اور مصنف عبدالرزاق کا مطالعہ کر لیا جائے اس سے معلوم ہوگا کہ تیمم میں دو ضرب کے قائل بڑے بڑے تابعین ہیں۔ مثلاً امام زہری، حسن بصری امام طاؤس وغیرہ۔

حاصل کلام یہ ہے کہ جو لوگ تیمم میں دو ضرب کے قائل ہیں ان کے پشت پر احادیث آثار صحابہ اقوال فقہاء اور اتقیاء کی بے پناہ طاقت ہے، جب کہ غیر مقلدین اس طاقت سے محروم ہیں پھر بھی وہ میدان میں زور لگائے ہوئے ہیں کہ اہل حق ہم ہی ہیں ہمارے مقابلہ میں جو لوگ ہیں سب بونے ہیں مینڈک اپنی ٹرٹرے دریا کا بہاؤ روکنے کا خواب دیکھے ہوئے ہے۔

پگڑی پر مسح

حکیم صادق صاحب فرماتے ہیں کہ

حضور انور تو پگڑی پر مسح کریں لیکن فقہ کا فتویٰ ہے کہ پگڑی پر مسح کرنا جائز نہیں۔ ص۲۰۳

حکیم صاحب نے اس مسئلہ پر خامہ فرسائی کے لیے جس حدیث کا سہارا لیا ہے۔ ناظرین پہلے اس کو دیکھ لیں۔

عن المغیرۃ بن شعبۃ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم توضأ فمسح بناصیتہ والعمامۃ وعلی الخفین۔

مغیرہ بن شعبہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کرتے وقت پیشانی (کے اوپر کے بالوں) پر اور پگڑی پر اور موزوں پر مسح کیا۔ (یہ ترجمہ خود حکیم صاحب کا ہے)

حکیم صاحب کی عقل وخرد کو داد دینے کو جی چاہتا ہے کہ عنوان تو قائم کیا ہے پگڑی پر مسح۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ وہ کوئی ایسی حدیث پیش کریں گے جس سے یہ معلوم ہوگا کہ صرف پگڑی پر مسح کرنا جائز ہے، جب کہ ان کی پیش کردہ حدیث

میں پگڑی کے ساتھ ساتھ پیشانی پر مسح کا بھی ذکر ہے۔ تو ایسا مسح کرنے کو کون منع کرتا ہے۔ پیشانی کے ساتھ ساتھ پگڑی پر مسح سب کے یہاں جائز ہے۔ حکیم صاحب نے بلاوجہ خامہ فرسائی کی زحمت اٹھائی۔

حکیم صاحب کو چاہئے کہ وہ حدیث پیش کریں جس سے صرف پگڑی پر مسح کرنے کا جواز معلوم ہوتا ہو۔ خواہ مخواہ یہ کہنا کہ دشمنی نے غیر مقلدوں کی عقل مار دی ہے۔ روایت اور دلیل میں مطابقت ہے کہ نہیں اس کا بھی ان کو پتہ نہیں چلتا۔

قرآن میں وضو کے چاروں فرائض بیان کئے گئے ہیں۔ ان میں تیسرا فرض سر کا مسح کرنا ہے۔ کیا عمامہ پر مسح کرنے والا حقیقتاً سر پر مسح کرنے والا قرار پائے گا؟ کسی سے یہ کہا جائے کہ فلاں نے پگڑی پر مسح کیا ہے۔ اور کسی سے یہ کہا جائے کہ فلاں نے سر پر مسح کیا ہے۔ تو کیا دونوں کا مفہوم ایک ہی ہے۔ اور سننے والا پگڑی پر مسح کرنے والے کو بھی سر پر مسح کرنے والا سمجھے گا۔ اگر ایسا نہیں ہے اور یقیناً ایسا نہیں ہے تو صرف پگڑی پر مسح کر کے سر پر مسح کرنا کہاں ہوا اور کتاب اللہ نے سر کا جو مسح واجب کیا ہے وہ عمل کس طرح سے ہوا۔

کاش غیر مقلدین کو اللہ کچھ بھی بصیرت حاصل ہوتی۔ مگر ان بے بصیرتی کی دولت لازوال سے حصہ وافر پانے کے باوجود ان کا حال یہ ہے کہ ہر چلنے والا بھی مجتہد ہونے کا دعویٰ رکھتا ہے۔

ایک دو حدیث نہیں متعدد حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر پر عمامہ تھا اور آپ نے وضو کیا تو صرف عمامہ پر ہاتھ پھیر لینے پر اکتفا نہیں کیا بلکہ قرآن کے بیان کے مطابق حکم خداوندی پر عمل کرتے ہوئے سر کا مسح کیا۔ اور پھر عمامہ پر ہاتھ بھی پھیر لیا۔ یا سر کے کچھ حصہ پر ہاتھ پھیر کر کے پھر پورے عمامہ پر ہاتھ پھیر لیا۔ مندرجہ ذیل حدیثوں سے اسی دوسری صورت کا پتہ چلتا ہے۔

(۱) حضرت انس بن مالک فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کو وضو فرماتے ہوئے دیکھا آپ کے سر پر قطری عمامہ تھا آپ نے عمامہ کے نیچے سے ہاتھ ڈال کر سر کے اگلے حصہ پر مسح فرمایا اور عمامہ کو کھولا نہیں۔

(ابو داؤد)

(۲) حضرت عطاء کا یہ قول امام شافعی نے کتاب الام میں نقل کیا ہے۔
"رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے مسح کیا تو اپنی پگڑی کو سر سے اوپر کیا اور سر کے اگلے حصہ پر مسح کیا۔" (کتاب الام صفحہ ۲۶ ج ۱)

(۳) مؤطا امام مالک میں ہے:
امام مالک فرماتے تھے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے عمامہ پر مسح کرنے کے بارے میں سوال کیا گیا آپ نے فرمایا جائز نہیں ہے جب تک کہ بالوں کا پانی سے مسح نہ کرے۔

(۴) مؤطا ہی میں ہے۔
حضرت عروہ بن زبیر سے مروی ہے کہ وہ سر سے پگڑی ہٹا کر پانی سے سر پر مسح کرتے تھے۔

غرض اسی طرح کی ایک دو نہیں متعدد روایات، صحابہ کا عمل اور تابعین کے فتاویٰ ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ صرف عمامہ پر مسح کرنا کفایت نہیں کرے گا بلکہ قرآن کے حکم کے موجب سر پر مسح کرنا ضروری ہے۔

اب غیر مقلدین کے عقل کی داد دیجئے کہ ان کو وہ حدیثیں بھاتی نہیں جن پر عمل کرنے سے حدیث پر بھی عمل ہوتا ہے اور قرآن کا حکم بھی پورا ہوتا ہے۔ اور وہ حدیثیں جن جن سے بظاہر قرآن کا حکم متروک ہوتا ہے یہی حدیثیں ان کو قابل عمل نظر آتی ہیں، اگرچہ ان حدیثوں کا بھی مفہوم قطعاً یہ نہیں ہے کہ صرف عمامہ پر مسح کرنا درست ہے۔ جب دوسری حدیثوں میں صراحت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پگڑی کھسکا کر سر کا مسح کرنے کے بعد عمامہ پر ہاتھ پھیرتے تھے تو ان حدیثوں کا بھی یہی مطلب ہوگا جن میں

صرف عمامہ پر مسح کا ذکر ہے، اور بیان کرنے والوں نے اختصار کے طور پر صرف عمامہ کا ذکر کیا ہوگا۔

یہ انتہائی درجہ کی بھول ہوگی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں یہ گمان کیا جائے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کوئی مستقل ایسا عمل مسنون فرمائیں کہ جس سے حکم خداوندی کالعدم قرار پاتا ہو۔

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم حکم خداوندی کے شارح اور ترجمان تھے۔ شارح اور ترجمان کا کام مجمل باتوں کی توضیح تفسیر ہوتا ہے۔ یہ اس کا منصب نہیں ہے کہ اس حکم میں کوئی تبدیلی کردے۔

غیر مقلدین کو عقل ہو تو ان باتوں کو سمجھیں۔ فقہاء کا یہی کمال ہوتا ہے کہ وہ شریعت کی روح کو سمجھتے ہیں۔ اور کتاب وسنت کے درمیان تضاد اور ٹکراؤ پیدا کرنے کے بجائے وہ دونوں میں تطبیق کی راہ پیدا کرتے ہیں، تاکہ دونوں کی حرمت اپنی جگہ باقی رہے۔

کتے کی خرید وفروخت

حکیم صاحب کا ارشاد ہے کہ کتے کی فروخت سے حدیث میں منع کیا گیا ہے مگر فقہ حنفی میں لکھا ہے۔ یجوز بیع الکلب یعنی کتے کی بیع جائز ہے۔ (ص ۳۲)

فقہ اور فقہاء کی دشمنی میں غیر مقلدین ہمیشہ غلط راہ پر چلتے ہیں یا تو واقعی یہ مسائل سے جاہل ہوتے ہیں یا پھر عوام کو دھوکہ دینا یہ اپنا کار خصوصی جانتے ہیں۔

اس مسئلہ کی حقیقت یہ ہے کہ شروع شروع میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا عمومی حکم تھا کہ کتوں کو قتل کر دیا جائے۔ چنانچہ اس پر عمل ہوتا رہا اور ان کی خرید وفروخت بھی ممنوع رہی، جب کتوں سے نفرت دلوں میں بیٹھ گئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے گھروں اور کھیتوں کی نگرانی کے لئے کتوں کا رکھنا جائز قرار دے دیا۔

خرید و فروخت کی ممانعت بھی اس اجازت کے ساتھ ختم ہو گئی۔ اگر خرید و فروخت کی ممانعت کو کتا پالنے کی اجازت کے بعد بھی باقی رکھا جائے تو پھر اس اجازت کا مطلب ہی کچھ نہیں ہوتا۔ اور چونکہ کھیتوں اور گھروں کی نگرانی کی صلاحیت ہر کتے میں ہوتی ہے۔ اس وجہ سے کتے کی بیع و شراء کسی نے کی تو یہ بیع و شراء درست ہو گی۔

اگر غیر مقلدین کو فقہ حنفی کا مسئلہ حدیث کے خلاف نظر آتا ہے تو براہ کرم وہ بتلائیں کہ گھروں اور کھیتوں کی نگرانی کے لئے حدیث میں کتا پالنے کی اجازت ہے کہ نہیں۔ اگر ہے اور یقیناً ہے تو پھر کتا کی بیع و شراء کی ممانعت کی اب کیا وجہ ہے کیا کوئی ایسی حدیث ان کے پاس ہے جس سے صاف طور پر معلوم ہو کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے کتا پالنے کی اجازت دینے کے بعد بھی کتوں کی بیع و شراء منع کیا ہے۔ اگر ان کی نگاہ میں اس طرح کی کوئی حدیث ہے تو براہ کرم اس کی نشاندہی فرما کر کرم فرمائیں پھر انہیں حق ہو گا کہ فقہ حنفی کا مسئلہ حدیث کے خلاف بتلانے کی جرأت کا اظہار کریں۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے بھی ایک روایت اسی طرح کی ہے جو امام ابو حنیفہ کا مذہب ہے۔ فتح الباری میں حافظ ابن حجر فرماتے ہیں۔

وعنه كقول أبي حنيفة يجوز وتجب القيمة۔ (ص۴۲۶ ج۴)

یعنی امام مالک سے ایک روایت امام ابو حنیفہ کے قول کے مطابق ہے کہ کتے کی بیع جائز ہے اور قیمت واجب ہے۔

امام نخعی اور امام عطاء کا بھی مذہب ہے کہ شکاری کتے کی بیع جائز ہے۔

وقال عطاء والنخعي يجوز بيع كلب الصيد (ایضا)

یعنی امام عطاء اور امام نخعی کا قول ہے کہ شکاری کتے کی بیع جائز ہے۔

امام قرطبی مشہور محدث اور مفسر ہیں ان کا کہنا ہے کہ کتے کی بیع کے بارے میں جو نہی ہے وہ نہی تنزیہی ہے، اور اس سے اس لئے منع کیا گیا ہے کہ کتے کی بیع و شراء

یہ مکارم اخلاق (یعنی شریف عادت اور پسندیدہ اخلاق) کے خلاف ہے، فرماتے ہیں۔

ولکن الشارع نھی عن بیعه تنزیھاً لانه لیس من مکارم الاخلاق۔ (فتح الباری ج ۴ ص ۴۲۷)

یعنی شریعت نے کتے کی بیع سے تنزیہاً منع کیا ہے اس لئے کہ کتے کی بیع وشرا پسندیدہ اخلاق میں سے نہیں ہے۔

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ کبھی کبھار کی بیع وشراء کا نہی سے تعلق نہیں ہے بلکہ مستقلاً اس کی تجارت کرنا اور اس کا کاروبار کرنا یہ بری حرکت ہے۔ مکارم اخلاق کا تقاضا ہے کہ مسلمان خسیس چیزوں کی تجارت سے بچے۔

غیر مقلدین کے سامنے صرف ایک دو حدیث ہوتی ہے اور ماہران شریعت کے سامنے شریعت کا پورا نظام ہوتا ہے، اور وہ شریعت کے پورے نظام کو سامنے رکھ کر کوئی فیصلہ کرتے ہیں۔

جائز اور ناجائز کی بحث حقیقۃً غیر مقلدوں کا کام ہے ہی نہیں جو ظاہر پرست ہیں یہ ماہران فقہ کا کام ہے غیر مقلدوں کا اس میں دخل دینا ایسا ہی ہے جیسے کوئی سڑک چھاپ دوائی بیچنے والا طبیب حاذق کے نسخوں پر اعتراض کرے۔

شراب کا سرکہ بنانا

حکیم صادق سیالکوٹیؒ صاحب فرماتے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فتویٰ دیں کہ شراب کا سرکہ بنانا جائز نہیں لیکن حنفی مذہب کا فتویٰ ہے کہ شراب کا سرکہ بنانا جائز ہے۔ ص ۲۰۲

اس سلسلہ میں میری پہلی گذارش یہ ہے کہ حکیم صاحب پہلے اپنے گھر کی خبر لیں، دیکھئے نزل الابرار من فقہ النبی المختار کا یہ مسئلہ۔

ولو وقعت فی الخمر ثم تخلل فالخل طاھر لاجل الاستحالة

یعنی اگر چوہا شراب میں گر جائے اور سرکہ بن جائے تو سرکہ پاک ہے اسلئے کہ ماہیت

ولو اوقع الخمر فی الخل ان استحال خلا یحل شرابہ ۔ (ص ۵۱۱/۳)

بدل گئی اور اگر شراب سرکہ میں ڈالدیا جائے اور وہ شراب سرکہ بن جائے تو اس (شراب) کا پینا جائز ہے ۔

حکیم صاحب سے مؤدبانہ گذارش ہے کہ اہلحدیثوں کا شراب اور سرکہ کے بارے میں یہ جو مذہب ہے اور جس کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کیا گیا ہے اس کی دلیل کتاب وسنت سے پیش کریں ، دوسروں پر اعتراض کرنے سے پہلے اپنے گھر کی خبر ضروری ہے ۔

غیر مقلدین ذرا یہ بھی فرمائیں کہ امام بخاری کا اس بارے میں کیا مذہب ہے ؟ اگر ان کا مذہب بھی احناف ہی جیسا ہے تو براہ کرم ذرا یہ ارشاد فرمائیں کہ امام بخاری نے حدیث کی روشنی میں یہ مذہب اختیار کیا ہے یا حدیث کے خلاف ، اگر حدیث ہی کی روشنی میں ان کا یہ مذہب ہے تو جو دلیل امام بخاری کی ہے وہی دلیل احناف کی ہے ، اور اگر امام بخاری کا یہ مذہب حدیث کے خلاف ہے تو زبان طعن احناف ہی پر کیوں دراز کی جارہی ہے امام بخاری کو اس سے کیوں محروم رکھا جاتا ہے ؟

ہمیں باربار یہ کہتے ہوئے شرم محسوس ہوتی ہے کہ غیر مقلدوں کو خداوند قدوس نے ائمہ فقہ وحدیث پر لعن وطعن اور زبان درازی کے طفیل فقہ وبصیرت سے محروم کردیا ہے اس پر مزید یہ ہے کہ احادیث رسول کے بارے میں بڑے بے پرواہ اور غیر عادل واقع ہوئے ہیں ، حدیث کا معنی اور مفہوم کچھ ہوتا ہے اور اسے یہ اپنی لن ترانیوں کے زور بنا کچھ دیتے ہیں ۔

حکیم صاحب نے اس مسئلہ میں جو حدیث پیش کی ہے وہ حکیم صاحب کے ترجمہ کے ساتھ یہ ہے ۔

عن انس ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم سئل عن الخمر یتخذ فقال لا ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ شراب کا

سرکہ بنایا جائے آپ نے فرمایا ہرگز نہیں۔

ذرا غیر مقلدین علماء خدا کو حاضر و ناظر جان کر بتلائیں کہ یہ ہرگز نہیں ترجمہ حدیث کے کس لفظ کا ہے؟ حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کھلواڑ کر کے دوسروں کو سبیل الرسول دکھایا جائے گا؟

حدیث رسول میں لا کا لفظ استعمال کیا گیا ہے، جس کا معنی صرف نہیں، کا ہے۔ اور نہی کوئی ضروری نہیں ہے کہ نہی تحریمی ہو، یہ نہی تنزیہی بھی ہو سکتی ہے، جن فقہاء و محدثین نے شراب کا سرکہ بنانے کو مکروہ نہیں سمجھا ہے ان کے نزدیک یہ نہی تنزیہی ہے تحریمی نہیں ہے، اس حدیث میں اگر نہی سے مراد نہی تحریمی ہوتی تو کیا یہ ممکن تھا کہ امام بخاری جیسا محدث شراب کا سرکہ بنانے کے جواز کا قائل ہوتا۔ امام بخاری کی شان تو بہت عظیم ہے کسی بھی عام محدث کے بارے میں بھی اس کا تصور دشوار ہے کہ وہ حدیث رسول کے خلاف جان بوجھ کر کسی عمل کو جائز رکھے گا۔

کسی حدیث کا کوئی مطلب اگر غیر مقلدین اپنی سمجھ سے کچھ قرار دے لیں تو کیا ضروری ہے کہ دوسرا بھی اس حدیث کا وہی مطلب سمجھے۔

ہدایہ میں جو عبارت ہے وہ یہ ہے

ولا یکرہ تخلیلها   یعنی اس کا سرکہ بنانا مکروہ نہیں ہے

غیر مقلدین نے اس لفظ سے مطلقاً جواز سمجھ لیا، حالانکہ اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ شراب کا سرکہ بنانا حرام اور مکروہ تحریمی نہیں ہے اس سے خلاف اولیٰ اور نا مناسب عمل ہونے کی نفی نہیں ہوتی ہے۔ جن لوگوں کو فقہ کی کتابیں پڑھنے کا گہرائی و گیرائی سے اتفاق ہوا ہے ان کو خوب معلوم ہے کہ جب فقہ کی کتابوں میں ولا یکرہ کا لفظ آتا ہے، تو اس سے عموماً مراد مکروہ تحریمی ہی ہوتا ہے۔

ہماری اس گفتگو کو پڑھ کر یہ بات سمجھنی کچھ دشوار نہیں ہے کہ فقہ کے مسئلہ اور حدیث کے معنی اور مفہوم میں کوئی ٹکراؤ نہیں ہے، حدیث میں نہی سے مراد نہی تنزیہی ہے یعنی

ایسا کرنا خلافِ اولیٰ اور خلافِ تقویٰ ہے اور فقہ کے مسئلہ میں لایکرہ سے مراد مکروہ تحریمی کی نفی ہے، مکروہ تنزیہی کا انکار نہیں ہے، یعنی فقہ کا مسئلہ بھی یہی ہے کہ ایسا کرنا خلاف تقویٰ اور خلاف اولیٰ ہے، اس طرح فقہ اور حدیث میں کوئی ٹکراؤ بھی باقی نہیں رہتا۔ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد مبارک نعم الادام الخل بہترین سالن سرکہ ہے (مسلم) کی عمومیت بھی باقی رہتی ہے اس لئے کہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر طرح کے سرکہ کے بارے میں آپ کا یہ ارشاد مبارک ہے خواہ وہ سرکہ اپنے سے بنے یا اس کو تیار کیا جائے، غرض اگر دقت نگاہ سے آپ سوچ لیں تو آپ کو اعتراف کرنا پڑے گا کہ فقہ حنفی کے مسئلہ میں اس بارے کی تمام حدیثوں کی رعایت مطلوب رکھی گئی ہے، اور اگر غیر مقلدوں کی طرح آپ سوچنے لگیں گے تو آپ کو بہت سی احادیث کا یا تو انکار کرنا پڑے گا یا ان کی بلا دلیل تاویل کرنی پڑیگی۔

ذرا غیر مقلدین یہ بھی فرمائیں کہ کیا احناف کے یہاں یہی مفتی بہ قول ہے؟ اگر یہ مفتی بہ قول نہیں ہے تو ان کو غیر مفتی بہ قول ذکر کرنے اور اس پر اعتراض کرنے کا کیا مقصد ہے، یہ انتہائی درجہ کی بددیانتی ہے کہ جس پر احناف کا عمل اور فتویٰ نہ ہو اس کو ذکر کرکے فقہ حنفی پر اعتراض کیا جائے۔

نفل والے کے پیچھے فرض پڑھنے والے کی اقتدار

ائمہ کے درمیان یہ مسئلہ اختلافی ہے کہ اگر امام نفل پڑھ رہا ہو تو اس کے پیچھے مقتدی کی فرض نماز ہوگی یا نہیں، حضرت امام ابوحنیفہ اور حضرت امام مالک کا مذہب یہ ہے کہ نفل پڑھنے والے امام کے پیچھے فرض پڑھنے والے مقتدی کا فرض درست نہ ہوگا

الکافی میں امام مالک کا مذہب حافظ عبدالبر بیان فرماتے ہیں:

ولا یجوز عند مالک لاحد ان یصلی فرضا یخالف فیہ فرض امامہ

یعنی امام مالک کے نزدیک یہ جائز نہیں ہے کہ امام کا فرض کچھ ہو اور اس کے پیچھے مقتدی

خلفه ولا ان یصلی الفرض خلف متنفل (ص ۲۱۳ ج ۱)

کوئی اور فرض نماز پڑھے اور نہ یہ جائز ہے کہ فرض نماز اس امام کے پیچھے پڑھی جائے جو نفل نماز پڑھ رہا ہو۔

اور یہی مذہب امام ابو حنیفہ کا بھی ہے، اب غیر مقلد عالم حکیم صادق سیالکوٹی کا الفاظ ملاحظہ فرمائیے کہ امام مالک کا تو نام تک زبان پر نہیں لاتے مگر فقہ حنفی کے خلاف برستے ہوئے فرماتے ہیں۔

۔ غور فرمائیں کہ حدیث میں نفل پڑھنے والے کے پیچھے فرض پڑھنے والی کی نماز ہو جاتی ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ لیکن حنفی فرض پڑھنے والوں کو نفل پڑھنے والے کی اقتداء سے روکتے ہیں (مختصرا) ص ۲۰۹

قارئین حکیم صاحب کی دیانت ملاحظہ فرمائیں کیا ایسا کرنے سے صرف حنفی ہی روکتے ہیں یا یہی مذہب امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا بھی ہے؟ کیا اسی دیانت کے بل بوتے پر حکیم صادق سیالکوٹی ہمیں سبیل الرسول دکھلانے کا شوق پالے ہوئے ہیں؟

اور پھر یہ کہاں کی دیانت ہے کہ آپ صرف احناف کی کتابوں سے مسئلہ نوٹ کر دیتے ہیں، آخر احناف نے اپنی کتابوں میں مسائل کے جو دلائل لکھے ہیں ان کو ظاہر کیوں نہیں کرتے۔

اس مسئلہ میں احناف اور مالکیہ کے دلائل کیا ہیں ان کو تو میں بعد میں لکھوں گا حکیم صاحب نے حدیث رسول کے ساتھ یہاں جو مذاق کیا ہے پہلے اس کو میں بیان کرتا ہوں۔

حکیم صاحب نے جو حدیث ذکر کی ہے وہ یہ ہے، ترجمہ بھی حکیم ہی صاحب کا ہے۔

عن جابر قال کان معاذ بن جبل یصلی مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم ثم یاتی قومہ فیصلی بھم۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت معاذ بن جبل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز (عشاء) پڑھتے پھر اپنی قوم کے پاس جا کر انکی امامت کرتے

حکیم صاحب نے اس حدیث میں تصرف یہ کیا ہے کہ بریکٹ میں نماز کے ساتھ عشاء کا لفظ بڑھا دیا ہے کہ یہ متعین ہو جائے کہ حضرت معاذ جو نماز آنحضورؐ کے ساتھ پڑھتے تھے وہ فرض ہوتی تھی اور جو نماز اپنی قوم کو پڑھاتے تھے وہ نفل ہوتی تھی، چنانچہ اس تصرف پر ناز کرتے ہوئے حکیم صاحب فرماتے ہیں۔

. اس سے ثابت ہوا کہ متنفل امام کے پیچھے مفترض مقتدی کی نماز ہو جاتی ہے . . . . . . لیکن حنفی مذہب کا فتویٰ اس کے خلاف ہے (ص ۳۰)

سوال یہ ہے کہ حدیث میں تو کہیں عشاء کا لفظ نہیں ہے تو حکیم صاحب کو کیسے معلوم ہوا کہ حضرت معاذ عشاء کی نماز پڑھ کر جاتے تھے، حدیث کا ترجمہ تو صرف اتنا ہے کہ وہ آنحضورؐ کے ساتھ نماز پڑھتے تھے، عشاء کی پڑھتے تھے کہ مغرب کی اس کا تو کوئی ذکر نہیں اور نفل پڑھتے تھے یا فرض اس کا بھی ذکر نہیں تو آپ نے یہ کیسے متعین کر لیا کہ وہ فرض ہی پڑھتے تھے، نفل نہیں پڑھتے تھے۔ چلئے مان لیا کہ وہ عشاء کی نماز میں آنحضورؐ کے ساتھ شریک ہوتے تھے جیسا کہ بعض روایات میں اس کی تصریح بھی ہے (اگرچہ بعض روایات میں مغرب کا بھی لفظ آیا ہے) تو یہ کیا ضروری ہے کہ آپ کے ساتھ حضرت معاذ فرض ہی پڑھتے ہوں نفل نہ پڑھتے ہوں۔ حضرت معاذ اپنی قوم کے امام تھے۔ قوم نے ان کو فرض نماز پڑھانے کے لئے امام بنایا تھا کہ نفل نماز پڑھانے کے لئے؟ امام کو فرض کیلئے مقرر کیا جاتا ہے کہ نفل کے لئے؟

ہمیں غیر مقلدین اپنی کسی بھی مسجد میں ایک امام ایسا دکھلا دیں جس کو نفل نماز پڑھانے کے لئے مقرر کیا گیا ہو؟

جب امام کو فرض پڑھانے کے لئے مقرر کیا جاتا ہے (تراویح کی بات الگ ہے) تو یہ خود واضح قرینہ ہے کہ حضرت معاذ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جو نماز پڑھتے تھے وہ نفل تھی اور اپنی قوم کو بطور امام جو نماز پڑھاتے تھے وہ فرض تھی۔ آنحضورؐ کے ساتھ پڑھی جانے والی حضرت معاذ کی نماز کو فرض قرار دینا اور اپنی قوم کو بطور امام نماز

پڑھانے والی نماز کو نفل بتلانا زبردستی کی بات ہے۔

اور اگر کوئی غیر مقلد یہ کہے کہ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت معاذ آنحضور کے ساتھ جو نماز پڑھتے تھے وہ فرض تھی تو اس کا جواب ہم کیا دیں نواب صدیق حسن خان صاحب سے آپ سن لیں، وہ فرماتے ہیں۔

وهذه الزيادة المصرحة بالمطلوب وان كان فيها مقال معروف لكنها معتضدة بما عرف من حرص الصحابة على الاوفر اجراً والاكمل ثواباً ولا شك ان الصلوة خلفه صلى الله عليه وسلم افضل واكمل واتم۔ (الروضة ج١ ص١٢٠)

اور (بعض روایات کی) یہ زیادتی جو مطلوب کو بصراحت بیان کرتی ہے۔ اگرچہ اس میں مشہور کلام ہے لیکن وہ اس بات سے تقویت پاتی ہے کہ صحابہ کرام کے بارے میں یہ مشہور بات ہے کہ وہ زیادہ اجر والے اور اکمل کام کے حریص تھے اور کوئی شک نہیں کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھنا افضل اکمل اور اتم ہے۔

دیکھئے خود خان صاحب کا یہ کلام صاف اعلان کر رہا ہے کہ فرض والی بات جو حضرت معاذ سے بعض روایات میں ہے اس میں محدثین کو کلام ہے۔ اس کی صحت علماء حدیث کے نزدیک پایہ ثبوت کو نہیں پہونچتی۔ اور یہی وجہ ہے کہ خان صاحب نے اپنے مسلک پر استدلال ان روایتوں سے براہ راست کرنے کے بجائے قیاس سے کام لیا ہے کہ چونکہ صحابہ کرام کی عمومی عادت زیادہ اجر والے عمل کے کرنے کی ہوتی تھی اس وجہ سے یہی کہا جائیگا کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے حضرت معاذ کی نماز فرض تھی نفل نہیں مگر خان صاحب کا یہ استدلال بالکل باطل ہے اس لئے کہ آنحضور کے پیچھے جو بھی نماز پڑھی جائے گی خواہ نفل خواہ فرض وہ اکمل بھی ہوگی اور اس کا اجر زیادہ بھی ہوگا، اس بات کو صرف فرض کے ساتھ خاص کرنے کی کوئی معقول وجہ نہیں ہے، اور نہ غیر مقلدین حضرات کے پاس کوئی ایسی کتاب وسنت سے دلیل ہے جس سے یہ معلوم ہو کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے جو فرض نماز پڑھی جائے گی وہ تو اکمل اور زیادہ اجر والی ہوگی اور جو نفل پڑھا

پڑھی جائے گی وہ کمال اور زیادہ اجر والی نہیں ہوگی، اگر غیر مقلدین حضرات کے پاس ایسی کوئی دلیل ہو تو وہ پیش کریں۔

تعجب تو یہ ہے کہ اس مسئلہ میں غیر مقلدین یا تو فعل صحابہ[۱] سے حجت پکڑتے ہیں یا قیاس کو کام میں لاتے ہیں، یا پھر ان کی جھولی میں ضعیف حدیث ہے، اور یہ تینوں چیزیں ان کے یہاں مردود ہیں، تو بتلایا جائے کہ جو دلائل خود تمہارے یہاں مردود ہوں ان سے دوسروں پر تم کیسے حجت قائم کرتے ہو؟

اگر غیر مقلدین حضرات فرمائیں کہ ابن جریج کی روایت میں تصریح ہے۔ وھی له تطوع ولھم فریضۃ، یعنی حضرت معاذ کی نماز نفل ہوتی تھی اور حضرت معاذ کے مقتدیوں کی نماز فرض ہوتی تھی اور اس حدیث کے بارے میں حافظ ابن حجر فرماتے ہیں۔

وھو حدیث صحیح رجاله رجال الصحیح۔ (فتح الباری ج۲ ص۱۹۶) یعنی یہ صحیح حدیث ہے اس کے راوی صحیح کے راوی ہیں۔

تو اس کا جواب اولاً تو یہ ہے کہ کیا حضرت معاذ سے اس کی کہیں صراحت ہے کہ وہ قوم کو جو نماز پڑھاتے تھے وہ نفل تھی؟ بلا حضرت معاذ کی صراحت اس کا فیصلہ مشکل ہے کہ وہ نفل پڑھاتے تھے یا فرض، ثانیاً یہ عرض کرنا ہے کہ غیر مقلدین کے علماء بار بار اپنی کتابوں میں لکھتے ہیں کہ سند کے صحیح ہونے سے حدیث کا صحیح ہونا ضروری نہیں، مثلاً مولانا عبدالرحمن مبارکپوری ایک بالکل صحیح سند والی روایت کے بارے میں فرماتے ہیں۔

قلت لا شك ان رجاله رجال الصحیح میں کہتا ہوں کہ بلا شک وشبہ سند کے راوی

---

(۱) غیر مقلدین کے پاس ایک بھی صحیح یا ضعیف حدیث نہیں ہے جس سے یہ معلوم ہو کہ آنحضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا ہو کہ متنفل امام کے پیچھے فرض پڑھنے والے مقتدی کی نماز ہو جائے گی، غیر مقلدین کے پاس صرف حضرت معاذ کا فعل ہے وہ بھی اس مسئلہ میں صریح نہیں ہے، اور صراحت والی حدیث ضعیف ہے جیسا کہ حافظ فرماتے ہیں فیھا مقال معروف یعنی اس میں مشہور کلام ہے۔

لكن في صحة اسناده نظر وان زعم ابن حزم انها في غاية الصحة لان فيه الاعمش وهو مدلس۔ (ابکار ص ۲۹۰)

صحیح کے راوی ہیں، مگر ہمیں اس حدیث کا صحیح ہونا تسلیم نہیں اگرچہ ابن حزم کا گمان ہے کہ اسکی سند انتہائی درجہ کی صحت کو پہونچی ہوئی ہے اسلئے کہ سند میں اعمش ہیں اور وہ مدلس ہیں

ایک جگہ مبارکپوری صاحب فرماتے ہیں۔

قلت لا يلزم من كون رجاله رجال الصحيح صحته۔ (ایضا ص ۲۳۲)

میں کہتا ہوں کہ حدیث کی سند صحیح کی سند ہونے سے خود حدیث کا صحیح ہونا لازم نہیں آتا۔

جب کہ غیر مقلدین حضرات کا یہی فیصلہ ہے تو پھر حدیث کی سند کا صحیح ہونا بیکار ہو کر رہ گیا، دوسروں پر اس قسم کی باتوں سے حجت قائم کرنا بڑی جرأت کی بات ہے۔

اور رہا یہ کہ حافظ ابن حجر جیسا کہ وسیع النظر عالم اس حدیث کو صحیح تسلیم کرتا ہے تو حافظ ابن حجر پر آپ کو اعتماد ہی کہاں ہے ان کے بارے میں مولانا مبارکپوری کا یہ کلام ذی شان ملاحظہ فرمائیے۔

حافظ ابن حجر نے ایک حدیث کے بارے میں فرمایا کہ اس کی سند حسن ہے تو مبارکپوری صاحب ابن حجر کا کلام رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

ان حسن الاسناد وصحته لا يستلزم حسن الحديث وصحته۔

یعنی سند کا حسن یا صحیح ہونا اسکو مستلزم نہیں ہے کہ حدیث بھی حسن اور صحیح ہو۔

حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ کی صحیح حدیث کے بارے میں مولانا عبد الرحمن مبارکپوری فرماتے ہیں۔

قد صححه الحافظ سند ابي داؤد في التلخيص وفي الفتح۔

یعنی حافظ ابن حجر ابو داؤد کی سند کو تلخیص اور فتح الباری میں صحیح قرار دیا ہے۔

مگر چونکہ حافظ کی یہ تصحیح مبارکپوری صاحب کی طبع نازک پر گراں گزر رہی تھی، اس وجہ سے فرمادیا کہ اس کی کوئی سند صحیح نہیں ہے۔

میں اپنے قارئین کو غیر مقلدین حضرات کی انصاف پسندیوں کی کتنی داستان سناؤں بہتر ہے کہ اس کے لئے میری عربی اردو کتابوں کا مطالعہ کیا جائے۔

حضرت معاذ کی حدیث حنفیہ کی بھی دلیل ہے

پھر کمال تو یہ ہے کہ حضرت معاذ کی جس حدیث کے بارے میں صادق صاحب کا یہ فرمان ہے کہ احناف نے اس حدیث کے خلاف کیا ہے، اس حدیث سے احناف اس مسئلہ میں کہ نفل والے کی نماز فرض والے امام کے پیچھے درست ہوگی، استدلال کرتے ہیں، احناف تو اس حدیث کو اس مسئلہ میں اپنی دلیل قرار دیں اور صادق صاحب کا فرمان یہ ہو کہ احناف اس حدیث کو تسلیم نہیں کرتے کتنی عجیب سی بات ہے، یہ ضرور ہے کہ غیر مقلدین اس حدیث کو جس مسئلہ کی دلیل بناتے ہیں (یعنی متنفل امام کے پیچھے مفترض مقتدی کی نماز کا درست ہونا) احناف غیر مقلدین کی یہ بات تسلیم نہیں کرتے اس لئے کہ احناف کی تحقیق میں اس حدیث سے یہ مسئلہ ثابت نہیں ہوتا، ہوسکتا ہے کہ آپ کی تحقیق اپنی جگہ درست ہو مگر اس کو اس انداز سے کہنا کہ حنفیہ نے حضرت معاذ کی حدیث کو رد کر دیا ہے، بدترین قسم کا ظلم ہے، احناف تو اس حدیث کو سر آنکھوں پر رکھ کر اس سے استدلال کرتے ہیں، کیا آپ کے نزدیک کسی حدیث کو کسی مسئلہ میں حجت بنانے اور اس سے استدلال کرنے کا نام اس حدیث کا رد کرنا ہوتا ہے!! احناف دشمنی میں عقل کھو دینے کا نام غیر مقلدیت ہے کیا؟

فرض پڑھنے والے مقتدی کی نماز نفل پڑھنے والے امام کے پیچھے نہ ہوگی

اس کا ثبوت حدیث سے

احناف اس مسئلہ میں کہ نفل پڑھانے والے امام کے پیچھے فرض پڑھنے والے مقتدی

کی نماز نہ ہوگی، مندرجہ ذیل حدیثوں سے استدلال کیا گیا ہے۔ حضور صلی اللہ
علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

الامام ضامن (رواہ احمد) یعنی امام ضامن ہوتا ہے

معلوم ہوا کہ امام ہر اعتبار سے مقتدی سے بڑھا ہوتا ہے، اب اگر مقتدی کی
نماز تو اعلیٰ درجہ کی (فرض) ہو اور امام کی نماز مقتدی کی نماز سے (نفل) کمتر درجہ کی ہو
تو اس حدیث کے صریح خلاف ورزی ہوگی، الامام ضامن والی بات نہیں پائی
جائے گی۔

بخاری ومسلم کی روایت ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

انما جعل الامام لیؤتم بہ — یعنی امام کو اسلئے مقرر کیا جاتا ہے کہ اس کی اقتدا
کی جائے اسلئے اس کے خلاف نہ کرو
فلا تختلفوا علیہ۔

اب اگر مقتدی فرض پڑھے اور امام صاحب نفل پڑھائیں تو امام کی اقتدا کہاں رہی
دونوں نماز الگ ہوئیں۔ غرض فرض کے سلسلے میں یہ حدیث بالکل واضح ہے، البتہ نفل
نماز امام کے پیچھے ہو جائے گی اس لئے کہ نفل کا معاملہ فرض نماز سے بالکل مختلف ہے۔
فرض پر نفل کو قیاس نہیں کیا جا سکتا اور نفل کے بارے میں تو خود آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم
سے صراحتاً روایت ہے کہ آپ نے فرمایا کہ اگر تم لوگ فرض ادا کر چکے ہو اور مسجد میں آؤ اور دیکھو
کہ امام نماز پڑھا رہا ہے تو اس کے ساتھ شریک ہو جاؤ، تمہاری یہ نماز نفل ہوگی (ابوداؤد)
پس نفل کی اجازت تو خود آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے اس لئے مذکورہ بالا
حدیث لا تختلفوا علیہ کا تعلق فرض سے ہوگا نفل سے نہیں۔

غرض احناف اور مالکیہ کے نزدیک ان حدیثوں کی بنیاد پر یہ مسئلہ ہے کہ مقتدی اگر
فرض پڑھنے والا ہو اور امام نفل پڑھائے تو یہ جائز نہ ہوگا، اس کو خلاف حدیث قرار دینا
یہ غیر مقلدین ہی جیسے عقل والوں کا کام ہے۔ غالباً غیر مقلدوں کو اس کا بڑا شوق ہوتا ہے کہ
دوسروں کے مسائل کو خلاف کتاب وسنت قرار دیں، اسی شوق کے ساتھ دوسروں کو

بسبیل الرسول دکھاتے ہیں۔

نفل پڑھانے والے امام کے پیچھے فرض نماز پڑھنے والے مقتدیوں کی نماز کے بارے میں امام احمد کا مذہب

اور میں یہاں مزید یہ کہنا چاہتا ہوں کہ یہ صرف احناف اور مالکیہ ہی کا مذہب نہیں ہے بلکہ امام احمد بن حنبل سے بھی ایک روایت اسی طرح کی ہے۔ اور دوسری روایت یہ ہے کہ ضرورۃً جائز ہے بلا ضرورت جائز نہیں۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہ فرماتے ہیں۔

ولهذا كان احمد في المنصوص عنه وطائفة من اصحابه يقول يجوز اقتداء المفترض بالمتنفل للحاجة كما في صلوة الخوف وكما لو كان المفترض غير قارئ كما في حديث عمرو بن سلمه ومعاذ ونحو ذالك وان كان لا يجوزه لغير حاجة على احدى الروايتين عنه۔

(فتاوی ابن تیمیہ ۲۳/۳۸۶)

حضرت امام احمد بن حنبل اور ان کے شاگردوں کی ایک جماعت نے یہ کہا ہے کہ ضرورۃً مفترض کی اقتداء متنفل کے پیچھے جائز ہے مثلاً نماز خوف میں یا فرض پڑھنے والا قرآن پڑھنا نہ جانتا ہو اور اس طرح کی دوسری ضرورتوں کے وقت اگرچہ بلا ضرورت جائز نہیں جیسا کہ امام احمد سے ایک روایت یہ بھی ہے۔

غرض امام احمد جو امام اہلسنت کے لقب سے غیر مقلدین کے یہاں بھی معروف ہیں ان کا مسلک بھی امام ابو حنیفہ اور امام مالک ہی جیسا ایک روایت کے مطابق ہے اور دوسری جو جواز کی روایت ان سے منقول ہے وہ بقول شیخ الاسلام ابن تیمیہ ضرورت کے موقع پر جائز ہونے کی ہے نہ کہ علی الاطلاق جیسا کہ غیر مقلدین حضرات کا مذہب ہے اور امام ابن تیمیہ کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت معاذ والی حدیث کو امام احمد نے ضرورت

ہی پر محمول کیا ہے۔ امام ابن تیمیہ فرماتے ہیں۔

وکما لو کان المفترض غیر قاری کما فی حدایث عمرو بن سلمہ ومعاذ و نحو ذالک۔ (ص ۲۴۹ ایضا)

یعنی نفل نماز پڑھانے والے کے پیچھے فرض پڑھنے والے کی نماز جائز ہے جبکہ فرض پڑھنے والا قرآن پڑھنے والا نہ ہو جیسا کہ حضرت معاذ اور حضرت عمرو بن سلمہ اور اس طرح کے دوسرے صحابہ کرام کی روایتوں کا تقاضا ہے۔

ابن تیمیہ کی اس تحقیق نے غیر مقلدین کی حضرت معاذ والی حدیث سے اس مسئلہ میں استدلال کی بنیاد ہی ہلا دی، اور معلوم ہوا کہ یہ حضرات محض حدیث کا نام لے کر لوگوں کو گمراہ کرنے کا فریضہ ہی انجام دیتے ہیں، خود حدیث کے بارے میں ان کا مذاق ایسا نہیں ہے جس پر کوئی اعتماد کرے، کاش غیر مقلدین حضرات اپنی اس حقیقت سے واقف ہو جائیں تو اپنے حوصلے سے بڑھ کر بات کرنے کی ان کو جرأت نہ ہو۔

غیر مقلدین کے یہاں امام اور مقتدی کی نماز الگ الگ ہوتی ہے

اس مسئلہ میں اگرچہ گفتگو بہت طویل ہو گئی ہے مگر میں ناظرین کے لئے ایک اور حقیقت سے پردہ ہٹانا چاہتا ہوں جس کو غیر مقلدین عام طور پر زبان پر لاتے نہیں ہیں۔

وہ حقیقت یہ ہے کہ غیر مقلدین جو اس کے قائل ہیں کہ نفل پڑھانے والے امام کے پیچھے فرض پڑھنے والے مقتدی کی نماز ہو جاتی ہے اس کی وجہ حقیقۃً حضرت معاذ کی حدیث نہیں ہے اس لئے کہ جیسا کہ ناظرین نے معلوم کیا کہ حضرت معاذ کی اس حدیث میں اس کی صراحت ہی نہیں ہے کہ وہ نفل نماز پڑھاتے تھے تو پھر اس سے استدلال کیسے درست ہوگا، اور اگر مان لیا جائے کہ وہ نفل ہی پڑھاتے تھے تو بقول شیخ الاسلام ابن تیمیہ ان کا یہ پڑھانا ضرورۃً تھا اور فقہ کا مشہور اصول ہے کہ ضرورت کے موقع پر بہت سی ممنوع چیزیں بھی جائز ہو جاتی ہیں۔

بلکہ بات یہ ہے کہ غیر مقلدوں کا مذہب یہ ہے کہ امام اور مقتدی کی نماز ایک ہوتی ہی نہیں ہے بلکہ امام کی نماز الگ ہوتی ہے اور مقتدی کی نماز الگ ہوتی ہے، یعنی دونوں کی نماز بالاستقلال ہوتی ہے۔ مقتدی اپنی نماز میں امام کا تابع نہیں ہوتا، اور یہی وجہ ہے کہ غیر مقلدین کا مذہب یہ ہے کہ امام کی نماز اگر باطل بھی ہو جائے تو مقتدی کی نماز صحیح اور درست ہوتی ہے مثلاً غیر مقلدین کے نزدیک مسئلہ ہے۔

ولو اخبر بعد الصلوٰة بانہ کافر لا یعیدون ۔ (کنز الحقائق ص۲۳)

یعنی اگر امام نے نماز پڑھانے کے بعد اطلاع دی کہ وہ کافر ہے تو مقتدی اپنی نماز دہرائیں گے نہیں (یعنی مقتدی کی نماز درست ہے)

اس مسئلہ کی بنیاد یہی ہے کہ امام کی نماز الگ ہوتی ہے اور مقتدی کی الگ لہٰذا امام کی نماز فاسد ہونے سے مقتدی کی نماز فاسد نہیں ہوتی۔

اسی طرح غیر مقلدوں کا مذہب ہے کہ اگر امام اشارے سے نماز پڑھائے تو رکوع اور سجدہ کرنے پر قدرت رکھنے والے کی نماز درست ہوگی۔ (کنز الحقائق ص۲۳)

اگر امام ان پڑھ ہو اور اس کے پیچھے مقتدی پڑھے ہوئے ہوں تو مقتدی کی نماز درست ہوگی۔ (ایضاً)

اگر امام ننگا ہو تو اس کے پیچھے کپڑا پہننے والوں کی نماز درست ہوگی (ایضاً)

اگر امام قادیانی ہو تو اس کے پیچھے اہلحدیث کی نماز ہو جائے گی۔

ان تمام مسائل کی بنیاد نی الاصل غیر مقلدین کا یہی اصول اور مذہب ہے کہ امام کی نماز الگ ہوتی ہے اور مقتدی کی الگ، بعض رسائل میں مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسری نے اس کی تصریح بھی کی ہے۔

غیر مقلدین کا یہ مذہب اور اصول چونکہ اہلسنت والجماعت کے مذہب واصول سے ٹکراتا ہے اور کتاب وسنت کے خلاف ہے اس وجہ سے اس کا یہ علی الاعلان اظہار نہیں کرتے اور اس بارے میں نہایت دانشمندی سے شیعوں والے تقیہ سے کام لیتے ہیں

اور "یابلبلان نالاں گلزار محمد" کی قوالی گا گا کر اپنی حقیقت چھپانے کی ناکام کوشش کرتے ہیں۔

نہ تم صدمے ہمیں دیتے نہ ہم فریادیوں کرتے
نہ کھلتے راز سربستہ نہ یوں رسوائیاں ہوتیں

مولانا صادق سیالکوٹی کی صداقت یا دھاندلی بعنوان صداقت

غیر مقلدین حضرات کے بارے میں بار بار یہ کہنا کہ دین کے نام پر یہ حضرات عجیب طرح کا کرشمہ دکھاتے ہیں۔ امانت داری و دیانت داری کا سر عام نیلام کرتے ہیں اب خود میرے اوپر بھی بار ہو رہا ہے۔ ایک ہی بات کو کتنی بار دہرایا جائے۔ مگر کیا عرض کروں ان کی کتابوں کو دیکھو تو یہ حضرات یہ ... تھوک کے حساب کرتے نظر آتے ہیں مثلاً صادق صاحب نے اپنی کتاب سبیل الرسول میں ارکان نماز کی اہمیت کا عنوان قائم کرکے پہلے تو انھوں نے یہ ثابت کیا کہ تعدیل ارکان فرض ہے۔ پھر یوں اب کشائی کرتے نظر آتے ہیں

"غور کیا آپ نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو فرمائیں کہ رکوع کے بعد سیدھے کھڑے ہو جاؤ (کہ قومہ فرض ہے) لیکن بقول صاحب ہدایہ رکوع کے بعد کھڑا ہونا فرض نہیں۔ حضور انور فرمائیں کہ بڑے اطمینان سے رکوع کرو اور بڑے اطمینان سے سجدہ کرو (کہ رکوع اور سجدہ میں اطمینان فرض ہے) لیکن بقول صاحب ہدایہ امام ابو حنیفہ کہیں کہ رکوع اور سجدہ میں اطمینان فرض نہیں۔ حضور انور حکم دیں کہ دونوں سجدوں کے درمیان پورے اطمینان سے بیٹھو (کہ جلسہ اطمینان فرض ہے) بقول صاحب ہدایہ امام ابو حنیفہ کہیں کہ دونوں سجدہ کے درمیان بیٹھنا یعنی اطمینان سے جلسہ فرض نہیں ہے۔" (ص ۲۱)

حکیم صاحب نے نہایت چالاکی سے یہاں وہ وہ حدیث پوری ذکر نہیں کی جس کو اس

طویل کلام میں بار بار ذکر آیا ہے، حکیم صاحب نے ایسا کیوں کیا؟ یہ آگے چل کر میں بتلاؤں گا اس وقت ناظرین سے صرف اتنی گذارش ہے کہ وہ حکیم صادق کے اس پوری عبارت میں غور کریں، حکیم صاحب یہ تاثر دینا چاہتے ہیں کہ احناف کی نماز جس کا بیان صاحب ہدایہ نے کیا ہے، وہ اس حدیث کے سراسر خلاف ہے جس کی طرف حکیم صاحب نے اس عبارت میں (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کر کر) اشارہ کیا ہے۔ یہ حدیث بخاری و مسلم کی بہت مشہور ہے، میں اس کا آخری حصہ جس میں آنحضورؐ نے نماز ٹھیک سے نہ پڑھنے والے ایک شخص کو نماز کی تعلیم فرمائی یہاں نقل کرتا ہوں۔ اس کے بغیر حکیم صادق کی صداقت اور دیانت داری کا صحیح اندازہ لگانا مشکل ہوگا، اس صحابی رسول نے فرمایا کہ اے اللہ کے رسول بس میں نماز اس طرح پڑھنا جانتا ہوں، آپ مجھے نماز کا طریقہ سکھلادیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اذا قمت الی الصلوٰۃ فکبر ثم اقرأ ما تیسر معک من القرآن ثم ارکع حتی تطمئن راکعا ثم ارفع حتی تعتدل قائما ثم اسجد حتی تطمئن ساجدا ثم اجلس حتی تطمئن جالسا ثم افعل ذلک فی صلاتک کلها۔	جب تم نماز کے لئے کھڑے ہو تو تکبیر کہو(۱) پھر جو قرآن یاد ہو اس کو پڑھو(۲)، پھر اطمینان سے رکوع کرو(۳)، پھر رکوع کے بعد اطمینان سے کھڑے ہو جاؤ(۴)، پھر اطمینان سے سجدہ کرو(۵)، پھر پہلے سجدہ کے بعد اطمینان سے بیٹھو(۶)، پھر اسی طرح پوری نماز پڑھو۔

آپ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان میں غور کریں تو معلوم ہوگا کہ آپ نے اس میں ان چند باتوں کا ذکر کیا ہے۔

(۱) نماز کے لئے تکبیر کہنا (۲) جو کچھ قرآن یاد ہو اس کو پڑھنا (۳) اطمینان سے رکوع کرنا (۴) رکوع کرنے کے بعد اطمینان سے کھڑا ہونا (۵) پھر اطمینان سے سجدہ کرنا (۶) پہلے سجدہ کے بعد اطمینان سے بیٹھنا۔

یہ چھ امور کہ حدیث میں بطریق اصل مذکور ہیں [illegible]
[illegible] ہے اس کو بھی پڑھ لیجئے اور ہدایہ کا صاحب ہدایہ [illegible]
خلاف ہے یہ جس حدیث کے موافق ہے۔ صاحب ہدایہ لکھتے ہیں

(۱) اذا شرع في الصلوٰة كبر — [illegible]

(۲) ثم يقرأ فاتحة الكتاب وسورة او ثلث آيات. — [illegible]

(۳) ثم يكبر ويركع ويعتمد بيديه على ركبتيه ويبسط ظهره ولا يرفع ولا ينكس. — [illegible]

(۴) ثم اذا استوى قائما كبر. — [illegible]

(۵) وسجد ويعتمد بيديه على الارض ووضع وجهه بين كفيه ويديه حذاء اذنيه وسجد على الانف والجبهة ويبدي ضبعيه ويوجه اصابع رجليه نحو القبلة. — [illegible]

(۶) ثم يرفع رأسه ويكبر فاذا اطمأن جالسا كبر وسجد فاذا اطمأن ساجدا كبر واستوى قائما. — [illegible] سیدھا کھڑا ہو جائے۔

ناظرین کرام یہ چھ امور کہ حدیث شریف میں ذکر ہے [illegible]
کو صاحب ہدایہ کی اصل عبارت نقل کر کے ذکر کیا ہے۔ آپ غور سے [illegible]

حدیث شریف میں جو نماز کا طریقہ اللہ کے رسول نے بیان فرمایا ہے اور صاحب ہدایہ نے جو طریقہ ذکر کیا ہے ان دونوں میں کیا فرق ہے۔ کیا صاحب ہدایہ کے بیان سے یہ معلوم نہیں ہوتا ہے کہ جو طریقہ اللہ کے رسول نے تعلیم فرمایا تھا بالکل وبعینہٖ صاحب ہدایہ کا بیان بھی ہے۔ پھر کس قدر ظلم و زیادتی حق پوشی اور علمی خیانت اور ناواقفوں کی ناواقفیت سے فائدہ اٹھانے کی بات ہے کہ حکیم صادق سیالکوٹی صاحب ہدایہ کے بیان کردہ طریقہ کو حدیث کے خلاف بتلا رہے ہیں، میں سمجھ نہیں پاتا کہ غیر مقلدین خدا کے یہاں کیا جواب دیں گے ؟

جو چپ رہے گی زبان خنجر لہو پکارے گا آستیں کا

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ طریقہ ظاہر ہے کہ اکمل و اتم و افضل طریقہ نماز ہے، اور کسی عمل کا تمام و کمال ہونا اسی وقت ہوگا جبکہ اس عمل میں فرائض و واجبات اور سنن کی پوری رعایت ہو۔ گویا آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جو طریقہ بیان فرمایا تھا اس میں نماز کے فرائض، واجبات اور سنن سب کی رعایت ہے، اسی وجہ سے بعض روایات میں اس حدیث کے آخر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ بیان بھی ہے۔

فان فعلت هذا فقد تمت صلوتك وما انتقصت من هذا فانما انتقصت من صلوتك۔

یعنی اگر تم نے اس طرح نماز پڑھی تو تمہاری نماز تام ہوگی اور اگر تم نے اس میں کمی کی تو تمہاری نماز میں نقصان پیدا ہو جائیگا۔

یعنی اگر فرائض کے ساتھ واجبات اور سنن کی رعایت کر کے تم نے نماز پڑھی تو تمہاری نماز تام ہوگی اور اگر واجبات و سنن میں کوتاہی کی تو تمہاری نماز ناقص ہوگی اور ناقص نماز کو پڑھنا ایسا کہا جائے گا کہ۔ انك لم تصل۔ تم نے نماز ہی نہیں پڑھی، عبادت کامل ہی کو عبادت کہا جائے گا ناقص عبادت نام کی عبادت ہوگی صرف ذمہ سے فرض ساقط کر دینے کا نام عبادت نہیں ہے۔

صاحب ہدایہ نے حدیث شریف کے مطابق نماز کا طریقہ ذکر کرنے کے

بعد یہ بتلایا ہے کہ کون سی چیز اس میں فرض ہے، اور کون سی چیز واجب ہے اور کون سی چیز سنت ہے جو فرض نہیں ہے اس کو کہہ دیا کہ لیس بفرض۔ فرض نہیں ہے حکیم صادق غیر مقلد عالم صاحب اب اسی بات کو لے کر صاحب ہدایہ اور حدیث شریف کے بیان میں تعارض اور اختلاف دکھلانے لگے۔ کہ دیکھو صاحب ہدایہ فلاں بات کو فرض نہیں کہتے، اگر صاحب ہدایہ نہیں کہتے ہیں تو کیا اس حدیث شریف میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی بتلایا ہے کہ فلاں بات فرض ہے، اگر بتلایا ہو تو حکیم صاحب تو گزر چکے آج کے زمانہ کا کوئی غیر مقلد مجتہد میدان میں آئے اور بتائے کہ اس حدیث میں فلاں بات کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرض بتلایا تھا مگر صاحب ہدایہ نے اس کی فرضیت کا انکار کیا ہے۔

عوام کو مغالطہ دینا اور فقہ حنفی کے خلاف ان کو اکسانا اور ان کے دلوں میں نفرت کا بیج بونا، جھوٹ بول بول کر، بددیانتی کر کے حدیث کے ترجمہ میں بریکٹ میں اپنی طرف سے الفاظ بڑھا کر حدیث کو اپنے من کے مطابق ڈھالنا یہ دین کی خدمت نہیں ہے، نہ یہ سبیل الرسول ہے، اللہ سوء فہم سے محفوظ رکھے۔

صادق صاحب نے پوری حدیث کیوں نہیں ذکر کی؟

اب آخر میں ناظرین کو یہ بھی بتلادوں کہ حکیم صادق سیالکوٹی نے پوری حدیث کیوں نہیں ذکر کی اس کی دو بڑی وجہ ہے، ایک تو یہ کہ حدیث میں کہیں اس کا بیان نہیں ہے کہ فلاں چیز فرض ہے اور فلاں چیز واجب ہے اور فلاں چیز سنت ہے۔ جب کہ صادق صاحب نے صداقت سے کام لیتے ہوئے اپنی طرف سے بعض چیزوں کو فرض قرار دے دیا ہے، چونکہ صادق صاحب اپنی اس کارروائی کو حدیث کی روشنی میں ثابت نہیں کر سکتے تھے اس لئے حدیث کا نقل نہ کرنا ہی ان کو مناسب معلوم ہوا۔

دوسری وجہ بہت دلچسپ یہ ہے کہ غیر مقلدین ہر مصلی کے لئے سورہ فاتحہ

پڑھنے کو فرض قرار دیتے ہیں، اور اللہ کے رسول کی اس حدیث میں سورہ فاتحہ کا کہیں ذکر ہی نہیں ہے مطلق قرآن پڑھنے کا ذکر ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ بلا سورہ فاتحہ بھی نماز ہو جائے گی اور یہ بات غیر مقلدین کے مذہب کے خلاف ہے، اس وجہ سے حکیم صاحب کو عافیت اسی میں نظر آئی کہ پوری حدیث ذکر نہ کریں۔ جی یہ ہیں سبیل الرسول دکھلانے والے حکیم صادق سیالکوٹی نور اللہ مرقدہ۔

تعلیم صلوٰۃ والی احادیث میں سورہ فاتحہ کا ذکر نہیں

یہاں ناظرین کے کان میں یہ بات ڈال کر کے اپنی بات ختم کرتا ہوں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مختلف حدیثوں میں اس کا ذکر ہے کہ آپ نے لوگوں کو نماز کا طریقہ سکھلایا، مگر آپ نے کسی ایک موقع پر بھی نماز کا طریقہ بیان کرتے ہوئے سورہ فاتحہ کا ذکر نہیں کیا، اگر سورہ فاتحہ کا پڑھنا فرض ہوتا جیسا کہ غیر مقلدین کا دعویٰ ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اتنی اہم بات کو بیان کیوں نہیں فرمایا؟ اگر کسی حدیث میں تعلیم صلوٰۃ کے موقع پر سورہ فاتحہ کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ذکر کیا ہو تو غیر مقلدین اس کو دکھلادیں۔ انشاء اللہ قیامت کی صبح تک غیر مقلدین عاجز رہیں گے اور دکھلا نہیں سکتے۔

یہ بازو میرے آزمائے ہوئے ہیں

حلالہ کی لعنت

حکیم صاحب نے اپنی کتاب سبیل الرسول صفحہ ۲۱۱ پر یہ عنوان قائم کیا ہے۔ اور اس عنوان کے تحت درج ذیل حدیث ذکر کی ہے۔

عن عبد اللہ بن مسعود قال لعن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

یعنی حضرت عبد اللہ بن مسعود فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت

المحلل والمحلل له ۔ (دارمی وابن ماجہ)

فرمائی ہے حلالہ کرنے والے پر اور جس کے لئے حلالہ کیا جائے ۔

اس کے بعد فرماتے ہیں ۔

جس عورت کو باقاعدہ تین طلاقیں دی جائیں وہ عورت اب طلاق دہندہ کے ساتھ رجوع نہیں کر سکتی ۔ ہاں عدت کے بعد اپنی مرضی سے کسی اور شخص سے نکاح کرے (۱) وہ شخص چھ مہینے سال دو سال چار سال کے بعد طلاق دے جیسے پہلے نے دی تھی یا مر جائے تو عدت گزار کر اگر چاہے تو پہلے شخص کے ساتھ نکاح کر سکتی ہے ۔

مزید فرماتے ہیں ۔

پہلے خاوند سے نکاح کرنے کی یہی جائز صورت ہے ۔ ص ۲۲

حکیم صاحب کی اس جائز صورت کا حاصل یہ ہوا کہ جس عورت کو اس کا خاوند تین طلاق دیدے تو عدت کے بعد اپنی مرضی سے کسی اور شخص سے نکاح کرے اور یہ دوسرا شخص کم از کم چھ مہینے کے بعد اس کو اگر طلاق دے تو پہلے خاوند سے وہ نکاح کر سکتی ہے ۔

میں کہتا ہوں کہ حکیم صاحب کا یہ فرمان چھ مہینے یا اس سے زیادہ مدت کی قید کے ساتھ بالکل باطل ہے ، کتاب و سنت سے اس پر قطعاً کوئی دلیل نہیں ، حکیم صادق نے یہ مسئلہ از خود ایجاد کیا ہے ، اگر حکیم صاحب سچے ہوں تو کتاب و سنت سے اس پر

---

(۱) غالباً حکیم صاحب کو اپنے گھر کا مسئلہ بھی نہیں معلوم ہے ۔ غیر مقلدین کے نزدیک بلا ولی کی اجازت اور مرضی کے عورت نکاح نہیں کر سکتی ۔ خواہ اس کی مرضی ہو یا نہ ہو ۔

دلیل پیش کریں یا اٹھے کوئی دوسرا غیر مقلد مجتہد، اور حکیم صاحب کو کتاب وسنت کی روشنی میں سچا ثابت کرے۔

حکیم صاحب فرماتے ہیں کہ چھ مہینے یا اس سے زائد نکاح میں رکھنے کے بعد اگر شوہر طلاق دے گا تو عورت پہلے شوہر سے رجوع کرسکتی ہے۔

حکیم صاحب کا یہ فرمان حدیث اور اجماع کے قطعاً خلاف ہے، دوسرا شوہر اس عورت کو اپنے نکاح میں چھ مہینے کیا دس بیس سال بھی رکھے اگر اس نے عورت کے ساتھ خلوت صحیحہ نہیں کیا ہے تو طلاق دینے کے بعد بھی یہ عورت پہلے شوہر کے لئے حلال نہیں ہوسکتی، مثلاً اس طلاق دی ہوئی عورت کا کسی مرد سے فون پر نکاح ہوگیا، سال بھر بیوی سے تعلق قائم نہیں ہوسکا، اور اس نے سال بھر کے بعد اس بیوی کو طلاق دے دی، تو اگرچہ یہ عورت اس خاوند کے نکاح میں سال بھر رہی مگر طلاق دینے کے بعد بھی وہ پہلے شوہر کے لئے حلال نہیں ہوگی۔ یہ بات متفق علیہ اور مشہور ہے مگر غیر مقلدوں کا حال یہ ہے کہ وہ جہالت میں اپنے علم سے کئی قدم آگے رہتے ہیں۔

اسی طرح اگر دوسرے شوہر نے اس عورت سے خلوت صحیحہ کرلی ہے تو خواہ ایک رات کے بعد ہی طلاق دے یہ عورت پہلے شوہر کے لئے حلال ہو جائے گی، چھ مہینے اور زائد کی قید حکیم صاحب نے اپنی طرف سے لگائی ہے۔

حکیم صاحب نے "طلاق کی لعنت" کے عنوان کے تحت اپنی اس ابتدائی گفتگو میں قدم قدم پر ٹھوکر کھائی ہے، غالباً اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کی آنے والی گفتگو بے ایمانیوں سے پُر ہے اور فقہاء دشمنی کا بدترین مظہر ہے، اس لئے اللہ نے حکیم صادق کی قابلیت اہل علم کے لئے پہلے ہی واشگاف کردی کہ دوسرے ان کی گفتگو سے دھوکہ نہ کھائیں۔

حلالہ کی تشریح اور حکیم صادق سیالکوٹی

سنئے حکیم صاحب کیا فرماتے ہیں۔

، ایسے سو ایک حیلہ وضع کیا گیا ہے جس کو حلالہ کہتے ہیں۔ [illegible]
بے طلاق والی عورت کے ساتھ ایک شخص کا ایک رات کے لئے نکاح
شروع [illegible] کر دیتے ہیں کہ وہ صحبت کرنے کے بعد اس کو طلاق دے
دے گا۔ اگر تین طلاق یکبارگی دی [illegible]
ایسا حلالہ کرنے کا فعل کرنے والے اور کرانے والے کو رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے ملعون فرمایا ہے۔ (۱)

میں کہتا ہوں کہ حکیم صاحب کے آخری خط کشیدہ جملوں سے یہ صراحۃً معلوم ہوتا ہے کہ حکیم صاحب نے جو حلالہ کی تشریح فرمائی ہے وہ حدیث رسول سے ماخوذ ہے اور اسی قسم کے حلالہ کرنے والوں کو اور کرانے والوں کو اللہ کے رسول نے ملعون فرمایا ہے۔

حکیم صادق نے رسول اللہ پر افترا کیا ہے

میں کہتا ہوں کہ یہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پر حکیم صادق کا صریح افترا ہے۔ اور من کذب علی متعمدا فلیتبوأ مقعدہ من النار کی وعید میں آتا ہے۔ غیر مقلدو! مجھے وہ حدیث دکھلاؤ جس میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حلالہ کا یہ مطلب بیان کیا ہو، ورنہ شرم کھاؤ اور چلو بھر پانی میں ڈوب مرو۔

حلالہ کی دوبارہ غلط تشریح

حکیم صادق نے دوبارہ پھر حلالہ کا یہی مطلب بیان کیا ہے۔ فرماتے ہیں:
حلالہ کرنے والا اسے کہتے ہیں جو اس نیت سے عورت سے ایک رات

---

(۱) حدیث کا ترجمہ یہ ہے، اللہ کے رسول کا ارشاد ہے کہ جس نے جان بوجھ کر میرے اوپر جھوٹ بولا وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنالے۔

کے لئے نکاح کرے کہ وہ اس سے صحبت کر کے دوسرے دن طلاق دیکر پہلے خاوند کے لئے حلال کر دے۔ (ص ۲۱۲)

میری گذارش ہے کہ حکیم صادق کو حلالہ کی تعریف ہی نہیں معلوم ہے، حلالہ پر خامہ فرسائی فرمانے کا محض شوق ہو گیا ہے، اگر حکیم صادق کی حلالہ کی یہ تعریف صحیح ہے تو حکیم صادق تو مر چکے غیر مقلدین مجتہدین اس تعریف کو کسی فقہ کی کتاب میں دکھلا دیں۔ پوری غیر مقلدیت بھی اگر حرکت میں آجائے گی تب بھی حکیم صادق کو سچا نہیں ثابت کر سکتی۔

نکاح مؤقت کو حکیم صادق نے نکاح حلالہ قرار دے دیا ہے۔

حکیم صادق کی جہالت کا عالم یہ ہے کہ ان کو نکاح حلالہ اور نکاح موقت میں فرق ہی نہیں سمجھ میں آیا۔ ایک رات یا ایک مہینہ یا ایک سال یا اس سے کم یا زیادہ کی شرط کے ساتھ نکاح کرنا نکاح موقت کہلاتا ہے یعنی وقتی نکاح، اور ایسا نکاح احناف کے نزدیک باطل اور مردود ہے، ہدایہ میں لکھا ہے

والنکاح المؤقت باطل — یعنی وقت کے تعین کے ساتھ نکاح کرنا (یعنی وقتی نکاح) باطل ہے۔

صاحب ہدایہ نے اس کی مثال دی ہے۔

مثل ان یتزوج امرأۃ بشہادۃ شاہدین عشرۃ ایام۔ — یعنی مثلاً کسی شخص نے دو گواہوں کی موجودگی میں دس روز کیلئے نکاح کیا۔

صاحب ہدایہ کہتے ہیں کہ یہ موقت نکاح باطل ہے اس لئے کہ اس نکاح میں اور متعہ میں معنی و حقیقۃً کوئی فرق نہیں اور نکاح متعہ کا باطل ہونا بالاتفاق ہے۔

دس دن کا ذکر بطور مثال ہے، اگر اس سے کم یا زیادہ مدت کی تعیین کے ساتھ بھی نکاح ہوگا تو بھی جائز نہ ہوگا۔ ہدایہ میں ہے۔

ولا فرق بین ما اذا طالت مدۃ — یعنی اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ وقت

التوقیت او قصرت ۔ متعین کرنے کی مدت زیادہ ہو یا کم ہو
غرض حکیم صادق کو نہ نکاح حلالہ کا معنی معلوم ہے اور نہ نکاح موقت کا مگر نقل کا عالم یہ ہے کہ مجتہد بننے کا شوق پالے ہوئے ہیں۔ جہالت و گمراہی میں خود پھنسے ہونے کے باوجود دوسروں کو، سبیل الرسول ، دکھلانے کے لئے ۔ سبیل الرسول ، نامی کتاب بھی لکھی جا رہی ہے ۔ ہائے رے خوش فہمیاں ۔

حکیم صاحب نے تیسری بار بھی حلالہ کا غلط مطلب بیان کیا

اپنی کتاب سبیل الرسول کے صفحہ ۲۱۴ پر پھر حکیم صادق نے حلالہ کا غلط معنی بیان کیا ہے ۔ فرماتے ہیں :

۔ حلالہ بھی ایک حیلہ وضع کیا گیا ہے کہ بیک بار گی تین طلاق دینے والا اگر پھر اس مطلقہ کو بیوی بنانا چاہے تو ایک شب کے لئے کسی دوسرے مرد سے نکاح کر دیتا ہے ۔

یہاں ایک مزید جہالت کا ثبوت دیا گیا ہے ، آپ فرماتے ہیں کہ طلاق دینے والا اپنی مطلقہ کو ایک شب کے لئے کسی دوسرے مرد سے نکاح کر دیتا ہے ۔ اس طلاق دینے والے کو اپنی مطلقہ سے اب کیا رشتہ و تعلق ہے کہ وہ دوسرے مرد سے اس کا نکاح کرے گا ؟ حلالہ کے بھوت نے حکیم صادق کو پاگل بنا دیا ہے ، اناپ شناپ جو بھی جی میں آیا بکتے چلے گئے ۔

ہدایہ کی عبارت نقل کرنے میں حکیم صادق کی صریح خیانت

حکیم صادق اپنی لمبی چوڑی تمہید کے بعد اصل مطلب پر آئے اور فقہ حنفی کے خلاف اپنے دل کا بخاریوں نکالا ، فرماتے ہیں ۔

۔ یہ فعل سراسر فرمان رسول کے خلاف ، وہ حیاء کے سخت منافی ہے ۔ لے

توحضور نے محلل اور محلل لہ کو ملعون فرمایا ہے
لیکن بعض اسلام کی روح کو مجروح کرنے والے ایسے مفتی بھی ہیں
جو کہتے ہیں فان طلقها بعد وطیها حلت للاول۔ (ھدایہ)
پھر حلالہ کرنے والے نے صحبت کے بعد اس عورت کو طلاق دے دی تو
وہ پہلے شوہر کیلئے حلال ہو جائے گی۔ (ص ۲۱۴)

حکیم صاحب نے جس مفتی (یعنی صاحب ہدایہ) کا ذکر کیا ہے اس کا کلام نقل کرنے میں صراحۃً خیانت سے کام لیا ہے۔ اور ہدایہ کا پورا مسئلہ ذکر نہیں کیا ہے، میں ہدایہ کی پوری عبارت نقل کرتا ہوں تاکہ قارئین حکیم صادق صاحب کی صداقت وامانت کا اندازہ کرلیں
ہدایہ کا پورا مسئلہ یہ ہے۔

فان تزوجها بشرط التحلیل فالنکاح مکروہ، لقولہ علیہ السلام لعن اللہ المحلل والمحلل لہ۔

یعنی اگر کسی نے اس مطلقہ عورت سے اس شرط کے ساتھ نکاح کیا کہ وہ پہلے شوہر کیلئے حلال کریگا، تو یہ نکاح مکروہ ہے۔ اسلئے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اللہ نے حلال کرنیوالے اور جس کیلئے حلال کیا گیا ہے دونوں پر لعنت فرمائی ہے۔

ناظرین انصاف سے اس عبارت کو دیکھیں کہ صاحب ہدایہ نے اس حدیث کی روشنی میں اس طرح کے نکاح کو مکروہ کہا ہے۔ مگر ہمارے صادق صاحب نے جو اصل مسئلہ تھا اس کو گول کر دیا، اس کی طرف اشارہ تک نہیں کیا، صاحب ہدایہ کی پوری بات نقل نہ کرکے صرف اپنے مطلب والی بات نقل کی ہے۔

ناظرین اس بات کو ذہن میں ایک بار اور تازہ کرلیں کہ فقہاء کرام جب مطلق لفظ مکروہ بولتے ہیں تو اس سے مراد مکروہ تحریمی ہوتا ہے جیسا کہ میں نے اس کو پہلے بھی بیان کیا ہے، تو اب صاحب ہدایہ کی بات کا حاصل یہ نکلا کہ یہ نکاح مکروہ تحریمی ہے اسلئے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر سخت نفرت کا اظہار فرمایا ہے اور ایسے شخص کو

ملعون عند اللہ قرار دیا ہے۔ یہ تو ہے مسئلہ کی اصل حقیقت۔ لیکن اب اگر
نکاح کسی نے کر ہی لیا اور وطی کے بعد اس عورت کو طلاق دے دیا تو کیا وہ
پہلے شوہر کیلئے حلال ہوگی یا نہیں۔ امام ابو حنیفہ کہتے ہیں کہ اگرچہ اس شخص نے برا
کام کیا ہے، مگر نکاح منعقد ہو جائے گا اور عورت پہلے شوہر کے لئے حلال ہو جائے گی
اور امام ابو حنیفہ کا یہ فیصلہ قرآن کی روشنی میں ہے۔ اس لئے کہ خدا کا ارشاد ہے کہ
طلاق والی مطلقہ نے دوسرا نکاح کر لیا ہے اور اب وہ دوسرا طلاق دیدے
(صحبت صحیحہ کے بعد) پہلے شوہر کے لئے حلال ہو جائے گی جیسا کہ آیت کریمہ

فان طلقها فلا تحل له من بعد حتى تنكح زوجاً آخر (بقرہ)

یعنی اگر تیسری بار بیوی کو طلاق دیدے تو پہلے شوہر کیلئے حلال نہ ہوگی جب تک دوسرے سے نکاح نہ کرے۔

کا واضح مفہوم ہے۔ نیز حدیث شریف میں بھی ملعون عند اللہ صرف شوہر و... کو قرار دیا
مگر نکاح کے بارے میں اللہ کے رسول کا کوئی واضح ارشاد نہیں کہ نکاح بھی باطل ہوگا۔
اگر انصاف سے کام لیا جائے تو امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ کی دقت نظر کا قائل ہونا
پڑتا ہے کہ وہ کتاب اللہ اور حدیث رسول اللہ دونوں کی کس قدر رعایت فرماتے ہیں۔

کسی عمل کے ممنوع ہونے سے اس عمل کا باطل ہونا لازم نہیں ہے

شریعت میں ایک دو نہیں کتنے ہی مسائل ہیں کہ وہ اصلاً ناپسندیدہ ہوتے ہیں
مگر ان کا حکم ثابت ہوتا ہے۔ مثلاً طلاق کو ابغض المباحات کہا گیا ہے، مگر طلاق
دینے پر اس کا حکم ثابت ہو جاتا ہے۔ مسجد کے پڑوس میں رہنے والے کے بارے میں
آتا ہے کہ اس کی نماز مسجد کے سوا گھر میں نہیں ہوگی۔ اس کے باوجود اگر وہ گھر میں نماز
پڑھے تو اس کے ذمہ سے فرض ساقط ہو جائے گا۔ حج کے بارے میں قرآن شریف
میں ہے۔

طلاق ثلاثہ اور حکیم صادق سیالکوٹی

طلاق کے مسئلہ میں حکیم صاحب نے ہدایہ کا مسئلہ جس فریب کا ذکر کیا ہے قارئین اس سے واقف ہو چکے، اس کے بعد انہوں نے تین طلاق کے بارے میں بھی کچھ خامہ فرسائی کی ہے، اس مسئلہ میں مجھے یہاں کچھ نہیں کہنا غیر مقلدین کا مذہب جمہور امت اجماع صحابہ تمام محدثین اور بطور خاص حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب کے خلاف ہے، ائمہ اربعہ میں سے بھی کوئی اس کا قائل نہیں کہ ایک وقت کی تین طلاق ایک ہوگی یہ غیر مقلدین کا شاذ مذہب ہے اس بارے میں احناف کے خلاف قلم چلانے سے پہلے بہتر ہوگا کہ حکیم صاحب اس کے بارے میں فرمائیں کہ ان کا مذہب حدیث کے خلاف ہے یا حدیث کے موافق۔

البتہ یہاں اتنا قارئین کے افادہ کے لئے عرض ہے کہ تین طلاق کو ایک ماننا یہ شیعوں کا اور بعض اہل ظاہر کا قول ہے۔ حافظ ابن حجر فرماتے ہیں۔

هو قول الشيعة وبعض اهل الظاهر۔ (فتح الباری [illegible])

یہ شیعوں کا اور بعض اہل ظاہر کا قول ہے۔

اور اہل علم جانتے ہیں کہ فقہی مسائل میں معتبر ائمہ فقہ حدیث کے نزدیک نہ شیعوں کا اعتبار ہے اور نہ ظاہریہ کا۔

حکیم صادق صاحب کو فریب دینے کی بہت عادت ہے نہ معلوم اللہ کے اس بندہ کو فریب کاری سے کیوں اس قدر انسیت ہے، اسی مسئلہ میں انہوں نے یہ حدیث ذکر کی ہے۔

عن ابن عباس قال كان طلاق على عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم وابي بكر وسنتين من خلافة عمر الطلاق الثلاث واحدة۔

اور حوالہ دیا ہے صحیح بخاری کا (دیکھو ص ۲۱۵) جب کہ بخاری شریف میں اس روایت کا وجود ہی نہیں ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ صادق صاحب براہ راست کتابوں کا مطالعہ نہیں کرتے زیادہ تر ان کا ماخذ غیر مقلدین علماء کی تصنیف کردہ کتابیں ہیں۔

چونکہ غیر مقلدین کو امام بخاری پر بہت زیادہ اعتماد ہوتا ہے اس وجہ سے میں امام بخاری کا یہ کلام ذکر کر کے بات ختم کرتا ہوں۔ امام بخاری فرماتے ہیں۔

قال اهل العلم اذا طلق ثلاثا فقد حرمت عليه۔ (بخاری مع فتح الباری ص ۳۶۱ ج ۹)

یعنی اہل علم کا یہ مذہب ہے کہ اگر آدمی نے بیوی کو تین طلاق دیا تو اس کی بیوی اس پر حرام ہو جائے گی۔

حضرت امام بخاری حضرت عبداللہ بن عمر کا یہ قول بھی نقل کرتے ہیں۔

فان طلقتها ثلاثا حرمت عليه حتى تنكح زوجا غيره۔ (ایضاً)

یعنی اگر تم نے تین طلاق دیا تو بیوی تم پر حرام ہو جائے گی اور جائز نہ ہوگی جب تک کہ وہ دوسرے شوہر سے نکاح نہ کرے۔

جمہور علمائے اہل سنت کے نزدیک تین طلاق کے واقع ہونے پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد میں اجماع ہو چکا تھا۔ حضرت عمر کا عہد خلافت راشدہ کا عہد تھا۔ صحابہ کرام میں سے کوئی اس کا مخالف نظر نہیں آتا۔ حافظ ابن حجر فرماتے ہیں۔

فالمخالف بعد هذا الاجماع منابذ له والجمهور على عدم اعتبار من احدث الاختلاف بعد الاتفاق۔ (فتح الباری ص ۳۶۵ ج ۹)

یعنی صحابہ کرام کے اس اجماع کے بعد اس اجماع کا مخالف اجماع صحابہ کو ٹھکرانے والا ہے، اور جمہور کا مذہب ہے کہ کسی مسئلہ میں اتفاق ہو جانے کے بعد جو اختلاف پیدا کرے اس کا اعتبار نہیں۔

غرض غیر مقلدین کو اس مسئلہ میں زبان و قلم چلانے سے پہلے سو بار سوچنا چاہیے

کہ کتاب وسنت کا مخالف وہ کس کو کس کو قرار دیں گے، غیر مقلدین نے اکابر سے کہ صحابہ کرام کے بارے میں خصوصاً حضرت عمر، حضرت علی اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم کا نام لے کر اپنی جس شیعی ذہنیت کا مظاہرہ کیا ہے، اس کے تصور سے بدن میں کپکپی پیدا ہو جاتی ہے، اور اسی سے اندازہ ہوتا ہے کہ صحابہ کرام کو غیر مقلدین کس نگاہ سے دیکھتے ہیں، ناظرین اگر اس بارے میں کچھ بصیرت حاصل کرنا چاہیں تو جامعہ سلفیہ بنارس سے شائع شدہ کتاب تنویر الآفاق فی مسئلۃ الطلاق کا مطالعہ کریں۔ یہ کتاب جامعہ سلفیہ کے نامور محقق مولانا رئیس احمد ندوی صاحب کی تصنیف ہے۔

اوپر معلوم ہو چکا ہے کہ تین طلاق کے واقع ہونے پر جمہور امت اور صحابہ کرام کا اجماع ہے، اور تین طلاق کو ایک قرار دینے والا حرام کام کا مرتکب اور لوگوں کو حرام کاری پر لگانے والا ہے مگر اسی حرام کاری کے کام کو حکیم صاحب بڑے فخر سے بیان ہوئے فرماتے ہیں:

ہمارے پاس آج تک چالیس سے زیادہ شخص آ چکے ہیں جنہوں نے کہا کہ وہ یکبارگی تین طلاق دے چکے ہیں اور اب وہ رجوع کرنا چاہتے ہیں۔

ہم نے ان کو رسول رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کی بنیاد پر تین طلاق کو ایک قرار دے کر ان کے اجڑے گھروں کو بسایا۔ (ص ۲۱۴)

یہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر آپ کا افتراء ہے، اللہ کے رسول نے کبھی تین طلاق کو ایک قرار نہیں دیا، نیز آپ نے قرآن کے خلاف کیا، قرآن کہتا ہے کہ تین طلاق دینے کے بعد بلا دوسرے شوہر سے نکاح کئے ہوئے یہ بیوی پہلے شوہر کے لئے حلال نہیں ہو سکتی۔

آپ نے جس چالیس لوگوں کا تذکرہ کیا ہے، اگر آپ امام ابوحنیفہ یا جمہور

تو وہ کہیں گے کہ آپ نے ان چالیسوں کو حرام کاری میں مبتلا کیا ۔ اگر آپ امام مالک سے پوچھیں گے تو وہ کہیں گے کہ آپ نے ان کو حرام کاری میں مبتلا کیا ۔ اگر آپ امام شافعی سے پوچھیں گے تو وہ کہیں گے کہ ان کو آپ نے حرام کاری میں مبتلا کیا اگر آپ امام احمد بن حنبل سے پوچھیں گے تو وہ کہیں گے کہ ان کو آپ نے حرام کاری میں مبتلا کیا ، اور اسی طرح آپ اگر امام المحدثین حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھیں گے تو وہ بھی یہی کہیں گے کہ آپ نے ان چالیسوں کو یہ فتویٰ دیکر کہ تین طلاق کے بعد بھی تمہاری بیوی تمہارے لئے حلال ہے ان کو حرام کاری میں مبتلا کیا ۔

امام بخاری تم سے پوچھیں گے کہ تم تو میری محبت کا دعویٰ کرتے تھے ، میری کتاب صحیح ، کو تم کتاب اللہ کے بعد سب سے اہم درجہ دیتے تھے ۔ تم نے میری کتاب میں درج اس حدیث کو کیوں نہیں دیکھا ۔ میں نے لکھا تھا ۔

حدثنی محمد بن بشار حدثنا یحییٰ عن عبید اللہ قال حدثنی القاسم بن محمد عن عائشۃ ان رجلاً طلق امرأتہ ثلاثا فتزوجت فطلق فسئل النبی صلی اللہ علیہ وسلم اتحل للاول قال لا حتی یذوق عسیلتھا کما ذاق الاول ۔	حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ایک آدمی نے اپنی بیوی کو تین طلاق دی اس نے دوسرے شادی کرلی ، اس دوسرے نے بھی اس کو طلاق (قبل صحبت کے) دے دی ، اس بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے مسئلہ پوچھا گیا کہ کیا یہ عورت پہلے کے لئے حلال ہوگی ، تو آپ نے فتویٰ دیا کہ نہیں جب تک کہ یہ دوسرا اس عورت سے خلوت صحیحہ نہ کرے یہ عورت پہلے شوہر کیلئے حلال نہیں ہوسکتی ۔ (۱)

(۱) یعنی بلا حلالہ کے دوسرے شوہر کیلئے یہ بیوی جائز نہ ہوگی ، ناظرین غور فرمائیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فتویٰ تھا کہ اگر یہ دوسرا شوہر اپنی بیوی سے اب بھی خلوت صحیحہ کرلے اور پھر طلاق دے تو یہ عورت

امام بخاری فرمائیں گے کہ تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فتوٰی کے خلاف عمل کیا، نہ تم کو مجھ سے محبت ہے، نہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت ہے، تم نے قرآن کی خلاف ورزی کی، تمام فقہاء و محدثین کے خلاف عمل کیا، اہلسنت والجماعت کے خلاف تم نے رافضیوں والا عمل کیا، گویا

پہونچی وہیں پہ خاک جہاں کا خمیر تھا

حضرت امام ابو حنیفہ اور علمائے غیر مقلدین

اس کتاب سبیل الرسول میں حکیم صادق سیالکوٹی نے حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں بھی اپنی خوش عقیدگی کا اظہار کیا ہے، یہ بطور تقیہ ہے کہ وہ واقعی حکیم صاحب امام صاحب کے بارے میں خوش عقیدہ ہیں اس کا بہتر حال اللہ ہی جانتا ہے۔ ہمیں عرض یہ کرنا ہے کہ غیر مقلدین کی امام صاحب کے بارے میں نہ مدح کا اعتبار ہے نہ قدح کا، کبھی یہ امام صاحب کی تعریف کرتے ہیں اور کبھی یہ ان کی تنقیص کرتے ہیں تو ایسے متضاد اقوال کے قائلین کا اعتبار ہی کیا اور ان کی مدح و ذم کی قیمت ہی کیا۔ امام ابو حنیفہ کو اللہ تعالیٰ نے جس بلند مقام سے نوازا تھا، حکیم صاحب جیسے غیر مقلد عالم کی مدح نہ امام صاحب کے علم و فضل و بلندی درجات میں کچھ اضافہ کر سکتی ہے اور نہ ان جیسے لوگوں کی منقصت سے امام صاحب کا درجہ کچھ گھٹ سکتا ہے۔ حکیم صاحب فرماتے ہیں:

اپنے پہلے شوہر کیلئے حلال ہو جائے گی۔ کیا اب دوسرا شوہر اگر اسی نیت سے اس عورت سے خلوت صحیحہ کرتا ہے اور خلوت صحیحہ کے بعد طلاق دیتا ہے تو اس فرمان رسول اور فتوی رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی میں یہ بیوی پہلے شوہر کیلئے حلال نہ ہوگی؟ یہیں سے حنفیہ کا حلالے کے سلسلے میں جو مذہب ہے اس کی وجہ معلوم ہوتی ہے، اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی احادیث پر وسعت اور دقت نظر کو قائل ہونا پڑتا ہے کہ کس طرح انھوں نے تمام احادیث کی رعایت اپنے فتووں میں موجود کی۔

"حضرت امام ابو حنیفہ سنہ ۸۰ھ میں کوفہ میں پیدا ہوئے" (ص۲۲۰)

یہ تو حکیم صاحب کی تحقیق ہے مگر غیر مقلدین علماء میں جو نامور محقق شمار ہوتے ہیں اور وہ جامعہ سلفیہ بنارس کے بڑے اساتذہ میں ہیں، ان کا فرمان اور ان کی تحقیق یہ ہے کہ:

"امام ابو حنیفہ کا کوفی الاصل اور کوفی المولد ہونا ثابت نہیں۔" (۱)

(تنویر الآفاق ص۲۹۳ طبع جامعہ سلفیہ)

حکیم صادق صاحب فرماتے ہیں کہ:

"آپ کے والد اسلام میں پیدا ہوئے۔" (ایضاً)

مگر جامعہ سلفیہ کے نامور محقق کی تحقیق یہ ہے کہ امام صاحب یہودی تھے فرماتے ہیں۔

"اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جس فارسی خاندان کے امام صاحب تھے وہ یہودا ابن یعقوب کے نسل سے تھے جس کی طرف یہودی قوم منسوب ہے، اس سے لازم آتا ہے کہ امام صاحب فارسی ہونے کے ساتھ اسرائیلی یہودی الاصل تھے۔ امام ابن ابی شیبہ کا قول ہے کہ امام صاحب یہودی تھے۔" (۲)

(تنویر الآفاق ص۱۲ طبع جامعہ سلفیہ)

حکیم صاحب فرماتے ہیں۔

"حافظہ بلا کا تھا، طبیعت علم کو ایسے جذب کرتی چلی گئی جیسے آگ پانی کو۔" (ص۲۲۱)

---

(۱) موصوف کی تحقیق یہ ہے کہ، امام صاحب خراسانی شہر نسا میں سنہ ۶۱ھ میں پیدا ہوئے اور جوان ہونے تک وہیں پرورش پاتے رہے۔ (اللمحات ج۲ ص۲۳۹ طبع جامعہ سلفیہ)

(۲) پہلے تو مصنف نے بہت کوشش کر کے مختلف شواہد و دلائل کی روشنی میں امام صاحب کو یہودی، یہودی الاصل اور اسرائیلی بتایا، پھر معلوم نہیں ضمیر کی کس خلش نے انکو مجبور کیا کہ اس بات کو پروپیگنڈہ قرار دیا، شاید ان کو احساس ہوا کہ لوگ اس تحقیق پر اس کے منہ پر تھوکیں گے۔

حکیم صادق کی بات ہے، ایک دوسرے غیر مقلد عالم کی تحقیق یہ ہے کہ امام ابوحنیفہ بالکل ان پڑھ تھے، فرماتے ہیں:

"امام ابوحنیفہ کی کل عمر تقریباً ستر سال ہے آپ نے ان پڑھ ہو کر پڑھنا شروع کیا اور ادھیڑ ہونے تک پڑھتے ہی رہے، صرف حماد بن ابی سلیمان کے درس میں اٹھارہ سال گذار دیے"۔

(فضیحت ننگ ص۹۵ از ابوالقاسم عبدالعظیم سلفی طبع دار الاشاعۃ سلفیہ مئو)

اور مولانا یوسف جے پوری امام صاحب کے حافظہ کے بارے میں فرماتے ہیں:

"اسمائے گرامی ان ائمہ محدثین فقہاء و فضلاء کے جنھوں نے حضرت امام ابوحنیفہ کو ناقص الحافظہ قرار دیا"

(حقیقۃ الفقہ ص۱۳۱ طبع مومن پورہ بمبئی)

حکیم صاحب فرماتے ہیں:

"علم کی خوبیوں اور بلندیوں کے سبب آپ امام اعظم کے لقب سے مشہور ہو گئے۔ بہت سے لوگوں نے آپ سے علم کی دولت پائی۔ (ص۲۴)

یہ حکیم صاحب فرماتے ہیں مگر ایک دوسرے محقق کی رائے یہ ہے کہ:

"امام ابن معین نے کہا کہ امام ابوحنیفہ اس قدر ضعیف ہیں کہ ان کی حدیث لکھنے کے لائق نہیں۔ (ص۳۲۹ تنویر الآفاق)

اور یہی محقق صاحب فرماتے ہیں:

"ہم دیکھتے ہیں کہ امام صاحب کے کئی معاصر اہل علم اور بعد کے لوگوں نے امام صاحب کو مطلقاً غیر ثقہ (ناقابل اعتبار) قرار دیا ہے۔ (اللمحات ص۲۴۶ ج۲)

امام صاحب نے اپنی باتوں کو غلط یا باطل یا شر سے تعبیر کیا، انھیں ان کے غلط ہونے کا شک یا یقین تھا۔ (اللمحات ص۱۳۳ ج۲)

اور ایک صاحب کی تحقیق تو اور بھی اونچی ہے، فرماتے ہیں:

"اس خصوص میں امام ابوحنیفہ کا معاملہ بھی کچھ ایسا ہی ہے، ایام طالب علمی ہی سے انھوں نے اپنا یہی مزاج بنا لیا تھا نہ قرآن حفظ کیا، نہ علوم قرآنیہ سے بہرہ ور ہوئے، نہ علم حدیث سیکھا نہ حافظ حدیث کہلائے نہ نحو وصرف میں درک ملا، نہ عربی زبان وادب میں مہارت حاصل کیا، نہ شعر گوئی کا ملکہ تھا، نہ علم کلام اور منطق وفلسفہ میں دسترس تھی بلکہ محض عوام کالانعام میں صدر نشینی کے مقصد سے رائے اور قیاس میں خوب مہارت حاصل کر لی۔"

(رفضیت ننگ ص ٦١)

حکیم صاحب فرماتے ہیں:

آپ بڑے عابد، زاہد، خدا ترس متقی پرہیزگار تھے، دل ہر وقت خوفِ خدا سے لبریز رہتا تھا، اللہ کے حضور تضرع کرتے تھے اور بہت کم بولتے تھے بڑے سلیم الطبع بلند اخلاق، پسندیدہ طبیعت، منکسر المزاج، ملنسار بردبار عالم باعمل اور فرشتہ خصلت الشان تھے، تقویٰ اور خوفِ خدا آپ کی ذات میں کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا، دیانت آپ کی مسلم تھی۔ (ص ٢٢٣)

اور جامعہ سلفیہ کے نامور محقق کی تحقیق یہ ہے کہ:

"امام ابوحنیفہ پر ایک سے زائد مرتبہ کفر عائد ہوا جس سے توبہ کرانے کی بھی نوبت آئی۔ (اللمحات ص ١٢٧/٣)

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو انھیں محقق صاحب نے بار بار مرجئی کہہ کر گمراہ قرار دیا ہے۔ اب معلوم نہیں کہ حکیم صادق کی تحقیق درست ہے، یا دوسرے غیر مقلدین محققین کی۔ بہرحال ہمیں یہاں اس بارے میں کچھ عرض کرنا نہیں ہے، میرے نزدیک امام اعظم ابوحنیفہ علیہ الرحمہ کا علم وفضل، حفظ واتقان، ورع، تقویٰ، تفقہ واجتہاد اس اتنا اونچا مقام ہے کہ غیر مقلدین کے بالشتیوں وغیر بالشتیوں کی مدح وذم سے اس میں کچھ فرق پڑنے والا نہیں ہے نہ ہمیں ان کے ذم کی پرواہ ہے اور نہ ان کی مدح کی۔ نہ ہم غیر مقلدین اور غیر مقلدیت کے

بارے میں کسی خوش فہمی میں مبتلا ہونے والے ہیں، علماء فقہ و اجتہاد اور ائمہ حدیث کے نزدیک امام ابو حنیفہ علیہ الرحمہ کا کیا مقام تھا اس کا کچھ تذکرہ ہم نے اپنی کتاب غیر مقلدین کے لئے لمحۂ فکریہ میں کیا ہے وہیں اہل شوق اس کا مطالعہ کریں۔

امام ابو حنیفہ اہل حدیث تھے

حکیم صاحب فرماتے ہیں:

"آپ (یعنی امام ابو حنیفہ) فرماتے ہیں۔ اذا صح الحدیث فھو مذھبی جب حدیث ثابت ہو جائے تو وہی میرا مذہب ہے گویا آپ نے صاف کہہ دیا کہ میں اہل حدیث ہوں۔" (ص ۲۴۳)

یقیناً امام ابو حنیفہ اہل حدیث یعنی حدیث و سنت پر عمل کرنے والے تھے اور ان کا مذہب یہی تھا کہ صحیح پر عمل کیا جائے گا، مگر اس اہلحدیث سے مراد آج کل کے زمانہ کا اہلحدیث نام رکھنے والا شرذمہ شاذہ غیر مقلدیت والا فرقہ نہیں ہے، جو صحابہ کرام کے قول و فعل کو حجت نہیں مانتا، جو حضرت عثمان کی اذان کو بدعت کہتا ہے، جو تین طلاق کو تین نہیں مانتا جو آٹھ رکعت تراویح کا قائل ہے۔ اور بیس رکعت تراویح کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بدعت کہتا ہے۔ جس کا عقیدہ یہ ہے کہ صحابہ کرام اور خلفائے راشدین خلاف کتاب و سنت کام کرتے تھے، اور غصہ میں آکر خلاف شریعت فتوی دیتے تھے۔ جس کا عقیدہ یہ ہے کہ اجماع حجت نہیں ہے۔ جس کا مذہب یہ ہے کہ شراب نجس نہیں ہے جس کا عقیدہ یہ ہے کہ وضوء میں اگر کوئی پاؤں دھونے کے بجائے مسح کرے تو اس کا انکار نہیں کیا جائے اور جس کا عقیدہ یہ ہے کہ اللہ کے لئے کوئی مخصوص جہت ہے، جس کے بعض اکابر صحابہ کرام کی ایک جماعت کو فاسق کہتے ہیں، جس کا مذہب یہ ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کی زیارت کی نیت سے مدینہ منورہ کا سفر حرام ہے۔ اور جس کا مذہب یہ ہے کہ اہل توقف کی جماعت خراسانیوں کی جماعت ہے، جو اپنے علاوہ تمام مسلمانوں کو بدعتی و مشرک

قرار دیتا ہے، غرض اس طرح اور جو بیچاسوں مسئلوں میں اہلسنت والجماعت کا مسلک وعقیدہ میں مخالف فرقہ ہے، اور جس کی پیدائش کا زمانہ دو صدی کو بھی محیط نہیں ہے، جس کا وجود اسی ہندوستان کی سرزمین پر برطانیہ کے دور حکومت میں ہوا۔

امام ابو حنیفہ اہلحدیث تھے مگر اس معنی میں جو معنی محدثین کے یہاں اہلحدیث کا معروف ومشہور تھا۔ اس معنی میں نہیں جو فرقہ غیر مقلدین باور کرتا اور سمجھتا ہے۔

اس لئے حکیم صاحب اور دوسرے غیر مقلدین کو چاہئے کہ پہلے اپنے خول سے باہر آئیں تب اپنے کو اہلحدیث کہیں اور کہلوائیں، یہ پاگل پن اور دیوانہ پن اور سخافت وحماقت کی انتہا ہے کہ کوئی جماعت نو مولود ومحدث ائمہ محدثین کا نام اچک کر وہی اپنا نام رکھ لے اور کہے کہ دیکھو ہم لوگ بڑے قدیمی ہیں۔ اور ہماری جماعت فلاں فلاں لوگوں کی جماعت ہے، اور کتاب وسنت پر عمل کرنے کے بارے میں جتنی حدیثیں واقوال علماء ومحدثین ہوں ان تمام کو اپنے اوپر چسپاں کرنا شروع کر دے، اور بزعم خویش اہل حق کی جماعت ہو جائے۔ اور طائفہ منصورہ بن جائے۔

اگر واقعۃً غیر مقلدین اپنے اس دعویٰ میں سچے ہیں کہ وہ محدثین کے مذہب پر ہیں اور سلف امت کے متبع ہیں تو پہلے اپنے عقیدوں اور اپنے مسائل فقہیہ کو اسلاف اور ائمہ حدیث کے عقیدوں اور مسائل فقہیہ سے مطابق کر کے دکھلائیں، چند ایک کا نام لینا کافی نہیں ہے بلکہ بتلائیں کہ جمہور محدثین وجمہور اسلاف کا مذہب بھی وہی تھا جو ہمارا مذہب ہے۔ اگر وہ ایسا نہ کر سکیں اور یقیناً وہ ایسا نہ کر سکیں گے تو بہتر ہے کہ خاموشی اختیار کر لیں، چیخنے چلانے سے کوئی فائدہ نہیں، لوگ آپ کی حقیقت سے خوب واقف ہیں۔

جس انداز سے غیر مقلدین اپنا اہلحدیث نام رکھ کر اپنے کو اسلاف کی جماعت میں کا ایک فرد سمجھنے لگے ہیں، اسی طرح سے منکرین سنہ نے اپنا نام اہل قرآن رکھ لیا ہے، اور فضائل قرآن اور اہل قرآن کے بارے کی تمام حدیثیں اپنے اوپر فٹ

کر کے اپنے کو واقعی اہل قرآن ہی سمجھنے لگے ہیں۔

شیعوں کا بھی یہی انداز ہے کہ انھوں نے اپنے کو محبانِ اہل بیت اور شیعانِ علی کہہ کر، فضائل اہلبیت کی تمام حدیثوں کا اپنے ہی کو مصداق قرار دے دیا ہے، اپنے علاوہ دوسروں کو جماعتِ علی رضی اللہ عنہ اور اہلبیت کا دشمن سمجھتے ہیں۔

مگر مسلمانوں کے نزدیک اس طرح کے ناموں اور دعووں کی کبھی کوئی حقیقت نہیں رہی ہے نہ انھوں نے کبھی منکرینِ سنت کو اہل قرآن نام رکھ لینے کی وجہ سے اہل حق ہی سے سمجھا اور نہ شیعوں کو محبانِ اہل بیت ہونے کے دعوے کی وجہ سے کبھی ان کو منہ لگایا۔ اسی طرح جماعتِ غیر مقلدین اپنا نام جو چاہے رکھ لے، اہلسنت رکھ لے، اہلحدیث رکھ لے محمدی رکھ لے، موحدین رکھ لے، سلفی رکھ لے، اثری رکھ لے، اس طرح کے اور بھی دو چار دس نام رکھ لے، مگر ان کی حقیقت سے واقف کار مسلمانوں کے نزدیک اہلسنت والجماعت (معروف معنی میں) سے اس کا شمار نہیں ہو سکتا، اور نہ مسلمانوں کے نزدیک اس کا کوئی اعتبار ہوگا اور اہلسنت والجماعت کا بچہ بچہ کہے گا کہ اے تقلید کے منکرو، اہل حدیث وسلفیت کے نام پر دھوکا دینے والو، تم مگن رہو اپنی دنیا میں، فریب کی عمر بہت زیادہ نہیں ہوتی ہے تمہارے فریب کا پردہ ایک روز چاک ہو کر رہے گا۔

فانتظروا انا معکم منتظرون

بلا دلیل فتویٰ دینا حرام ہے

یہ حکیم صاحب کا عنوان ہے، اور اس کے تحت ان کی ساری خامہ فرسائی کا حاصل یہ ہے کہ امام ابو حنیفہ کے فتووں پر عمل نہ کرنا چاہئے اس لئے کہ ان کے اقوال اور فتاویٰ سب بلا دلیل ہیں، کتاب وسنت سے ان پر کوئی دلیل نہیں ہے، فقہ حنفی کی ساری کتابیں بلا دلیل فتاویٰ سے بھری ہیں، حکیم صاحب نے کھل کر تو یہ بات نہیں کہی ہے مگر ان کی ساری گفتگو کا خلاصہ یہی ہے، اور اس کے بعد احناف کو نصیحت فرماتے ہوئے

حکیم صاحب فرماتے ہیں :

کسی کہنے پر حضرت امام صاحب کا قول بلا دلیل ماننا گر اس میں حضرت امام صاحب کی نافرمانی ہے ۔ (ص ۲۲۵)

سوال یہ ہے کہ کیا امام ہی صاحب کا قول بلا دلیل ماننا ناجائز اور حرام ہے اور دوسروں کا قول بلا دلیل ماننا جائز ہے ؟ اگر ایسا نہیں ہے تو پھر امام ابو حنیفہ ہی کے مقلدین کو یہ نصیحت کیوں کی جاتی ہے ، دوسروں کی طرف نظر التفات کیوں نہیں کی جاتی ، اس طرح کی باتیں کر کے غیر مقلدین یعنی یہ نام کے اہلحدیث یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ ان کا عمل کتاب وسنت پر ہوتا ہے اور انھوں نے جو فقہ کی کتابیں تالیف فرمائی ہیں ان کے سارے مسائل کتاب وسنت سے ماخوذ ہیں ، اگر ایسا ہے تو براہ کرم غیر مقلدین ان دس مسئلوں کو کتاب وسنت کی دلیل کی روشنی میں ثابت کردیں ۔

(۱) اما الاذان والخطبة وسائر الاذکار التی شرعت خارج الصلوٰۃ .... فتجوز بغیر العربیۃ ولو قادرا علیھا ۔ (۱)

(نزل الابرار ص ۲۶)

یعنی اذان اور خطبہ جمعہ اور تمام اذکار جو خارج صلوٰۃ مشروع ہیں عربی زبان کے علاوہ میں بھی جائز ہیں اگرچہ عربی زبان پر قادر ہو جب بھی ۔

خارج صلوٰۃ تمام اذکار اور خاص طور سے اذان کو اردو انگریزی ہندی فارسی زبان میں کہنے پر کتاب وسنت سے دلیل پیش کی جائے اور بتلایا جائے کہ اس پر اسلام کے کس دور میں اور کہاں عمل ہوا ہے ۔

(۲) تضع المرأۃ والخنثیٰ تحت ثدییھا ۔ (ص ۸۶ ایضا)

یعنی عورت اور مخنث اپنے ہاتھ (نماز میں) پستان کے نیچے رکھیں گے ۔

---

(۱) مطبوعہ مطبع سعیدی بنارس

عورت اور خنثیٰ نماز میں پستان کے نیچے ہاتھ باندھیں گے کتاب وسنت سے اس کی دلیل پیش کی جائے۔

(۳) ولم یرو کیفیۃ الوضع عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فیجزی کیف ما وضع۔ (ایضا ج۱ ص۸۶)

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نماز میں ہاتھ باندھنے کی کیفیت منقول نہیں ہے، اس لئے جس طرح چاہے ہاتھ باندھے۔

نماز میں جہاں چاہے ہاتھ باندھا جائے یہ غیر مقلدین کا مسئلہ ہے۔ ایسا ہی پیٹھ پر ہاتھ باندھنا کس دلیل سے مشروع ہے، اس دلیل کو ذکر کیا جائے، اور یہ بھی بتلایا جائے کہ دونوں رانوں پر ہاتھ باندھنے پر عمل کس دور میں رہا ہے؟

(۴) ولو قرأ بالتہجی بعد قرأۃ الفاتحۃ کما ھی مثلاً قال ال ح م د ل ل ہ لا تفسد صلوتہ (ایضا ج۱ ص۹۰)

یعنی سورہ فاتحہ کے پڑھنے کے بعد کوئی سورہ فاتحہ ہجے کر کے پڑھے، مثلاً الف لام زبر اَل، حا میم زبر حم، دال پیش دُ، لام زیر لِ، لام الف کھڑا زبر لا، ہا زیر ہِ، اسی طرح پوری سورہ فاتحہ پڑھے تو نماز فاسد نہ ہوگی۔

اس مسئلہ کو بھی کتاب وسنت سے ثابت کیا جائے، آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کے زمانہ میں اس طرح کون پڑھتا تھا۔

(۵) ولو وجد ثوباً یستر بعض العورۃ فیسترھا مھما امکن وان لم یستر وصلی عریاناً تجوز صلوتہ وکذلک حکم المرأۃ۔ (ایضا ص۹۴)

اگر مرد ایسا کپڑا پائے کہ اس سے شرمگاہ کا کچھ چھپائے تو جتنا چھپا سکے اتنا چھپائے اور اگر وہ بلا شرمگاہ چھپائے (ننگا ہوئے) ننگا ہی نماز پڑھ لے تو نماز جائز ہوگی اور عورت کا بھی یہی حکم ہے۔

اتنا کپڑا ہوتے ہوئے بھی کہ جس سے شرمگاہ کا کچھ حصہ چھپ جائے

باوجود عورت اور مرد ننگے ہوکر کے نماز پڑھیں اور ان کی نماز جائز بھی ہو جائے کتاب وسنت سے اس مسئلہ کو غیر مقلدین ثابت کریں۔

(۶) ولو رأی المصلی سترۃ من جیبہ تفسد صلوٰتہ۔ — یعنی اگر مصلی اپنے گریبان سے اپنی شرمگاہ کو دیکھے تو اس کی نماز فاسد ہو جائیگی۔

(ایضا ص ۲۷ ج ۱)

حدیث سے اس مسئلہ کو ثابت کیا جائے۔

(۷) ولو خرج شعیر فی بعر او روث یوکل بعد غسلہ۔ — اگر مینگنی یا گوبر میں جو نکلے تو دھوکر کھالیا جائے۔

(ایضا ص ۵۴ ج ۱)

اس مسئلہ کو بتلانے والی حدیث پیش کی جائے۔

(۸) ولو وقع الخمر فی الخل ان استحال خلا یحل شربہ۔ — یعنی اگر شراب سرکہ میں گر جائے اور شراب سرکہ بن جائے تو اس شراب کا پینا جائز ہے۔

(ایضا ص ۵۲ ج ۱)

کتاب وسنت سے اس مسئلہ کی دلیل پیش کی جائے۔

(۹) الملح الذی کان حمارا او خنزیرا یحل اکلہ۔ — یعنی جو نمک کہ گدھا یا سور تھا اس کا کھانا جائز ہے۔

(ایضا ص ۵۲ ج ۱)

اس قسم کے گدھا اور سور کھانے کی کتاب وسنت سے دلیل پیش کی جائے۔

(۱۰) واختلفوا فی لعاب الکلب والخنزیر وسورھما والارجح طھارتہ کما مر (ایضا ص ۳۹ ج ۱)[1] — یعنی لوگوں کا اختلاف ہے کہ کتے اور سور کا تھوک اور جوٹھا جائز ہے یا ناجائز، راجح مذہب یہ ہے کہ یہ پاک ہیں جیسا کہ اس کا بیان گزریگا۔

---

(۱) اس کتاب کا پورا نام نزول الابرار من فقہ النبی المختار ہے، یعنی اس میں جتنے مسائل ہیں

غیر مقلدین کا انتہائی کرم ہوگا کہ کتے اور سور کے لعاب اور جوٹھا کے پاک ہونے کی دلیل کتاب و سنت سے پیش کر کے امت مرحومہ پر کرم کی بارش فرمائیں۔

یہ تو صرف دس مثالیں میں نے اس ایک کتاب سے پیش کی ہیں جس کے بارے میں جماعتِ اہلحدیث کا متفقہ فیصلہ ہے کہ وہ فقہ اہلحدیث میں ہے اور عوام و خواص میں بہت مقبول ہے، اور جس کے مصنف نواب وحید الزماں حیدرآبادی ہیں اور اس کتاب کو شائع کرنے والے جماعتِ اہلحدیث کے بہت معروف و مشہور عالم و مناظر مولانا ابو القاسم صاحب سیف بنارسی ہیں۔

. . . .

ورنہ اسی طرح نہ معلوم کتنے مسائل ہیں جو غیر مقلدین علماء کی کتابوں میں بکھرے ہوئے ہیں لیکن ان مسائل پر کبھی کسی غیر مقلد عالم صادق سیالکوٹی، یوسف جے پوری، محمد جونا گڑھی وغیرہم کی نگاہ التفات نہیں پڑی کہ کبھی فقہ حنفی سے فرصت پاکر ذرا اس فقہ اہلحدیث پر ایک نگاہ کرم ڈالیں، اور جن مسائل کو نہایت بے شرمی سے اللہ کے رسول کی طرف منسوب کیا گیا ہے عوام کے سامنے ان کی حقیقتِ حال واضح کریں۔ یہ لوگ صرف احناف کو اس قسم کا وعظ کہیں گے۔

- ہر حنفی بھائی کا فرض ہے کہ یہ کہدے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہی میرا مذہب ہے۔ (ص ۲۲۰)

حکیم صاحب فرمائیں کہ کیا یہ ذمہ داری صرف احناف کی ہے، اگر غیر مقلدوں کا حدیث پر ایمان ہے تو کیا یہ ان کی ذمہ داری اور ان کا فرض نہیں ہے؟

وہ سب آنحضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دسترخوان مبارک ہیں، اس کتاب کو مشہور غیر مقلد عالم مولانا ابو القاسم سیف بنارسی نے مطبع سعیدیہ بنارس سے ۱۳۲۸ھ میں چھپوائی تھی، اس کتاب کا تذکرہ میں جامعہ سلفیہ بنارس سے شائع شدہ کتاب جماعت اہلحدیث کی تصنیفی خدمات میں لکھا ہے، یہ کتاب بھی فقہ اہلحدیث کے موضوع پر ہے اور عوام میں بہت مقبول ہے۔ (دیکھو ص ۲۰۹)

حکیم صاحب کو شاید معلوم نہیں یا معلوم ہے تو تجاہل عارفانہ سے کام لے رہے ہیں۔ احناف کے نزدیک صرف حدیث ہی مذہب نہیں ہے بلکہ قرآن بھی ان کا مذہب ہے اجماع بھی ان کا مذہب ہے، قیاس بھی ان کا مذہب ہے، سنت صحابہ و سنت خلفائے راشدین بھی ان کا مذہب ہے۔

حکیم صاحب زحمت نہ فرمائیں اور صرف حدیث کو اپنا ہی مذہب قرار دیں دوسروں کو صرف حدیث کو اختیار کرنے کی اور مذہب بنانے کی تلقین نہ کریں، شریعت کے مسائل تمام اہلسنت کے نزدیک، کتاب و سنت اجماع و قیاس اور فتاویٰ صحابہ سے ماخوذ ہوتے ہیں۔

مسلمان ہونے میں حنفی وغیرہ ہونا شرط نہیں

حکیم صاحب فرماتے ہیں:

مسلمان ہونے میں حنفی وغیرہ ہونا شرط نہیں کیا گیا ہے (ص۲۲۳)

تو کیا مسلمان ہونے میں غیر مقلد ہونا شرط کیا گیا ہے؟

ہدایہ پر حکیم صادق کا افتراء

حکیم صاحب فرماتے ہیں:

جس طرح قرآن کے بعد اصح الکتاب (۱) صحیح بخاری و مسلم ہے اسی طرح احناف میں ہدایہ کا درجہ ہے ہدایہ میں لکھا ہے ان الهداية كالقرآن کہ ہدایہ مثل قرآن کے ہے۔ (ص۲۲۵)

---

(۱) اہل علم غور فرمائیں اس عبارت پر اور حکیم صاحب کی قابلیت کی داد دیں، اس قسم کے قابل لوگوں کو شوق ہوتا ہے ہدایہ کے خلاف طوفان بدتمیزی برپا کرنے کا۔

حکیم صادق تو ہیں نہیں کوئی غیر مقلد بتلائے کہ ہدایہ میں یہ عبارت کہاں ہے صفحہ اور جلد کا حوالہ دیں۔

غیر مقلدوں کی عجیب عادت ہے کہ وہ دن کی روشنی میں افترا کرتے ہیں ہدایہ میں اس طرح کی کوئی عبارت نہیں ہے، مگر حکیم صاحب بلا صفحہ اور جلد کے حوالے ہدایہ کی طرف اس عبارت کو منسوب کر رہے ہیں، خدا کی پناہ۔

حکیم صادق کی ایک نئی تحقیق

حکیم صاحب فرماتے ہیں:

"ہدایہ کا زمانہ امام صاحب کے بہت بعد کا ہے، اس میں مندرج مسائل امام صاحب کے ذمہ زبردستی لگائے گئے ہیں یہ مسائل خلاف حدیث ہیں۔ (ص ۲۲۸ ص ۲۲۹ خلاصہ)

حکیم صاحب کی اس نئی تحقیق کا حاصل یہ نکلا کہ وہ تمام کتابیں ناکارہ ہیں جو بعد کے ادوار میں لکھی گئی ہیں، اگر یہ بات درست ہے تو نزل الابرار پر جناب کی جماعت کا اعتماد کیوں ہے۔ کیا اس کی تصنیف کا زمانہ خیر القرون کا ہے اور کیا اس میں تمام مندرج مسائل حدیث کی روشنی میں لکھے گئے ہیں؟ غنیۃ الطالبین اور مثنوی مولانا روم سے آپ نے اپنی اس کتاب میں بار بار عبارتیں نقل کر کے احناف کو گمراہ اور مشرک قرار دیا ہے کیا یہ کتابیں بھی زمانہ خیر القرون کی ہیں؟ اور کیا ان دونوں کتابوں میں درج ساری باتیں کتاب و سنت کی روشنی میں ہیں؟

غیر مقلدوں کے نزدیک شیخ جیلانی اور مولانا رومی گمراہ ہیں

حکیم صاحب اگر زندہ ہوتے تو یہ تماشا اپنی آنکھوں سے دیکھ لیتے کہ شیخ عبدالقادر جیلانی اور مولانا رومی دونوں موجودہ سلفیت کی تحقیق میں گمراہ اور قبر پرست مشرک

شیخ عبدالقادر وحدت الوجود کے قائل ہیں جو شرک ہے اور مولانا رومی صوفیانہ خیالات کی وجہ سے مشرک ہیں۔ اگر کسی غیر مقلد کو شک ہو تو سن لے ان کی ایک جماعت کا محقق شیخ عبدالقادر جیلانی کے بارے میں بکواس کرتا ہے۔

اور غنیۃ الطالبین، فتوح الغیب اور الفتح الربانی کے مصنف شیخ عبدالقادر جیلانی اس نظریہ کے جھنڈے اٹھائے پھر رہے ہیں۔

(رفیعت ننگ ص۱۹۵)

اس نظریہ سے مراد وحدت الوجود کا نظریہ ہے، جو سلفیوں کے نزدیک شرک اور گمراہی ہے اور اسی نظریہ کی وجہ سے شیخ اکبر کو شیخ اکفر یعنی سب سے بڑا کافر غیر مقلدین کہتے ہیں۔

اور شیخ رومی کے بارے میں ایک دوسرے محقق کی تحقیق یہ ہے:

یہ شخص رومی طبقہ صوفیہ کا امام تھا، یہ حنفی، صوفی، وحدت الوجود کا قائل اور خرافاتی تھا۔ (جہود علماء الحنفیۃ ص۸۰۲)

حکیم صاحب کو توحق ہو کہ ایسے گمراہوں کی کتابوں سے احناف کے خلاف بکواس کریں اور ان کی عبارتوں کا خود سے مطلب گڑھ گڑھ کر احناف پر چسپاں کرتے جائیں مگر احناف کو یہ حق دینے کو تیار نہیں کہ وہ ہدایہ سے تعلق رکھیں اور استفادہ کریں جس کے ساتھ میاں صاحب شیخ الکل فی الکل کی عقیدت کا عالم یہ تھا کہ اپنی عمر کے آخری حصہ میں ان کا تعلق صرف بخاری و ہدایہ سے رہ گیا تھا اور جس پر مولانا دہلوی کو حدیث سے زیادہ عبور تھا۔

آج مولانا صادق سیالکوٹی اس ہدایہ کے خلاف زبان کھولنے کی جرأت کر رہے ہیں اور قابلیت کا عالم یہ ہے کہ۔

اصح الکتاب بخاری مسلم۔

لکھ رہے ہیں، اس قسم کے نابل لوگوں کی یہ جرأت دیکھ کر حیرانی ہوتی ہے

امام ابو حنیفہ حدیث کے شیدائی تھے

حکیم صادق صاحب فرماتے ہیں:

"غور کریں امام صاحب حدیث کے کتنے شیدائی تھے کہ ضعیف حدیث تک کو آراء رجال سے زیادہ پسند کرتے تھے۔ (ص ۲۲۹)

یہ حکیم صاحب کا بیان فریب کارانہ ہے، آج تک سارے غیر مقلدین یہی کہتے آئے ہیں کہ امام صاحب امام اہل الرائے ہیں، حدیث سے ان کو کوئی مناسبت نہیں تھی انھیں صرف سترہ حدیثیں یاد تھیں۔ محدثین نے امام صاحب کو متروک قرار دیا ہے۔ امام صاحب کوفہ کے تھے اور کوفہ والوں کی حدیث میں نور نہیں ہوتا۔ غیر مقلدین کی اس قسم کی کواسیں اتنی ہیں کہ ان کے مقابلہ میں حکیم صادق سیالکوٹی کا امام صاحب کے بارے میں یہ کہنا امام صاحب حدیث کے شیدائی تھے کوئی وزن نہیں رکھتا اور نہ کوئی پڑھا لکھا حنفی اس قسم کے باتوں سے غیر مقلدوں کے دھوکہ میں آ سکتا ہے۔ زبان پر کچھ دل میں کچھ غیر مقلدوں کا شیوہ ہے۔

امام ابو حنیفہ نے کوئی کتاب نہیں لکھی

حکیم صاحب فرماتے ہیں:

"امام صاحب پر خدا کی بے شمار رحمتیں ہوں کہ انھوں نے اس ڈر سے کوئی کتاب نہیں لکھی کہ لوگ ان کا مذہب نہ بنالیں، ان کے نام سے کوئی فرقہ نہ پیدا کرلیں۔ (ص ۳۰)

براہ کرم حکیم صاحب ذرا اس کتاب کا حوالہ دیں جس میں امام صاحب نے اپنے کتاب نہ لکھنے کی یہ وجہ بیان کی ہو؟ بے پر کی اڑانے میں غیر مقلدوں کو خوب مزہ آتا ہے۔ اچھا تو کیا امام مالک امام شافعی، امام احمد بن حنبل، امام بخاری اور امام مسلم پر خدا کی رحمتیں نہ

نہیں ہوں گی اس لئے کہ انھوں نے کتابیں لکھی ہیں آخر ان حضرات کو کیوں اس کا ڈر نہیں ہوا جس کا امام ابوحنیفہ کو ڈر تھا، مالکیہ، شافعیہ، حنابلہ سارے مذاہب وجود میں آگئے تو کیا یہ سارے مذاہب باطل ہیں؟ غیر مقلدین تو خیر بے لگام ہوتے ہیں وہ کہہ دیں گے کہ یہ سارے مذاہب باطل ہیں مگر کوئی دوسرا مسلمان یہ بات زبان پر نہیں لا سکتا بلکہ وہ تو یہ کہے گا کہ ان ائمہ و محدثین پر اللہ کی بے شمار رحمتیں نازل ہوں۔ جنھوں نے اپنی اپنی کتابوں کے ذریعہ سے دین کو محفوظ کیا شریعت کو مدون کیا اور امت کے لئے ہدایت کا راستہ کھول دیا اور دین پر چلنا آسان کر دیا۔

حکیم صاحب فرماتے ہیں کہ امام صاحب کی کوئی تصنیف نہیں اور حافظ ابن حجر جیسا وسیع النظر عالم اور محدث فرماتا ہے۔

والموجود من حدیث ابی حنیفۃ مفردا انما ھو کتاب الآثار التی رواہ محمد بن الحسن عنہ۔	امام ابوحنیفہ کی حدیث میں مفرد کتاب، کتاب الآثار ہے جو امام محمد بن الحسن نے ان سے روایت کیا ہے۔

(تعجیل المنفعۃ ص۲)

حافظ ابن حجر کے مقابلہ میں حکیم صادق جیسے لوگوں کی حقیقت کیا ہے، اور انکی ٹرٹر پر کون دھیان دیتا ہے، کتاب الآثار اب تو چھپ بھی چکی ہے۔ کتاب الآثار کو امام صاحب سے امام ابو یوسف نے بھی روایت کیا تھا وہ بھی مصر سے چھپ چکی ہے۔

اہلحدیث محدثہ فرقہ نہیں ہے

حکیم صاحب فرماتے ہیں:

یاد رکھنا چاہیے کہ اہلحدیث فرقہ محدثہ نہیں ہے۔ ص۲۳۹

یہی دعویٰ اہل قرآن کا بھی ہے، اور یہی شیعوں کا بھی دعویٰ ہے اور یہی قادیانیوں کا بھی دعویٰ ہے کوئی باطل فرقہ اپنے کو فرقہ محدثہ نہیں کہتا مگر اصحاب بصیرت ہر ایک

فرقہ کے بارے میں اس کے وجود کی ابتدار اور اس کے مذہب وعقیدہ کی روشنی میں فیصلہ کریں گے کہ وہ فرقہ محدثہ ہے کہ نہیں۔

غیر مقلدوں کے وجود کی ابتدار

غیر مقلدین ذرا اپنے کو پہچانیں اور حکیم صادق کو اگر اپنے فرقہ کی تاریخ نہیں معلوم ہے تو وہ ہم بتلاتے ہیں ذرا غور سے سنیں۔

مولانا نذیر حسین میاں صاحب شیخ الکل فی الکل کے سسر اور میاں صاحب کے استاذ حضرت مولانا عبدالخالق صاحب فرماتے ہیں:

"سو بانی مبانی اس فرقہ نو رحدات کا عبدالحق ہے جو چند روز سے بنارس میں رہتا ہے اور حضرت امیرالمومنین (سید احمد شہید بریلوی) نے ایسی ہی حرکات ناشائستہ کے باعث اپنی جماعت سے اس کو نکال دیا اور علمائے حرمین نے اس کے قتل کا فتویٰ لکھا۔"

(تنبیہ الضالین ص۲ برحاشیہ نظام الاسلام طبع خورشید عالم لاہور)

پھر آگے لکھا ہے۔

"اور ان کا (یعنی غیر مقلدین کا) مذہب اکثر باتوں میں روافض کے مذہب سے ملتا ہے۔" (ص۳ ایضاً)

اور پھر لکھا ہے:

"اور وہ لوگ آپ کو محمدی اور دوسرے مذہب والے کو ناقص محمدی اور بدعتی کہتے ہیں۔" (ایضاً ص۲)

اور پھر لکھا ہے:

"اور چاروں مذہب کے حق ہونے پر انکار رکھتا ہے اور علماء کے اجماع کو خلاف جانتا ہے اور چاروں اماموں کی تقلید کو بدعت کہتا ہے۔" (ص۳ ایضاً)

اور مزید لکھا ہے:

"لوگوں سے کہتے ہیں ہم محمدی ہیں اور حقیقت میں محمدیوں کے خلاف ہیں" (ص ۱۳)

جناب حافظ اسلم صاحب جیراجپوری (جو پہلے غیر مقلد تھے پھر منکر حدیث ہو گئے) لکھتے ہیں:

"پہلے اس جماعت نے اپنا کوئی خاص نام نہیں رکھا تھا، مولانا شہید کے مخالفوں نے ان کو بدنام کرنے کیلئے وہابی کہنا شروع کیا تو اپنے کو محمدی کہنے لگے، پھر اس کو چھوڑ کر اہلحدیث لقب اختیار کیا، جو آج تک چلا جاتا ہے۔ (نوادرات ص ۳۴۳)

ان سب ٹھوس اور گھر کے ہی حوالوں سے معلوم ہوا کہ یہ فرقہ ۱۲۴۶ھ کے بعد کی پیدائش اور بالکل نئی بدعت ہے پہلے یہ لوگ اپنے کو محمدی کہلاتے تھے اور لوگ ان کو وہابی کہتے تھے لیکن بعد کو کمال ہوشیاری اور سرکاری نوازش سے اہلحدیث بن گئے۔

مولانا محمد علی صدیقی لکھتے ہیں:

"نواب (صدیق حسن خاں) صاحب نے عبدالحق بنارسی سے ۱۲۸۵ھ میں جب مکہ میں حج کو گئے اجازت لی، اجازت نامہ میں اپنے نام کے ساتھ محمدی لکھا یہی پہلا نام تھا اہلحدیث مولانا السید نذیر حسین کا رکھا ہوا ہے۔ (حاشیہ مذہب اہلسنت والجماعت ص ۳۶)

علامہ سید سلیمان ندوی لکھتے ہیں:

"ہندوستان میں اہلحدیث کے نام سے تحریک سید نذیر حسین دہلوی اور ان کے شاگردوں کے ذریعہ شروع ہوئی۔ (حیات شبلی حاشیہ جلد اول ص ۳۸)

غیر مقلد عالم مولانا عبدالمجید صاحب خادم لکھتے ہیں:

"(مولوی محمد حسین بٹالوی نے) اشاعۃ السنہ کے ذریعہ اہلحدیث کی بڑی خدمت کی لفظ وہابی آپ ہی کی کوشش سے سرکاری دفاتر اور کاغذات سے منسوخ ہوا اور جماعت کو اہلحدیث کے نام سے منسوب کیا گیا۔ آپ نے حکومت

کی خدمت بھی کی اور انعام میں جاگیر پائی۔" (سیرت ثنائی ص۳۷۲)

غیر مقلدوں کو اپنے وجود کا علم ہو گیا ہوگا، اور یہ بھی معلوم ہو گیا ہوگا، کہ آج جو آپ اہلحدیث کہلا رہے ہیں یہ کس کی کرم نوازی ہے، یہ ساری شہادتیں تقریباً اپنے گھر ہی کی ہیں اور گھر کی شہادت سے زیادہ معتبر اور کون شہادت ہوگی۔

مولانا حکیم صادق سیالکوٹی نے غیر مقلدوں کے اہلحدیث کہلانے کو جو طول طویل افسانہ لکھا ہے ان سب کا جواب تو صرف اتنا تھا کہ ہم ان سے کہتے کہ تم اسلاف کے

---

(۱) پوری تفصیل کیلئے دیکھو الکلام المفید فی اثبات التقلید تالیف شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد سرفراز خاں صفدر گجرانوالہ پاکستان۔

اس پر مولانا سرفراز صاحب نے (ٹھوس حوالوں سے غیر مقلدوں کے وجود اور ان کے اہلحدیث بننے کی تاریخ پر روشنی ڈالنے کے بعد) اپنا تبصرہ یوں کیا ہے:

"یہ ہے ہندوستان میں غیر مقلدین اور نام نہاد اہلحدیثوں کی مختصر سی کہانی کہ اس فرقہ کا بانی حضرت سید احمد بریلوی کی جہاد کی اور مجاہدانہ مجلس بنا ہوا عبد الحق بنارسی تھا، لوگوں میں یہ فرقہ وہابی کے لفظ سے موسوم تھا لیکن وہ اپنے کو محمدی کہلاتا تھا پھر سعی بلیغ کرکے یہ فرقہ اہلحدیث بنا اور جہاد کی منسوخیت کتاب لکھ کر سرکار برطانیہ سے انعام اور جاگیر بھی پائی اور اس کے صلہ میں سرکاری کاغذات اور دفاتر سے لفظ وہابی منسوخ کرا کے اہلحدیث کا حکم کرا دیا، مگر صد حیرت ہے کہ یہ فرقہ مقلدین حضرات کو چوتھی صدی کے بعد کی بدعت کا طعنہ دیتا ہے اور اپنے گریبان میں منہ ڈال کر جھانکنے کی ذرہ بھر تکلیف نہیں کرتا۔

غیر کی آنکھوں کا تنکا تجھ کو آتا ہے نظر
دیکھ اپنی آنکھ کا غافل ذرا شہتیر بھی (الکلام المفید ص۳۲)

عقیدوں اور فقہی مسائل سے اپنے عقیدوں اور فقہی مسائل کی مطابقت پیدا کر کے دکھلاؤ (اور یہ کر ان کے بس میں نہیں تھا) مگر ہم نے ناظرین کی خاطر تھوڑی سی درازنفسی سے کام لیا، اس سلسلہ کی پوری اور دلچسپ بحث آپ الکلام المفید اور طائفہ منصورہ میں دیکھئے (۱)

ساری امت اصولاً اہلحدیث ہے

پہلے تو صادق سیالکوٹی صاحب نے دسیوں صفحات میں، اہلحدیث۔ فرقہ کا گن گا کر دنیا کے تمام مسلمانوں کو اہلحدیث ہونے نکال باہر کیا، حدیث وسیر و تاریخ کی کتابوں میں جہاں جہاں اصحاب الحدیث یا اہلحدیث کا نام آیا سب کو اپنے فرقہ غیر مقلدین پر فٹ کر کے خوب تالی بجائی اور مگن ہوئے کہ دیکھو ہم لوگ کتنے پرانے ہیں، مگر مردہ ضمیر بھی جیسے جاگ جائے حکیم صاحب کو شاید کچھ ہوش آیا، چنانچہ آپ فرماتے ہیں:

> یاد رہے کہ بطور عالم گیر جماعت کے ساری امت اصولاً اہلحدیث ہے ہر شخص جو حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو رسول مانتا ہے اور ان کی اطاعت فرض جانتا ہے اہلحدیث ہے: (صـ۲۴۹)

جب صورت حال یہی ہے اور اہلحدیث کا یہی مطلب ہے تو پھر دوسرے مسلمانوں کو اہلحدیث جماعت سے نکالنے کی سعی بلیغ کیوں کی جاتی ہے، کسی بھی مسلمان سے

---

(۱) یہ دونوں کتابیں حضرت مولانا صفدر صاحب پاکستان مدظلہ کی ہیں، اور اپنے موضوع پر نہایت محققانہ کتابیں ہیں، الکلام المفید میں تقلید کے ہر گوشہ پر نہایت جامع تحقیقی اور مفصل بحث ہے، دوسری کتاب طائفہ منصورہ میں، طائفہ منصورہ کا مصداق کون سی جماعت ہے، اس کو واضح کیا گیا ہے، اور اس بارے میں غیر مقلدین کی تمام یاوہ گوئیوں کا بھرپور جواب دیا گیا ہے، دونوں کتابیں دیوبند کے کتب خانوں میں دستیاب ہیں۔

پوچھ لو کہ وہ اللہ کے رسول کی اطاعت فرض جانتا ہے کہ نہیں، تو پھر آخر آپ حضرات کو اس کا کیوں شوق رہتا ہے کہ صرف اپنے ہی کو اہلحدیث کہیں اور کہلوائیں، تقلید کرکے تمہارے عوام بھی مسائل پر عمل کرتے ہیں اور تقلید کرکے مقلدین لوگ بھی شریعت پر عمل کرتے ہیں۔ مقصود مقلدین کا بھی یہی ہوتا ہے کہ وہ کسی کی رہنمائی میں اللہ اور اس کے رسول کا طریقہ پالے، خود سے کتاب وسنت کا سمجھنا ہر ایک کے بس کی بات نہیں یہ صرف غیر مقلدین ہی کی ہمت وجرأت کی بات ہے۔

حکیم صادق سیالکوٹی کی بکواس

حکیم صاحب فرماتے ہیں:

"رونے کا مقام ہے کہ اپنے آپ کو محمدی یا اہلحدیث کہلاتے ہوئے شرم آتی ہے۔ (صفحہ؟)

جی نہیں نہ کوئی محمدی کہلانے سے شرم کھاتا ہے اور نہ اہلحدیث کہلانے سے شرم کھاتا ہے، شرم اس وجہ سے آتی ہے کہ آپ غیر مقلدوں نے اس نام پر غاصبانہ قبضہ کرلیا ہے اور اس کو اپنی گمراہ جماعت کا ٹائیٹل بنالیا ہے، جیسے آج ہر مسلمان کو اہل قرآن نام رکھنے سے شرم آتی ہے کہ اس نام کو منکرین سنت نے اپنا ٹائیٹل بنالیا ہے، اور جس طرح آپ کی جماعت کے علاوہ اور مسلمان کو "احمدی" نام سے شرم آتی ہے اسلئے کہ قادیانیوں نے اس کو اپنی گمراہ جماعت کا ٹائیٹل بنالیا ہے، اور جس طرح آج بطور خاص کوئی مسلمان اپنے کو شیعان علی نہیں کہتا ہے اس لئے کہ اس لفظ سے رافضیت کی طرف ذہن جاتا ہے، اسی طرح عام طور پر مسلمان اہلحدیث اور محمدی کہلانے سے بچتا ہے کہ کہیں لوگ اس کو گمراہ فرقہ غیر مقلدین میں سے نہ سمجھ لیں، اگر بات سمجھ میں آگئی تو ٹھیک ہے ورنہ آپ جانئے اور آپ کا کام جانے، اہلحدیث اور محمدی نام رکھنے کا حکم نہ اللہ نے دیا ہے اور نہ اللہ کے رسول نے، گمراہ فرقہ غیر مقلدین کی طرف سے

نہ ہو اس سے بچنے کے لئے کوئی اہلسنت والجماعت کا فرد اپنے کو اہلحدیث اور محمدی کہلوانا پسند نہیں کرتا کہ کہیں لوگ اس سے اصطلاحی اہلحدیث فرقہ مراد نہ لے لیں جس کا مذہب یہ ہے کہ صحابہ کی ایک جماعت فاسق تھی، اور جس کا عقیدہ یہ ہے کہ نہ صحابہ کا قول حجت ہے نہ فعل۔ نہ اجماع صحابہ کا اعتبار ہے، اور جو سنت خلفائے راشدین کو بدعت قرار دیتا ہے جو جمہور کے برخلاف کہتا ہے کہ تراویح آٹھ رکعت ہے اور تہجد اور تراویح میں کوئی فرق نہیں، اور جس کے یہاں شیعوں کی طرح جمعہ میں صرف ایک اذان ہے، اور جس کے علماء کہتے ہیں کہ نکاح میں کوئی قید نہیں جتنی عورت سے چاہو شادی کرو، اور جس کا مذہب یہ ہے کہ اصول الشرع عندنا اثنان ہمارے نزدیک اصول شریعت صرف دو ہیں، جو اجماع اور قیاس کا منکر ہے اور اسی طرح جو صدہا مسائل میں اہلسنت والجماعت کا مخالف ہے، اس فرقہ غیر مقلدین سے ہمارا امتیاز رہے اس وجہ سے ہم اہلحدیث اور محمدی نام بطور اصطلاح کے رکھنا پسند نہیں کرتے ورنہ اصولاً سارے اہلسنت ہی اہلحدیث اور محمدی ہیں۔

جب سے قرآن و سنت ہے اسی وقت سے اہلحدیث ہیں

حکیم صاحب فرماتے ہیں۔

- اہلحدیث اسی وقت سے ہیں جب سے قرآن ہے اور رسول خدا کی حدیث ہے۔ (ص ۳۲)

جی نہیں آپ کی تحقیق صحیح نہیں ہے، آپ ہی کی جماعت کے ایک صاحب فرماتے ہیں کہ اہلحدیث بابا آدم کے زمانے سے ہیں۔ مولانا رئیس احمد ندوی استاذ جامعہ سلفیہ بنارس کی تحقیق سنئے:

- حضرت آدم سمیت تمام انبیاء و مرسلین اہلحدیث تھے۔ انسانوں کے مورث اعلیٰ حضرت آدم بھی رسولوں اور نبیوں کی طرح اہلحدیث تھے۔ (ضمیر کا بحران ص ۳۵)

یعنی اہلحدیث اس وقت سے ہیں جب سے نہ قرآن کا وجود تھا اور نہ حدیث کا اس لئے کہ حضرت آدم علیہ السلام کے زمانہ میں نہ قرآن تھا اور نہ حدیث، اسی سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اہلحدیث اپنے کو اس وجہ سے اہلحدیث نہیں کہتے کہ ان کا عمل حدیث پر ہوتا ہے بلکہ اس کی وجہ کچھ اور ہے، اور وہ وجہ یہ ہے کہ اہلحدیث کسی کی تقلید نہیں کرتے۔

مولانا رئیس احمد ندوی کا یہ ارشاد سنئے، فرماتے ہیں:

"اصطلاح اہلحدیث میں ہر اس مسلم ومومن کو اہلحدیث سمجھا اور مانا نیز کہا جاتا ہے جو تقلید پرستی کے بغیر اتباع شریعت پر گامزن ہو۔" (ایضا)

اس لئے غیر مقلدین کا یہ کہنا غلط ہوا کہ اہلحدیث کو اس وجہ سے اہلحدیث کہا جاتا ہے کہ وہ حدیث پر عمل کرنے والے ہیں بلکہ تقلید نہ کرنے کی وجہ سے ان کو اہلحدیث کہا جاتا ہے۔

سن لے جو کہتے ہیں اہل نظر
تو اپنی حقیقت سے ہے بے خبر

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام کی تحریف

حکیم صادق سیالکوٹی صاحب نے جو حدیث کے عشق میں ہوش وحواس کھو بیٹھے ہیں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کیا ہے "بلغوا عنی ولو آیۃ" اور اس کا ترجمہ فرماتے ہیں:

"میری طرف سے پہونچا دو خواہ میری ایک ہی حدیث ہو۔" ص ۲۳۹

قارئین دیکھ رہے ہیں کہ اللہ کے رسول کے ارشاد میں آیۃ کا لفظ ہے، اور اس کا ترجمہ حکیم صاحب پوری قابلیت سے حدیث کر رہے ہیں، آیت کا ترجمہ حدیث کرنا حکیم ہی صاحب جیسے اہلحدیث لوگوں کا کام ہے، اس پر بھی حکیم صاحب کو شوق ہوا کہ وہ ہمیں سبیل الرسول دکھائیں۔

حکیم صاحب کی مزید بکواس اور اس کا اجمالی جواب

کتاب کے آخری حصہ میں مولانا حکیم صادق سیالکوٹی نے قرآن سے ان آیات کو نقل کیا ہے جن کا تعلق یہودیوں سے ہے، اور ان آیت کریمہ کو احناف پر فٹ کرنے کی کوشش کی ہے۔

غیر مقلدین عام طور پر قرآن وحدیث کی معنوی تحریف کے مرتکب ہوتے ہیں۔ حکیم صاحب نے بھی اپنے بڑوں کی روش اختیار کی ہے، ہماری طرف سے اس کا جواب صرف اتنا ہے کہ اہل علم تفسیر کی کتابیں اٹھا کر کے دیکھیں کیا کسی مفسر نے ان آیات کو وہی مطلب لیا ہے جو حکیم صادق سیالکوٹی یا ان جیسے غیر مقلدین جاہل علماء مراد لیتے ہیں؟ حقیقت یہ ہے کہ غیر مقلدین جب غیر مقلدیت کی مستیوں سے بدمست ہوتے ہیں تو یا تو وہ حضرت امام اعظم امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں زبان درازی کرتے ہیں اور اس میں صراحۃ سب وشتم تک پہونچ جاتے ہیں یا پھر یہود و نصاریٰ یا مشرکین مکہ کے بارے میں قرآن میں جو آیات ہیں وہ ان کا مصداق مقلدین کو قرار دیتے ہیں اور اس طرح وہ اپنے غیظ وغضب کی آگ بجھاتے ہیں۔ مگر تجربہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو غالباً ان کے بارے میں فیصلہ یہ ہوا ہے کہ ان کی یہ آگ کبھی بجھے نہیں اور اس دنیا میں جب تک ان کا وجود رہے وہ اسی آگ میں جلتے رہیں۔

شیعوں کی زندگی میں ان کے لئے بدترین عذاب یہ ہے کہ وہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کے بارے میں تبرا بکتے رہیں، اسی طرح سے غیر مقلدین کی زندگی میں ان پر یہ خدائی عذاب مسلط کر دیا گیا ہے کہ وہ ائمہ دین اور بزرگان امت کے بارے میں سب وشتم کرتے رہیں اور ان کا یہ سب وشتم کا عمل دین و مذہب کے نام پر ہوتا رہے تاکہ اس کی برائی کا ان کو احساس کبھی نہ ہو، میں سمجھتا ہوں کہ کسی جماعت یا فرد کے لئے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا یہ انتہائی اور شدید

ترین عذاب ہے۔
اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس قسم کے عذاب سے اپنی پناہ میں رکھے۔
واٰخر دعوانا ان الحمد للہ رب العٰلمین۔ والصلوٰۃ
والسلام علیٰ سید الانبیاء
والمرسلین

حضرت مولانا ابوبکر صاحب غازیپوری کی اہم تصنیفات

- مسائل غیر مقلدین
- غیر مقلدین کی ڈائری
- آئینہ غیر مقلدین
- ارمغان حق ۳ جلدیں
- غیر مقلدین کے لیے لمحہ فکریہ
- سبیل الرسول پر ایک نظر
- کچھ دیر غیر مقلدین کے ساتھ
- مقام صحابہ کتاب وسنت کی روشنی میں
- حدیث کے بارے میں غیر مقلدین کا معیار قبول
- صلوۃ الرسول پر ایک نظر میں
- کیا ابن تیمیہ علماء اہل سنت والجماعت میں سے ہیں؟
- مقام صحابہ کتاب وسنت کی روشنی میں اور مولانا مودودی
- صحابہ کرام کے بارے میں غیر مقلدین کا نقطۂ نظر
- سور منطق (عربی)
- وقفہ مع معارضی شیخ الاسلام (عربی)
- وقفہ مع لامذھبیہ
- هل الشيخ ابن تيمية من اهل السنة والجماعة؟
- زمزم اردو دوماہی رسالہ

Scanned by CamScanner